بمنّہ وکرمہ

دیوانِ بیدار

مصنّفہ

شاہ میر محمدی بیدارؔ دہلوی

المتوفی سنہ ۱۲۰۹ھ ۔ سنہ ۱۷۹۴ء

مرتّبہ

محمد حسین محویؔ، صدیقی، لکھنوی جونیر لکچرار اردو، یونیورسٹی آف مدراس

معہ اضافۂ مقدّمہ و حواشی

سنہ ۱۹۳۵ء

مقدمہ

دنیا میں بہت سے ایسے باکمال گزر چکے ہیں، جن کے کمالات کو، خواہ علمی و ادبی ہوں، یا عملی، مگر زمانے کی ناموافق فضا اور مخالف اسباب نے کبھی مقبول و مشہور نہ ہونے دیا۔ وہ اور اُن کے کمالات ہمیشہ کے لئے گمنامی اور فنا کے نذر ہو گئے۔ بہت سے اہلِ کمال نامور ایسے بھی گذرے ہیں، جن کو اپنی زندگی ہی میں، اپنے تابناک کارناموں کی بدولت ملک و قوم دونوں کی طرف سے مقبولیت اور شہرت کا تمغا حاصل ہو گیا، خاطر خواہ اِن کے کمال کی قدر ہوئی، اور اُن کی محنت کی داد ملی، بہت دنوں مشہور رہے۔ لیکن پھر زمانے کی درازدستیوں اور ملک و قوم کی تباہ کُن غفلتوں نے بہت جلد یا رفتہ رفتہ اُنھیں گمنام کر دیا اور اُن کے روشن کارناموں کو بھلا دیا۔

اِسی دوسری قسم کے مشاہیر اور نامور صاحب کمالوں میں دہلی کے ایک شاعر شاہ میر محمدی بیدار بھی ہیں۔ اِن کو اپنی حیات میں اور حیات کے

بعد بھی شہرت، اور اِن کے کلام کو مقبولیت حاصل رہی، تاہم اُن کی وفات کو بہت زیادہ زمانہ گزرنے نہ پایا تھا کہ ملک اور قوم کی غفلت شعاریوں نے اپنی بدبختی سے اِن کو گمنام بنا دیا۔ اور اِن کے دل نشین ادبی کارنامے نگاہوں سے اوجھل کر دیے۔ مختصر ذکر خیر اور چند شعر، تذکروں کی چند سطروں میں محدود رہ گئے۔ اب کوئی ڈیڑھ، پونے دوسو برس کے بعد پھر اِن کا دیوان ہماری خوش نصیبی سے دستیاب ہوا ہے اور یہ ہماری سعادت ہے کہ پھر اُنہیں مُلک سے روشناس اور اُن کے پاکیزہ و دل پذیر کلام کو شائع کرنے کا فخر ہمیں حاصل ہو رہا ہے۔

بیدار ۱۱۴۰ھ تا ۱۲۰۹ھ کے نامور شاعر ہیں۔ اِن کی ہستی شاعرانہ حیثیت سے اُس دور کے شعرا میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی تھی، اور اُن کا کلام اُس عہد کی شاعرانہ خصوصیات کا عمدہ اور بہترین نمونہ ہے، اردو شعراء کے جتنے تذکرے اب تک لکھے گئے اور ہماری نظر سے گذرے ہیں، تقریبًا اُن سب میں کچھ نہ کچھ بیدار کے حالات دستیاب ہوتے ہیں۔ صرف گردیزی (۱۱۶۶ھ) نے اِن کے حالات سے لاعلمی ظاہر کی ہے۔ اور صرف ایک شعر دیا ہے۔ مولانا آزاد دہلوی کا تذکرہ "آب حیات" اس سے بالکل خالی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا کیوں بیدار کے متعلق خاموش ہیں۔ شاید یہ وجہ ہو کہ اُس وقت وہ گمنام ہو چکے تھے۔ لیکن اسے کیوں کر صحیح مان لیا جائے، جبکہ خمخانۂ جاوید کا یہ بیان ہے کہ "اِن کے دیوان اب بھی کہیں کہیں دستیاب ہو جاتے ہیں۔" حالاں کہ خمخانہ، آب حیات کے بہت بعد

کی تضیف ہے۔ صاحب گل رعنا اپنے مقدمے کے حاشیۂ زیریں (ص ۳۴) میں لکھتے ہیں،" سب سے بڑا ظلم انھوں (آزاد دہلوی مؤلف آبحیات) نے یہ کیا ہے کہ میر اثر، قائم، یقین، ہدایت، حزیں، بیان، بیدار ایسے اردو کے مشاق شاعروں اور استادوں کو تو کہیں جگہ نہیں دی ....
یہ عذر کہ قبولِ عام اور شئے ہے۔ شہرت نہ پائی عذر گناہ بدتر از گناہ ہے"۔
بہرحال اس سے بیدار کے کمالِ شاعری میں کوئی نقص نہیں آسکتا۔

بیدار کا نام

بیدار کے اصل نام میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔ بعض نے میر محمدی لکھا ہے، اور بعض محمد علی بتاتے ہیں۔ اس گتھی کو مصحفی نے اپنے تذکرۂ ہندی میں، نساخ نے سخن شعرا میں اور پھر صاحب گل رعنا نے سلجھا دیا ہے اور یوں فیصلہ کیا ہے کہ اصل نام تو میر محمد علی ہی تھا، لیکن میر محمدی بیدار کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ اسی مشہور نام کو اور تذکرہ لکھنے والوں نے لے لیا اور اصل نام اختصار کے خیال سے نہیں لکھا۔

ولادت و وطن

بیدار اسی خاکِ پاک کے رہنے والے ہیں جس کا نام شاہ جہاں آباد دہلی، اور عرفِ عام دلّی ہے۔ جو یادش بخیر ایک بڑی مدّت تک پورے ہندوستان میں ادب و شعر کا گہوارہ رہ چکی ہے، جہاں صدیوں سلاطینِ اسلام نے شوکت و سطوت کے ساتھ بادشاہی کی، اور اب بھی حکومتِ حاضرہ کی راج دھانی ہے۔ جس کی خاک نے سینکڑوں ایسے نامور پیدا کئے جن کے نام خدا چاہے تو رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔

خصوصاً اُس وقت تک جب تک کہ زبانِ اردو صحفۂ کائنات پر پھیلی ہوی ہے۔

بیدار دلّی ہی میں پیدا ہوے اور اندازے سے کہا جا سکتا ہے کہ سنہ ۱۱۴۰ھ ۱۱۴۵ھ کے درمیان میں پیدا ہوے ہونگے، وہیں پلے اور بڑھے جہاں آباد (دلّی) کے جنوب جانب ایک کوس کے فاصلے پر ایک مشہور محلّہ "عرب سرائے" ہے جو پہلے محلّہ تھا اور آج کل ایک قریہ سا ہوگیا ہے، وہیں رہتے تھے۔ جب تک دلّی میں رہے "عرب سرائے" ہی میں قیام رہا۔ مصحفی لکھتے ہیں "در عرب سرائے اقامت دارد"

والدین، خاندان، تعلیم و تربیت

اِن کے خاندان اور والدین کا کچھ پتہ نہیں چلتا، تذکروں میں باپ تک کا کوئی ذکر نہیں۔ میر حسن اور مصحفی کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ "بہ انیست محمد شاہی"۔

تعلیم کا باب بھی بالکل ناقص ہے اور حالات پردۂ گمنامی میں ہیں۔ خدا جانے کہاں کہاں اور کس کس سے تعلیم حاصل کی۔ مبلغِ علم کی نسبت اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ فارسی بہت اچھی جانتے تھے اور قرینے سے عربی کے بھی فاضل معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ اِن کے کلام میں کہیں کہیں عربیت پائی جاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُس زمانے میں شریفوں کے بچّوں کے لئے یہی دو زبانیں اور ان کے علوم تھے جن کا حاصل کرنا ضروری تھا اور فارسی تو ناگزیر تھی۔ فارسی دانی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ فارسی کے صاحبِ دیوان اور

خوش گو شاعر تھے۔

مذہب و مشرب

اگرچہ تذکرہ نگاروں نے اس باب میں تفصیل سے کچھ نہیں لکھا لیکن ہمیں ایسے دو شاہد عادل ملتے ہیں جن کی بنا پر ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مذہباً سنّی اور مشرب کے لحاظ سے چشتی و قادری تھے۔ پہلا شاہد اُن کے دیوان کی پہلی غزل ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل اُنھوں نے خاص طور پر "دیباچۂ دیوان" کی حیثیت سے کہی ہے۔ جبھی اُس دور کے رواج اور اُن کی عادت کے خلاف طویل ہے۔ اِس میں حمد، نعت، منقبت اور نصائح سب کے مِلا کر اٹھارہ شعر ہیں جن میں سے (۶) ابتدائی شعر حمد میں ہیں (۴) شعر جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت میں ہیں۔ پھر ترتیب وار تین شعر چاروں خلفاء (رض) کی منقبت میں ہیں پہلا منقبتی شعر یہ ہے:

تشریفِ شرف صدق نے صدیق سے پایا مشہور جہاں اس سے ہوا نام کرم کا

آخری تین شعروں میں اہلِ زمانہ اور اپنے کو اِس ہستی موہوم پر مغرور نہ ہونے اور دنیا کی آرائش سے دل کو صاف رکھنے کی نصیحت ہے۔

دو رباعیاں اور بھی حضرت خلیفۂ چہارم رض کی مدح میں ہیں۔ بعض اور غزلوں میں بھی دو ایک مصرعے یا شعر ملتے ہیں۔ مثلاً ایک غزل میں فرماتے ہیں:

نشۂ حُبِّ علیؑ میں اس قدر سرشار ہوں روزِ محشر تک نہیں ہونے کی ہشیاری مجھے

ایک رباعی خاص طور پر بارہ اماموں (رض) کی مدح میں ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اثنا عشری شیعہ تھے۔ بیدار ایک صوفی منش آدمی تھے۔

اور صوفیائے کرام نے اکثر اِن بزرگوں کی مدح میں حصّہ لیا ہے۔ بلکہ بعض تو تفضیل کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ اور یوں تو ہر سنّی اِن کی عظمت و بزرگی کا قائل ہے۔

بیعت

دوسرا زبردست شاہد یہ ہے کہ بیدار کی طبیعت ابتدا ہی سے تصوّف اور علم باطنی کی طرف خاص طور پر مائل تھی۔ اپنی جوانی ہی کے زمانے میں طریقۂ چشتیہ قادریہ میں حضرت مولانا فخرالدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے تھے۔ اور حضرت موصوف سے نہایت درجہ عقیدت تھی مصحفی کا بیان ہے کہ

"اعتقاد بجناب مولوی فخرالدین صاحب بسیار داشت"

مولانا فخرالدینؒ اپنے زمانے کے بڑے نامور بزرگ اور صاحب طریقت مرشد اور اولیا کرام میں سے تھے۔ اِن کے والد کا نام نظام الحق تھا۔ شعر و سخن سے بھی ذوق تھا۔[1] مصحفی نے اپنے تذکرہ فارسی گویاں کے خاتمے میں لکھا ہے کہ محض موزونیِ طبع کے تقاضے سے شعر کہدیتے تھے۔ مقصد کمالِ شاعری کا اظہار نہ تھا اسی سبب سے تخلّص بھی نہیں رکھا اور ذیل کا ایک شعر درج کیا ہے:

یادلم نرگسِ شہلائے تو غوغا دارد　　　جنگ دیوانۂ و مست است تماشا دارد

بہت سی تصانیف مولانا کی یادگار ہیں۔ جن میں نظام العقاید، رسالۂ مرّوجہ اور فخر الحسن، مشہور ہیں۔ مصحفی کے تذکروں کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ اُس زمانے کے بہت سے امرا، شعرا، علما، وغیرہ آپ کے مرید تھے۔

۱۱۹۹ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں انتقال کیا مہرولی (قدیم دہلی) میں حضرت

---

[1] قاموس المشاہیر جلد ۲، صفحہ ۱۳۰

قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ کے قریب مزار بنا ہوا ہے اور اُس کتبہ لگا ہے جس میں نام اور تاریخِ وفات کندہ ہے۔

بیدآر عرب سرائے میں رہتے تھے اور مولانائے موصوف مدرسۂ غازی الدین خاں "دہلی میں مقیم تھے۔ اُن کو اپنے شیخ سے استفادہ اور اُن کی زیارت و شرفِ صحبت حاصل کرنے کا یہ شوق و ذوق تھا کہ روزانہ عرب سرائے سے دہلی آیا کرتے تھے۔ یہ گویا مستقل دستور اور روز کا معمول تھا۔ اس طرح مدّتوں اپنے پیرِ روشن ضمیر سے فیضان پاتے رہے۔

بیدآر کے دیوانِ فارسی کے آخر میں دو مثنویاں ہیں۔ جن میں اُنھوں نے اپنے خاندانِ طریقت کی منقبت کی ہے۔ اور اُن کے توسل سے خدا کی بارگاہِ بے نیاز میں نجات کی استدعا ہے۔ یہ مثنویاں بیدار کے خاندانِ تصوف کا شجرہ ہیں۔ اُن میں سے ایک مثنوی کے آخری شعروں میں مولانا کا یوں ذکر کرتے ہیں:

بحقِ گوہرِ بحرِ کمال فخر الدین　　　فلک جناب ملائک خصال فخر الدین

دوسری مثنوی میں کہتے ہیں:

سحابِ مکرمت و بحرِ جود فخر الدین　　　سزد کہ بر درِ او سایہ آفتاب جبیں

اور

براہِ معرفتِ حق چو خضر راہ براست　　　شفیق و لطف نما بہ زمادر و پدر ہست

کئی تذکروں کا بیان ہے کہ بیدار نے اس نسبت کو پوری استواری اور عمدگی کے ساتھ قائم رکھا۔ طریقۂ چشتیہ کے اصول کے موافق اذکار و اشغال میں مصروف رہتے تھے، یہاں تک کہ اپنی محنت و ریاضت سے وہ استعداد پیدا کر لی کہ مرشد کامل نے انھیں اپنا خلیفہ بنایا اور خرقۂ خلافت عطا کیا۔ مذکورہ مثنوی کے شعر ذیل میں اسی خلعتِ فقر کی طرف اشارہ ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں درخواست کرتے ہیں:

عنایتم ز کرم کردۂ چو خلعتِ فقر — بہ بخشِ علم و عمل ہم کہ ہست زینتِ فقر
چہ حاصل ایں کہ کنم نقلِ حالِ درویشاں — بلطفِ خویش عطا کن کمالِ درویشاں

خرقۂ خلافت پانے کے بعد اپنے وطنِ مالوف اکبرآباد (آگرہ) میں سکونت اختیار کی اور دوسروں کی راہ نمائی میں مصروف ہوئے۔ گارسن دی تاسی کے تذکرے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی حیات (۱۷۹۳ء) تک وہ برابر خلق اللہ کی ہدایت میں مصروف رہے۔

اسی دیوان میں اور ایک اسی قسم کی مثنوی یا شجرہ ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانائے موصوف کے علاوہ بیدار کے اور ایک مرشد شاہ عبدالستار صاحبؒ کوئی بزرگ تھے۔ ممکن ہے کہ اُن کی وفات کے بعد مولانا سے بیعت کی ہو۔

شاہ صاحب کی مدح میں شعر یہ ہے:

رہرو دین و سرِ قافلہ عبدالستار   والیِ مملکتِ فرد، ز دنیا بیزار

اور

پیرِ من مرشدِ من ہادیٔ من آہ شاہ ست   کہ زمہرش دلم انوار فشاں چوں ماہ است

اور

زیں مکاں کرد چو آں عارفِ حق نقلِ مکاں   خواستم ایں کہ کنم قطعۂ تاریخ بیاں

اُن کی وفات کا قطعۂ تاریخ یہ ہے :

ہم دریں فکر دلم بود زشب تا بہ سحر   کہ کجا کرد نزول آں شہِ مقبولِ خدا

ہاتفِ غیب بمن گفت کہ او را بیدار!   داد حق گلشنِ فردوس مقامِ اعلےٰ

پتہ چلتا ہے کہ حضرت خواجہ میر دردؔ سے بھی بیدارؔ کو بحد عقیدت تھی نہایت عقیدت اور کمالِ ادب سے اُن کا ذکر کرتے ہیں۔ خاص کر اس وجہ سے بیدار زیادہ عجز سے پیش آتے تھے کہ یہ خود صوفی منش بزرگ تھے اور آگے چل کر خود بھی اُن کے لوگ مرید ہوے۔

گلشنِ ہند کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بیدارؔ حضرت دردؔ کے احباب میں تھے۔ ارادت و عقیدت میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہانتک کہ بیدارؔ اُن کو اپنا کلام بھی دکھانے لگے۔

اخلاق و عادات اور لباس و حلیہ تذکروں کی ورق گردانی سے بیدارؔ کے جو کچھ حالات ملتے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت خوش اخلاق اور

منکسر مزاج، شریف طبع، حیا پرور اور ذی مروّت انسان تھے۔ اپنے معاصرین
کے ساتھ خوش خلقی اور شگفتہ روئی سے پیش آتے تھے۔ اکثر سے
دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور اچھی طرح ملتے جلتے رہتے تھے کسی سے
کوئی معاصرانہ چشمک نہ تھی نہ کسی کو ان سے کوئی شکایت۔ نہ کبھی کسی کی
ہجو وغیرہ سے اپنی زبانِ قلم کو آلودہ کیا۔ کیوں کہ نہ اُن کے دیوان میں کہیں
ایسا کوئی شعر ملتا اور نہ تذکروں میں ان کے متعلق کوئی ایسی بات نظر آتی۔
یہ اُن کی پاک دلی اور نیک طینتی ہے۔

میر تقی میر کی نسبت مشہور ہو گیا ہے کہ وہ بد دماغ اور غرور پسند
آدمی تھے۔ انھوں نے اپنے تذکرے میں اپنے اکثر ہم عصروں کے متعلق سخت
رائے ظاہر کی ہے مگر بیدار اور میر صاحب میں دوستانہ تعلقات تھے جس زمانے میں میر
صاحب نے اپنا تذکرہ "نکات الشعرا" (۱۱۶۵ھ) میں تحریر کیا ہے۔ بیدار میر
صاحب کے پاس آتے جاتے تھے اور بہت گرم جوشی سے ملتے تھے اُن کی
قدر و منزلت کرتے تھے۔ وہ بیدار کی خوش اخلاقی اور ملنساری کو اِن لفظوں
میں بیان کرتے ہیں:

"اکثر در صحبتہا با فقیر بگرمی پیش می آید"

حالانکہ یہ زمانہ بیدار کی نوجوانی کا ہے اور طبیعت میں جوش و خروش ہوتا ہے
قایم چاند پوری سے بھی اچھے مراسم تھے وہ بھی بیدار کے اخلاق کے

ثنا خواں ہیں اور یہ کہ بیدارؔ بڑی خوبیوں کے آدمی اور بیحد ذہین و طبّاع تھے۔ اپنے تذکرۂ مخزن نکات میں بیدارؔ کی نسبت لکھتے ہیں:

"از خوبانِ روزگار است فہمے تیز و تند دارد"

مُرید ہونے اور ریاضت شاقّہ کرنے کے بعد بیدارؔ کی طبیعت میں انقلاب پیدا ہوگیا۔ دُنیا سے اُن کی طبیعت پھر گئی تھی اور مزاج میں بیحد استغنا آگئی تھی درویشانہ رنگ یہاں تک غالب آیا کہ اُنھوں نے لباس اور وضع فقیرانہ اختیار کرلی۔ قائمؔ چاندپوری کا بیان ہے کہ:

"از چندے لباس تغیّر کردہ باستغنائے تمام بسر می برد"

میر حسن اپنا تذکرہ الشعراء لکھنے سے چودہ پندرہ سال پہلے دِلّی میں بیدارؔ سے ملے تھے۔ اُن سے ملنے کی اِس کے سوا کوئی وجہ نہیں کہ بیدارؔ کا نام و شہرت بحیثیت شاعر سُن کر اُن کو اشتیاق ملاقات ہوا۔ اس زمانے میں بیدار درویشانہ لباس میں رہتے تھے اِنھوں نے اِس وقت بیدار کی جو حالت دیکھی تھی اس کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"دردمندانہ طبیعت رکھتے تھے۔ دُبلے پتلے (باریک و منحنی) آدمی تھے۔ زیورِ حلم و حیا سے آراستہ اب معلوم نہیں کہ کہاں ہیں"

معلوم ہوتا ہے کہ بردباری اور حیا اُن کی طبیعت کے خاص جوہر تھے جبھی میر حسنؔ نے خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

میر حسن کے اِس بیان پر مصحفی اپنے تذکرۂ ہندی میں لکھتے ہیں:

"جُوان محمد شاہی ہیں۔ اپنے کو لباسِ درویشی سے آراستہ رکھتے ہیں یعنے گیروا پھینٹا (عمامہ) سر پر باندھتے ہیں۔ مگر اُن کا باقی اور لباس دوسرے دُنیا داروں ہی کا جیسا ہے۔"

مصحفی سے بیدار کے دوستانہ اور مخلصانہ مراسم تھے۔ اور بیدار عرب سرائے سے اپنے پیر و مرشد مولانا فخر الدین سے ملنے کے لئے دہلی آیا کرتے تھے مصحفی سے بھی ملاقاتیں ہوتیں، اور مشاعرے کی صحبتیں گرم رہتی تھیں، وہ اپنے تذکرہ ہندی میں لکھتے ہیں:

"ہر گاہ کہ از عرب سرائے در مدرسۂ غازی الدین خاں برائے دیدنِ آں بزرگ می آمد، گاہ گاہ بہ فقیر ہم اتّفاق ملاقات می اُفتاد و صحبتِ شعر بمیاں می آمد۔"

حضرت دَرد چونکہ ایک بزرگ اور مقدّس آدمی تھے ان کی خدمت میں بیدار نے نہایت درجہ عقیدت مندی کا اظہار کیا ہے۔ جب حضرت دَرد نے انتقال کیا تو بیدار نے قطعۂ تاریخ وفات کہا۔ مگر دیوان کے اصل نسخوں میں نہیں ہے، البتہ صاحبِ تذکرۂ 'سراپا سخن' نے حضرت خواجہ دَرد کے حالات میں نقل کیا ہے۔ اس کے ایک شعر میں ارادت مندی کا یوں اظہار کرتے ہیں:

بندۂ بیدار کاں مست از غلامانش یکے
جست از وقتِ وصال دردِ ماہش چوں قمر

اس شعر میں اپنے کو "از غلامانش یکے" کہ کر بیدار نے اپنی ارادت مندی اور اپنے کمالِ عجز کا اظہار کیا ہے۔ یہ عقیدت، دردؔ کے تقدس اور بزرگی کی وجہ سے تقریباً اُن کے اکثر معاصرین کو تھی۔ تمام تذکرہ نگار کمالِ ادب او رحسنِ ارادت سے اُن کا ذکر کرتے ہیں بیدار کو ان سے اس وجہ سے زیادہ خصوصیت تھی کہ وہ خود صوفی منش اور درویش مشرب آدمی تھے۔

۱۔ دلّی سے رخصت
۲۔ قیامِ آگرہ
۳۔ وفات، عمر۔

میر حسن کے بیان سے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بیدار دلّی سے چلدیئے، اور معلوم نہیں کہ اب کہاں ہیں" وہ زمانہ دِلّی کا بہت پُرآشوب زمانہ تھا۔ اہلِ کمال پریشان تھے۔ کسی کے لئے دلّی میں رہنے کا ٹھکانا نہ تھا۔ دِلّی کی زمین ان بزرگوں کے لئے تنگ تھی، آسمان خلاف تھا، وہ دِلّی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے، مگر مقدر ہاتھ پکڑ پکڑ کر کھینچتا تھا، مکدر فضا اور مخالف حالات ڈھکیل ڈھکیل کر گھروں سے باہر نکال رہے تھے۔ اکثر لکھنؤ چلدیے تھے۔ کوئی عظیم آباد (بہار) کو سدھارا، کسی نے مرشد آباد بنگال میں پناہ لی۔ کسی کو حیدر آباد

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) [1] ان کا نام محسن علی اور تخلص محسن تھا، صاحبِ دیوان ہیں ان کے والد مرحوم کا نام ارشاد حسین اور تخلص حقیقت تھا محسنؔ، خواجہ وزیر لکھنوی اور رشکؔ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کا اصل آبائی وطن خوست تھا، اور لکھنوی کے باشندے ہیں، دو شعر بطور نمونۂ کلام ملاحظہ ہوں:

بنت العنب کے عشق میں مستِ الست ہے　　ڈوبی ہوی ہے کیفِ شرابِ کہن میں روح
نہ کھلا یا فۂ مشکیں ہے، دیا چشمِ غزال　　بن گیا عقدہ لا حل ترا جوڑا سر پر

(سخن شعرا از نساخ ص ۴۱۹)

دکن کی کشش کھینچ لائی. کوئی ہمت کر کے مدراس پہنچ گیا۔ اور کرناٹک کے نوابوں کی قدردانیوں سے وطن عزیز کے آرام و عیش کو بھول چکا تھا۔ غرضکہ جہاں جس کا سینگ سمایا، چلدیا۔ مگر بیدار جب تک ہو سکا دِلّی سے نہ نکلے آخر کار اسباب کی ناموافقت اور حالات کی نامساعدت نے انھیں بھی گوشہ نشینی سے باہر نکالا۔ مجبوراً دِلّی کو چھوڑ کر اکبرآباد پہنچے۔ اور وہیں سکونت کی طرح ڈالکر مستقل قیام کر لیا اور اسے اپنا وطن مالوف بنا لیا۔ اس کا پتہ ہمیں مصحفی اپنے تذکرہ ہندی میں ان الفاظ میں دیتے ہیں: "حالا گویند کہ از چندے در اکبرآباد رونق افزا است"۔

حضرت شیفتہ دہلوی کے تذکرہ گلشن بیخار کو دیکھنے سے اس روایت کی تصدیق ہو جاتی ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بیدار یہاں پہنچ کر کٹرہ دتلان قیل میں رہا کرتے تھے۔ جو آگرہ کا ایک مشہور محلہ تھا۔ ساری زندگی یہیں گذار دی۔ تقریباً ۶۵ سال کی عمر پائی اور سنہ ۱۲۰۹ھ سنہ ۱۷۹۳ء میں انتقال کیا۔ آگرہ ہی میں دفن ہوے۔

بیدار کی ولادت کی صحیح تاریخ اور عمر کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن وہ میر صاحب کے تذکرے کی تالیف کے زمانہ (۱۱۶۵ھ) میں اور میر حسن کی ملاقات کے وقت (۱۱۸۰ تا ۱۱۹۲ھ) سے چودہ سال قبل ۱۱۷۴ھ میں جوان تھے۔ اُس وقت بیدار کی عمر تیس سال کی ضرور ہو گی۔ اور مخزن نکات

---

[۱] اردو معلی جلد ۱ نمبر ۶ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء

کی تالیف سے پہلے تبدیل لباس اور شاعرانہ شہرت بھی پیدا کر چکے تھے۔ مصحفی کے تذکرے کی تالیف کے وقت بھی بقید حیات تھے۔

۱۔ شاعری | معلوم ہوتا ہے کہ ہوش سنبھالتے ہی بیدار نے شاعری کا سلسلہ شروع کر دیا اور روحانی ورزش کے ساتھ مشق سخن کا بھی سلسلہ برابر جاری رہا۔ ہونا بھی چاہیئے تھا، اس لئے کہ اُس دور کے شرفا، امرا، اہل علم اور اہل اللہ سبھی کو تو کچھ نہ کچھ اس کا چسکا ضرور تھا۔ ارباب کمال کی کمی نہ تھی، اُن کی صحبت نے اپنا اثر دکھایا اور اساتذۂ قدیم کی روش کے مطابق بیدار بھی فارسی و اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہنے لگے۔

اساتذہ | شاعری کا ذوق پیدا ہونے کے بعد زمانہ کے عام رواج کے موافق بیدار کو استاد کی ضرورت پیش آئی تو اُن کی نظر انتخاب فراق پر پڑی جو اُس زمانے کے فارسی گو اساتذہ میں ممتاز شمار ہوتے تھے گو خود اردو بہت کم کہتے تھے مگر ان کے تلامذۂ اردو گو بہت سے تھے۔ بیدار بھی ان کے نیاز مند احباب میں تھے۔

فراق کے علاوہ بیدار کے اساتذۂ شاعری میں اور تین نام بتائے جاتے ہیں ۱۔ درد۔ ۲۔ اثر۔ ۳۔ حاتم۔ لیکن غالباً ان سب میں پہلے اور اکثر قوی روایتوں کے موافق صرف فراق ہی ان کے استاد تھے۔ چنانچہ بیدار کے تمام معاصر مستند تذکرہ نگاروں اور اُن کے بعد شیفتہ و نساخ نے بھی انھیں فراق ہی کا شاگرد لکھا ہے۔

میر صاحب فرماتے ہیں:

"بیدار تخلص جوانی است از یاران مرتضیٰ قلی بیگ فراق۔
مصرعۂ ریختہ درست موزوں می کند و مرتضیٰ قلی شاعر

مربوطِ فارسی است (ص ۱۴۱ نکات الشعرا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب نے صاف صاف لفظوں میں بیدار کو اردو کا اور فراق کو فارسی کا شاعرِ مربوط بتایا ہے۔

۱۔ فراق | فراق کے مختصر حالات یہ ہیں کہ ان کا پورا نام میر مرتضیٰ قلی خاں ہے۔ دلّی کے رہنے والے تھے۔ اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں توپ خانۂ شاہی سے ملازمت کا تعلق رکھتے تھے۔ پھر یہاں سے بنگال چل دیے اور علی وردی خاں مہابت جنگ کے عہد میں مرشد آباد پہنچ کر وہیں سکونت اختیار کی۔ اور سرکاری خراج ان کے ذمّے باقی رہنے کی وجہ سے راجہ شتاب رائے کی قید میں انتقال کیا۔ (سخن شعرا ص ۳۶۱)

فراق کا ایک اردو شعر نسّاخ نے اپنے تذکرے میں دیا ہے:

گو دردِ سر لے ناصح ہے گردشِ پیمانہ
پر ہم کو تو صندل ہے خاکِ درِ میخانہ

فراق اس زمانے کے مشہور اساتذہ اور اربابِ فضل و کمال میں شمار ہوتے تھے۔ بیدار کے علاوہ ان کے اور بھی بہت سے شاگرد تھے۔

مصحفی اپنے تذکرۂ ہندی میں بیدار کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"شاگرد مرتضیٰ بیگ قلی فراق تخلص راکہ شاعر فارسی گو گزشتہ"

شیفتہ لکھتے ہیں:

"از شاگردان مرزا مرتضیٰ بیگ فراق است" (ص ۳۵ گلشن بیخار)

گلِ رعنا اور تاریخ ادب اردو میں یوں ہے:

"فراق ایسے بڑے بڑے صاحب فضل و کمال دلّی میں مجتمع تھے۔"

(ص ۳۰ گلِ رعنا، ص ۹۴ تاریخ ادب اردو)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"مرتضیٰ قلی فراق بھی فارسی کے کہنہ مشق شاعر ہیں، اردو میں فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں۔" (ص ۳۱)

اس کے بعد دو شعر دیے ہیں جو آگے آتے ہیں۔ اسی گلِ رعنا میں ایک ذرا پہلے لکھتے ہیں:

"عالم گیر کے زمانے سے دلّی میں اردو گوئی نے رواج پایا، اور اس جانب سب سے پہلے فارسی گو شعرا نے توجّہ کی۔"

اس تمہید کے بعد چند بزرگوں کے نام گنائے ہیں:

"مرتضیٰ قلی خاں فراق، سراج الدین علی خانِ آرزو ایسے بڑے بڑے صاحبِ فضل و کمال دلّی میں جمع تھے۔ جو فارسی میں اظہارِ کمال کرتے تھے، اُن کو اردو میں بھی شعر کہنے کا شوق پیدا ہوا۔ امید، بیدل، فراق، آرزو نے اردو میں طبع آزمائی کی اور یہ زبان دلّی سے اُردوے معلّٰی کا خطاب پاکر ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔" (تاریخ ادبِ اردو ص ۹۴ و ۹۵ بحوالۂ گلِ رعنا)

غرض فراق تھے تو فارسی کے شاعر لیکن تفنّن کی طور پر کبھی کبھی ریختہ بھی موزوں کرلیا کرتے تھے۔ میر حسن اور قائم نے اپنے اپنے تذکروں میں فراق کے دو اردو شعر درج کیے ہیں۔ کیا پاکیزہ شعر ہیں:

تماشا اس چمن کا کس کے دل کو شاد کرتا ہے
کہ یاں اک لب تبسّم غنچے کو برباد کرتا ہے

اسیروں کی قسم تجھ کو صبا! سچ کہہ کہ گلشن میں
کوئی اُن ہم نواؤں سے ہمیں بھی یاد کرتا ہے؟[1]

اِن شعروں سے تو ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ فراق اردو میں اگرچہ کم کہتے تھے، مگر جو کچھ کہتے تھے بہت خوب کہتے تھے۔ محض کم گوئی کی وجہ سے اردو کے اساتذہ میں شمار نہیں ہوا۔ افسوس کہ اُن کا کلامِ اردو زیادہ مقدار میں نہیں ملا ورنہ پیش کیا جاتا۔ بات یہ ہے کہ اُس زمانے کے فارسی گو شعرا کے لئے اردو میں کہنا کوئی دشوار بات نہ تھی، مگر وہ اردو کو کم مایہ سمجھتے تھے گو بہت جلد زمانے نے ثابت کردیا کہ یہ اُن کی غلطی تھی اگر وہ اپنی زبان کو حقیر نہ جانتے تو آج اردو کے بہترین شعرا اور اساتذہ میں شمار ہوتے، اور جنھوں نے اس راز کو سمجھ لیا وہ کامیاب رہے۔

۲۔ حضرت خواجہ میر دردؔ کا نام اردو زبان کی شاعری کے لئے تعارف کا محتاج نہیں۔ ان کا اردو شاعری کی دنیا میں جو پایہ ہے، وہ بیان سے بے نیاز ہے۔ اردو کے اُن اساتذہ میں ان کا شمار ہے، جو اس کے لئے "اساطین ادب" کہے جاسکتے ہیں۔ اردو تاریخ کے صفحات ان مقدّس ناموں سے تابناک رہیں گے۔ درد کی مقدّس زندگی، بابرکت حالات اور تصانیف سے اہلِ علم واقف ہیں۔

---

[1] گلِ رعنا میں بھی ان اشعار کو لکھا ہے ۱۲

ہندوستان میں تصوّف کے بڑے رکن ہیں۔ فارسی میں کئی زبردست تصوّف کی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ تمام تذکرہ نویس نہایت ادب واحترام کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ دہلی میں مدّتوں صاحبِ مشاعرہ رہے۔ اِن کا اردو دیوان شائع ہوگیا ہے اور بآسانی ملتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بیدار خواجہ درد کے بھی شاگرد تھے۔ اس کا ذکر سب سے پہلے تذکرۂ گلزارِ ابراہیم میں ملتا ہے۔ اور اس کے ترجمہ گلشنِ ہند میں یوں بیان کیا ہے:

"دوستوں میں سے خواجہ میر درد تخلّص کے تھے، کہتے ہیں کلام اپنا انھوں نے اصلاح کی تقریب سے خواجہ میر دردؔ کو دکھایا ہے، اور اس نقّادِ بازارِ معانی سے فائدہ بہت سا اٹھایا ہے"

(ص ۹۵ طبع لاہور)

مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ صاحبِ گلزارِ ابراہیم نے۔ بیدار کے معاصرین اور اپنے پیشرو تذکرہ نویسوں کے خلاف فراق کی جگہ درد کو بیدار کا استاد بتایا ہے تو اس کے کیا وجوہ ہیں۔ "کہتے ہیں" کے الفاظ بھی ضعفِ روایت کو ظاہر کرتے ہیں۔ البتہ یہ اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ میر بیدارؔ اور میر درد میں حد درجے کے دوستانہ تعلقات تھے۔ بیدار ان کے ساتھ بیحد محبّت اور عقیدت و خصوصیت رکھتے تھے۔

مولانا حسرتؔ موہانی اپنے رسالۂ اردوئے معلّیٰ میں لکھتے ہیں:

"فارسی میں مرتضیٰ قلی خاں فراقؔ کے شاگرد تھے اور اردو میں شاہ حاتم سے اصلاح لیتے تھے۔"

صاحبِ گلِ رعنا لکھتے ہیں:

"مرتضیٰ قلی بیگ فراق سے فارسی اور حضرت خواجہ میر درد سے اردو
میں مشق سخن کی۔"

معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ کے بارے میں تذکروں کا اختلاف دیکھ کر ان دونوں بزرگوں کو ان روایتوں میں تطبیق دینے کا خیال پیدا ہوا تو یہ صورت اختیار کی۔ اسی خیال کو تاریخ ادب اردو کے مصنف جناب سکسینہ نے لے لیا اور بے تکلف لکھ دیا کہ:

"بیدار خواجہ میر درد کے دوست اور شاگرد بھی تھے۔ فارسی میں
مرتضیٰ قلی فراق سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔"

مگر یہ بات ہوتی تو بیدار کے معاصرین خاص کر میر اور مصحفی سے چھپی نہ رہتی۔ وہ لوگ اس چیز کو بیان ضرور کرتے انھیں درد کی شاگردی کو چھپانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ جبکہ بیدار ان دونوں سے ملتے رہتے تھے اور یہ دونوں خواجہ میر درد سے ملتے تھے اور ان کی بزرگی و عظمت کے معترف ہیں۔ کم از کم اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ میر و مصحفی کے بیان تک بیدار اردو میں بھی فراق ہی کے شاگرد تھے۔

اسی وجہ سے اردو شاعر کی حیثیت سے بیدار کا ذکر اپنے تذکروں میں کرتے ہیں۔ میر صاحب نے صاف ان کے شاعر ریختہ ہونے کا اظہار کیا ہے اور مصحفی نے صاحب دیوانِ ریختہ اور مشہور شاعر ہونا لکھا ہے۔ لیکن یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ درد کی شاگرد تھے تو اس کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضرت درد سے بہت زیادہ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔
۲۔ دہلی سے فراق کے چلے جانے اور خواجہ درد سے خصوصیت بڑھنے کے

بعد اُنھیں بھی اپنا کلام بغرض اصلاح دکھانے لگے۔ تذکرہ گلزار ابراہیم اور گلشنِ ہند کے علاوہ "مجرم" دہلوی (شاگرد بیدار) کے ایک شاگرد عیش دہلوی کے اس شعر سے بھی شاگرد درد ہونے کی تائید ہوتی ہے:

مجرم کا میں شاگرد وہ بیدار کے شاگرد
ہے عیش سلالہ مرا یوں درد و اثر تک

۳۔ اس شعر سے درد کے علاوہ بیدار کا شاگرد اثر ہونا بھی پایا جاتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ درد کے بعد اثر کو بھی کچھ دنوں کلام دکھایا ہو۔ مگر میرا خیال تو یہ ہے کہ اثر محض برائے قافیہ ہے اور چونکہ اثر حضرت دردؔ کے بھائی تھے اور خود حضرت درد کے شاگرد بھی تھے۔ اس لئے عیش نے کہدیا کہ:

"ہے عیش سلالہ مرا یوں درد و اثر تک"

۴۔ حاتم | مولانا حسرت موہانی لکھتے ہیں

"یہ بھی شاہ حاتم کے اُن شاگردوں میں ہیں جنھوں نے زبان اردو کی درستی میں سعی موفور سے کام لیا ہے"

خمخانۂ جاوید کا بھی بیان ہے کہ وہ درد و حاتم کے شاگرد تھے۔ تاریخ ادب اردو کے مصنف جناب سکسینہ نے بھی اس کو لیا ہے۔ مگر غالباً اُن کو یہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ جبھی وہ اِن الفاظ میں لکھتے ہیں:

"کہا جاتا ہے کہ "شاہ حاتم کو بھی کلام دکھایا ہے"

حاتم بھی اردو کے نامور اساتذہ میں تھے۔ جنھوں نے زبان کے سنوارنے میں غیر معمولی حصّہ لیا ہے۔ بہت سے الفاظ ترک کر کے زبان کو مانجھا اور صاف کیا ہے

اِن کی استادی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ملک الشعرا سودا اِن کے شاگرد تھے۔

ثناء اللہ فراق | حضرت خواجہ میر درد کے شاگردوں میں ایک صاحب حکیم ثناء اللہ فراق مشہور و خوشگو شاعر گزرے ہیں. نسّاخ کا بیان ہے کہ

"سعادت خاں ناصر نے میر محمدی متخلص بہ قربان کے دھوکے میں بیدار کو ثناء اللہ فراق کا شاگرد لکھدیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے" (سخن الشعرا ص ۷۴)

اب یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ متقدمین کے تمام تذکرے جن میں تقریبًا سب کے سب بیدار کے معاصر ہیں. بیدار کو مرتضیٰ قلی بیگ فراق کا شاگرد لکھتے ہیں. اِن کے بعد گلشن بیخار (از شیفتہ) اور سخن شعرا (از نساخ) بھی اِن کے ہمنوا ہیں. ان میں فراق کے سوا بیدار کے کسی اور استاد کا ذکر نہیں۔

۲- میر۔ درد کو سب سے پہلے تذکرتین نے ذکر کیا ہے ان کی پیروی میں گل رعنا اور خمخانہ جاوید پھر تاریخ ادب اردو نے بھی یہ تینوں زمانۂ حال کی تصانیف ہیں ان سب کا ماخذ ایک ہی ہے۔

۳- ثناء اللہ فراق کی تردید نساخ نے کردی، یہ خود بیدار کے ہم عصر اور شاگرد میر درد ہونے کی وجہ سے بیدار کے استاد بھائی تھے۔

۴- حاتم کا نام صرف خمخانہ میں اور بروایت ضعیف تاریخ ادب اردو میں نظر آتا ہے۔ مگر کوئی حوالہ نہیں ہے. نہیں معلوم کس وثوق پر لکھا ہے. غالبًا قابلِ اعتماد نہ ہونے کی وجہ سے گُل رعنا نے اِس کو نہیں لیا۔

۵- اثر کا نام عیش دہلوی نے اپنے ایک شعر میں لیا ہے، یہ بھی محض قیاسی ہے۔

کسی تذکرے اور کسی دوسری چیز سے اِس کی تائید نہیں ہوتی۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ فراقؔ تو یقینی طور پر بیدارؔ کے استاد تھے۔ دردؔ کا بھی امکان وقرینہ اور شواہد ہیں باقی تینوں حاتمؔ اثرؔ، فراقِ ثانی کا استاد ہونا غیر یقینی بلکہ غلط معلوم ہوتا ہے۔

شاگردانِ بیدار | شاعر اور ایک استادِ وقت کی حیثیت سے بیدارؔ کی زندگی کے حالات میں اُن کے شاگردوں کا مختصر ذکر بھی ضروری ہے اور اِسے اِس وجہ سے اہمیت حاصل ہے کہ اِس سے شاعر کی عظمت اور مقبولیت کا مزید اندازہ ہوتا ہے۔

بیدارؔ کے شاگردوں کی تلاش میں بہت سے تذکروں کی ورق گردانی کے بعد اب تک ہمیں اُن کے صرف چار شاگردوں کا پتہ چلا ہے۔

۱ حشمت۔

۲ حیف۔

۳ مجرم اکبرآبادی ثم دہلوی۔

۴ شیدا کشمیری، دہلوی۔

ان چاروں کے حالات بھی بہت کم، ایک دو سطر سے زیادہ نہیں۔ دو دو تین تین شعر نمونۂ کلام کی صورت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حشمت، تخلص۔ ان کا نام شیخ محمد حاجی تھا۔ شعراالہند میں تذکرۂ قدرت (قلمی ص ۳۲۶) کے حوالے سے اِن کے چار شعر ایک ہی غزل کے دیے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہت خوشگو شاعر تھے اور غزل بہت خوب کہتے

بھی ملاحظہ ہو:

نہیں ہے خوف مجھے گو کہ سب جہاں پھر جائے
پہ یہ غضب ہے جو وہ یارِ مہرباں پھر جائے
کہیں ہیں لوگ مجھے دیکھ کو نئے قاتل میں
الٰہی یاں سے سلامت یہ نوجواں پھر جائے

اسی غزل میں یہ قطعہ بھی ہے:

کہا کسی نے کل اُس سے اگر اجازت ہو
تو اُس پاس ترے حیف ناتواں پھر جائے
یہ سُن کے تب متبسّم ہو وہ لگا کہنے
جو اُس کے جی کی خوشی ہے یہی تو ہاں پھر جائے

۳۔ حیف | نسّاخ اپنے تذکرہ "سخن شعرا" میں لکھتے ہیں:
"حیف تخلّص شیخ محمد حاجی مرحوم دہلوی شاگرد میر محمدی بیدار رہے۔"
نمونۂ کلام میں نسّاخ نے صرف یہ رباعی دی ہے۔

اب تجھ سے کہوں جو کچھ ہے دل میں میرے — سب تجھ سے کہوں جو کچھ ہے دل میں میرے
پہلے کہہ لے کہ میں نہ مانوں گا بُرا — تب تجھ سے کہوں جو کچھ ہے دل میں میرے

۴۔ شیدا | تخلّص میر ہنگا، وطن ان کا کشمیر اور مولد و مسکن دہلی تھا۔ جوان ظریف الطبع تھے۔ علاقہ بندی معاش کا ذریعہ تھا اور ہمیشہ اپنے ہم چشموں میں عزّت و حرمت کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ مدّت ہوئی کہ شاہ جہاں آباد (دہلی) میں انتقال کیا۔ ان کا دیوان شہر میں موجود ہے۔ اور چند شعر یہ ہیں۔

لے کے دل اے دلربا کیوں قسم کھاتے ہو تم
ہم نظر بازوں کے آگے سے کہاں جاتے ہو تم
اک نرالے شہر میں بانکے تمھیں پیدا ہوئے
ہر گھڑی تیغ و سپر لے کے دھمکاتے ہو تم
آگے تم سے کیا توقع ہوگی شیدا کو میاں
ایک بوسے پر چھری تلوار بتلاتے ہو تم

شیدا سنبھل کے جانا کوچے میں آج اس کے ۔۔۔ پتھر لیے کھڑے ہیں ہاتھوں کے بیچ لڑکے[۵]
جا کان میں باتوں کے بہانے لیا بوسہ ۔۔۔ دیوانہ ہوں شیدا یہ بڑا کام کیا ہے[۶]

[۷] مجرم | تخلص، رحمت اللہ نام، اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ مگر اکثر اوقات دلی میں رہتے تھے۔ میر محمدی بیدار کے مرید تھے۔ اور فقیرانہ زندگی گزارتے تھے۔ پہلے کندہ کشی کا کام کرتے تھے۔ پھر فقیر ہو گئے۔ پھرتے پھراتے دلی پہنچے۔ بیدار کے شاگرد ہوئے۔ کچھ دنوں دلی میں رہے۔ وہاں سے بریلی چلے گئے۔ بڑے ظریف الطبع تھے۔ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

نگہ دزدیدہ کیوں پھینکے ہے تو اے امتِ عیسیٰ
دل و سینہ کو توڑے ہے یہ پستولِ فرانسیسی

---

[۵] تذکرۂ ہندی مصحفی ص ۱۳۰
[۶] سخن شعرا ص ۲۶۵ - دیکھیں ۱۲۸
[۷] رسالہ اردو انجمن ترقی اردو اورنگ آباد جلد ۸ نمبر ۳۲ میں مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی نے حکیم آغا جان عیش دہلوی پر ایک طویل مضمون شایع کیا ہے۔ اس میں حکیم عیش کا یہ شعر بھی ہے۔

"مجرم کا میں شاگرد وہ بیدار کے شاگرد
ہے عیش سلسلہ مرا یوں درد واثر تک"

اس پر ایک زیریں حاشیہ میں مجرم کے یہ حالات اور دو شعر لکھے ہیں۔

یہی ہے آرزو، روزِ جزا میں اپنی اے محرم
علیؓ کی غاشیہ داری ہو اور دُلدل کی سائیسی

نساخ نے یہ تین شعر دیے ہیں:

نہ پوچھو شور و غم سے اس دلِ بیتاب کی حالت
کہ ہے معلوم سب کو ماہیِ بے آب کی حالت

کل سے بیکل ہوں کسی کل نہ کل آئے مجھکو — وہ کلائی جو نظر آئے کل آئے مجھکو
شکوہ جو کیا میں نے تو بولے وہ خفا ہو — گر ہم ہیں جفا جو تو کسی اور کو چاہو

کلامِ بیدار پر اساتذۂ فن کے تبصرے

بیدار کی زندگی کے حالات جو کچھ بھی ہمیں مل سکے، ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اُن کے اساتذۂ شاعری اور شاگردوں کا بھی مختصر بیان ہو چکا اب ہمیں سب سے پہلے یہ بتانا ہے کہ ان کے معاصرین اور ان کے بعد کے اہلِ کمال مبصّروں کی رائے ان کے کلام کے بارے میں کیا ہے۔ سب سے پہلے، میر صاحب کی رائے لکھتے ہیں۔ اس کے بعد بتدریج ہم دوسرے تذکرہ نویسوں کی رائے لکھیں گے۔

میر صاحب اپنے تذکرۂ نکات الشعراء (۱۱۶۵ھ) میں لکھتے ہیں:

"مصرعۂ ریختہ درست موزوں می کند"

میر حسن اپنے تذکرۃ الشعراء میں لکھتے ہیں:

"طبع دردمند داشت"

شیخ قائم چاندپوری لکھتے ہیں:

"از خوبانِ روزگار است۔ فہمے تیز و تند دارد" (ص ۶۳ مخزن)

دیوان ... ص ۲۱۲

لچھمی نراین شفیق اورنگ آبادی اپنے تذکرۂ چمنستانِ شعرا میں بیان کرتے ہیں :

"شاعریست خوش گو بطرف ہندوستان" (ص ۵۰ مطبوعہ ۱۹۲۸ء)

مصحفی: ازمشاہیر شعرائے ریختہ گواست" (عقدِ ثریا)

"دیوانِ ریختہ اش مشہور است. زبانش بسیار شستہ و رفتہ دیوانش از نظر فقیر گذشت." (تذکرۂ ہندی)

میر صاحب کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ زمانہ بیدار کی شاعری کی ابتدا اور نوجوانی کا زمانہ ہے ۔ پھر بتدریج اس مرتبے پر پہنچے ہیں جس کا اظہار مصحفی نے کیا ہے کہ وہ اپنی ستھری زبان اور پاکیزہ کلام کی وجہ سے اپنی زندگی ہی میں مشہور ہو گئے تھے ۔ اور ان کا دیوان شایع ہو گیا تھا ، جو عام طور پر مقبول تھا ۔ اب بعد کے اہلِ کمال کی رائیں ملاحظہ ہوں ۔

گلزارِ ابراہیم اور گلشن ہند کی رائے :

"نزاکت سے معانی کے بخوبی آشنا اور زبان دانانِ دلّی سے ہم نوا رہے ہیں۔ زبانِ ریختہ میں صاحب دیوان ہیں ۔"

شیفتہ دہلوی کی رائے ۔ (گلشن بیخار ص ۳۵ ، ۳۶)

"مدّتہا بر سرِ مشقِ سخن بودہ ، مہارتے شایاں بدست آوردہ ۔ صاحب دیوان است ۔"

ناسخ (تذکرۂ سخن شعرا ص ۴۷)

"شعر گوئی میں اچھی مشق پیدا کی تھی ، صاحب دیوان گزرے ۔"

مولانا حسرت موہانی آن کے کلام پر جو تبصرہ کیا ہے اسی کو صاحب خمخانہ اور گل رعنا نے بھی نقل کردیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"یہ بھی شاہ حاتم کے اُن شاگردوں میں تھے جنھوں نے اردو زبان کی درستی میں سعی موفور سے کام لیا ہے۔ کلام صاف، دل پذیر اور معرفت سے بھرا ہوا ہے"

"شاہ حاتم کے وقت تک اردو شاعری صرف رعایت لفظی تک محدود تھی جب سودا نے اس ناحمود رنگ کو ترک کیا تو بیدار نے بھی اس میں کوشش کی بلکہ سودا کی صفائی کے ساتھ اپنا تصوف کا رنگ بھی بقدر مناسب شامل کرکے اپنے طرز کلام کو علیحدہ کرلیا۔ ان کے بعض اشعار اپنی دلاویزی کے باعث آج تک لوگوں کی زبان پر بے ساختہ جاری ہیں"

اس کہنے کے بعد مولانا نے ذیل کی غزل پیش کی ہے:

آنکھوں میں سما رہا ہے از بسکہ نور تیرا	ہر گل میں دیکھتا ہوں رنگ ظہور تیرا
عجز و نیاز میرا حد سے زیادہ گذرا	تو لیسا ہی ہے تکتے تازہ غرور تیرا
بیدار دو تو ہر دم سو سو کرے ہے جلوے	اس پر بھی گر نہ دیکھے تو ہے قصور تیرا

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"خواص اس غزل کو جانتے ہیں عوام بھی اس سے واقف ہیں لیکن یہ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ یہ غزل ہے کس کی؟
قبول خاطر و لطف سخن خدا داد است"

بیدار کی زبان کے متعلق لکھتے ہیں:

"رنگ تصوف متقدمین میں سے اکثر کے کلام میں نمایاں اثر رکھتا ہے۔ یعنے اُن لوگوں کے کلام میں بھی اس کا جلوہ نظر آتا ہے' جن کے ہاں مذہبًا حضرات صوفیۂ کرام کے معتقدات پر یقین رکھنا جائز نہیں۔ پھر بیدار تو مولانا فخر الدین قدس اللہ سرہٗ کے مریدوں میں تھے۔ اور ایسے مرید کہ خود اپنے وطنِ مالوف میں زندگی بھر خلق اللہ کی ہدایت میں مصروف رہے"۔

"زبان ان کی بھی میر و مرزا کی زبان سے ملتی ہوئی ہے۔ انداز متین ہے' مضمون بھی سادہ ہے اور پُر درد۔ میر کی غزل پر غزل کہی ہے:"

جلوہ دکھا کے گذرا وہ نور دیدگاں کا — تاریک کر گیا گھر حسرت کشیدگاں کا
رنگِ حنا پہ تہمت اُس لالہ رو نے باندھی — ہاتھوں میں ملکے آیا خونِ دل تپیدگاں کا
اہلِ قبور اوپر وہ شوخ کل جو گذرا — بیتاب ہو گیا دل خاکِ آرمیدگاں کا
سائے سے اپنے وحشت کرتے ہیں مثلِ وحشی — مشکل ہے ہاتھ لگنا از خود رمیدگاں کا
یوں میر سے سنا ہے وہ مستِ جام بیدار — تہ کر گیا مصلےٰ عزلت گزیدگاں کا

دیگر

جو کچھ کہ تھا وظیفۂ اوراد رہ گیا — تیرا ہی ایک نام فقط یاد رہ گیا
کس کس کا دل نہ شاد کیا تو نے اے فلک — اک میں ہی غمزدہ ہوں کہ ناشاد رہ گیا
بیدار راہِ عشق کسی سے نہ طے ہوئی — صحرا میں قیس کوہ میں فرہاد رہ گیا

ترکیب بیدار کی کسی قدر سُست ہوتی ہے۔ مطلع بھی شانِ غزل کے مقابلے میں بلندی مناسب پر نہیں ہوتا مقطع بشیک خوب لکھتے ہیں۔ دیکھئے:

توجو بیدار یوں پھرے ہے خراب — پاسِ ناموس و نام بھی کچھ ہے

بیدار چھپائے سے چھپتے ہیں کہیں تیرے — چہرے سے نمایاں ہیں آثار محبت کے

ربط جو چاہئے بیدار سو اُس سے معلوم — مگر اتنا کہ ملاقات چلی جاتی ہے

"حقیقت امر یہ ہے کہ اس مقطع کی ترکیب و مضمون دونوں اس قدر کامل واقع ہوئے ہیں کہ اب اس ردیف و قافیے میں اس پایہ کا شعر لکھنا میرے نزدیک تقریبًا محال ہے۔"

"چھوٹی بحر میں جتنی غزلیں بیدار نے لکھیں سب اچھی لکھی ہیں۔ سنئے:

نہ غمِ دل نہ فکرِ جان ہے یاد — ایک تیری ہی جادو داں ہے یاد

تھا جو کچھ وعدۂ وفا ہم سے — کچھ بھی وہ تم کو مہرباں ہے یاد

اگلی ملنے کی طرح بھول گئے — کیا بتاؤں تمہیں کہاں ہے یاد

ہوں میں پابندِ الفتِ صیاد — کب مجھے باغ و بوستاں ہے یاد

اور کچھ آرزو نہیں بیدار
ایک اس کی ہی جادو داں ہے یاد

"آئیاں، لائیاں، پرانی زبان ہے۔ لیکن بیدار کی غزل چھوٹی بحر میں کس قدر دلپذیر واقع ہوئی ہے۔

جائیں مشتاقوں کی لب پر آئیاں — بل بے ظالم تیری بے پروائیاں

صبح ہونے آئی رات آخر ہوئی — بس کہاں تک شوخیاں بحلائیاں

لطافت و شگفتگی الفاظ و رنگینیٔ ترکیب کے عدم لحاظ کے سبب سے اکثر کہنہ مشق اساتذہ کی غزلیں بھی پسندیدہ نہیں ہوتیں اور میر علی اوسط رشک کی غزلوں کی

طرح ان کے مطالعے سے مصنوعی لطف حاصل ہو تو ہو حقیقی سرور کسی طرح مل ہی نہیں سکتا۔ متقدمین میں سے اکثر اس عیب خشک کلامی سے پاک تھے۔ چنانچہ بیدار بھی انہیں محترم بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کی شگفتہ بیانی بھی ملاحظہ ہو۔

صبح کو پہنے تو رہن تیرے جز غ لالہ تھا جا نے باگ گلچین لبریز ہ دنالہ تھا

کیوں نہ سے گلشن سے باغ اس ارغوان سیما کا رنگ
گل سے ہے خوشتر رنگ تر اس کے حنائی پا کا رنگ

سر پہ دستار بسنتی بر میں جامہ قرمزی
کب گیا دل میں ہمارے اس گل رعنا کا رنگ

صاحب گل رعنا نے طبقہ متوسطین کے دور اوّل کے اُن ممتاز شاعروں کے نام گنائے ہیں جنھوں نے زبان کی صحت و صفائی طرز بیان کی خوبی اور پاکیزگی میں حصہ لیا ہے۔ (ص ۱۴۲) اس میں انھوں نے بیدار کو بھی شمار کیا ہے۔ نیز اس دور کی شاعرانہ خصوصیات کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جذبات انسانی کی صحیح ترجمانی جیسی انھوں نے کی اس کی نظیر قدما کے کلام میں نہیں مل سکتی۔ میر تقی میر، میر درد، یقین، بیان، حزین، ہدایت اور بیدار کی غزلیں پڑھو اور اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر دیکھو۔" (ص ۱۵ گل رعنا)

مقدمے میں طبقہ متوسطین کا عنوان قائم کر کے دور اوّل کے شاعروں کا نام گناتے ہوئے بیدار کا نام بھی لیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"اس دور کے ممتاز شاعروں میں ہیں جنھوں نے زبان کی صحت

وصفائی اور طرز بیان کی خوبی و پاکیزگی میں حصہ لیا ہے۔" (ص ۲۴۴)

سکسینہ لکھتے ہیں:

"ان کے کلام میں صفائی کے ساتھ تصوف کا رنگ بھی اچھا خاصہ ہے۔"

(تاریخ ادب اردو ص ۲۵۱)

ان بزرگوں اور ناقدوں کی نسبت بیدار یوں اظہار رائے یا پیش گوئی کر گئے ہیں:

جو سخن فہم ہیں جگ میں بیدار		مانتے ہیں تری استادی کو

غرضکہ کلام بیدار کے متعلق جو رائیں اوپر گزری ہیں سب بالکل درست ہیں۔ بے شک بیدار اردو کے نامور شعرا اور اساتذہ میں ہیں جن کے سر اس زبان کی خدمت اور اصلاح کا سہرا ہے اور جنہوں نے اس کی درستی وصفائی میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ جن کے اشعار جذبات کی سچی تصویریں ہیں اور اپنی دلآویزی کے باعث قبول عام کے سزاوار ہیں، تصوف کے آئینہ دار ہیں۔ حقیقت بھی ہے، مجاز بھی، رنگینی اور شگفتگی ہے، محبت و عشق کے سچے جذبات بھی اور اس کا سوز و گداز بھی۔ افسوس ہے کہ ایسے دلآویز کہنے والے مشہور و نامور شاعر کا کلام اتنی جلدی نظروں سے چھپ گیا۔ اور اس کی شہرت کی روشنی پردۂ گمنامی میں غائب ہو گئی۔ ان کا کلام اب شائع ہو رہا ہے۔

دیوان | گل رعنا، خمخانۂ جاوید وغیرہ کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیدار نے دو دیوان مرتب کئے تھے۔ جو اپنی یادگار چھوڑے۔ خمخانہ کا بیان ہے کہ "اب بھی تلاش سے دلی میں مل جاتے ہیں۔ مگر کیا ہے؟ ممکن ہے اس کے کتب خانے

ہیں ہوں نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ کے کتب خانے میں ایک ہی دیوان تھا۔ جس سے انھوں نے اپنے تذکرے میں بیدار کا کچھ کلام انتخاب کرکے ہدیۂ ناظرین کیا ہے۔ لطف بھی صاحب دیوان ریختہ ہونا لکھتے ہیں۔ اور دیوان سے کلام انتخاب کرکے تقریباً چار صفحات میں دیتے ہیں۔ مصحفی نے بھی تین چار صفحوں میں ان کا کلام دیا ہے۔ میر صاحب، گردیزی اور قائم نے صرف ایک ایک شعر دیا ہے۔ میر حسن اور صاحب گلشن بیخار نے کئی شعر دیے ہیں۔ مولانا حسرت موہانی کو بھی ان کے دیوانِ اردو فارسی کا نسخہ ملا ہے۔

حیدرآباد کے کتب خانۂ آصفیہ، بھوپال کے کتب خانۂ حمیدیہ میں کوئی نسخہ دیوانِ بیدار کا نہیں ہے۔ مدراس گورنمنٹ کے قلمی مشرقی کتب خانے اور دیگر کتب خانوں میں بھی یہاں کہیں اس کا وجود نہیں ملتا۔ سب سے پہلے جو نسخہ ہمیں دستیاب ہوا، وہ مدراس کے نامور رئیس بزرگ خان بہادر آنربل عبدالقدوس بادشاہ کے کتب خانۂ خاص کا ہے، جو ہمیں صاحبِ موصوف کی بے پایان عنایت سے حاصل ہوا ہے۔ ہم اس نوازش کے لئے جناب محترم کے نہایت شکرگزار ہیں۔

اس جلد میں بیدار کے علاوہ ان کے اور چند ہم عصر شاعروں کے دیوان بھی ہیں۔

۱۔ پہلا دیوان، مرزا مظہر جانِ جاں علیہ الرحمۃ کے مشہور و نامور جوانا مرگ شاگرد انعام اللہ خاں یقین دہلوی کا ہے۔ ان کا کلام بھی بہت پاکیزہ ہے اس کے کئی قلمی نسخے لکھنؤ اورنگ آباد، مدراس میں میری نظر سے گزرے ہیں۔ اور اب یہ انجمن ترقیٔ اردو اورنگ آباد کی توجہ سے شائع ہو گیا ہے۔

۲۔ دوسرا دیوان میر عبدالحی تاباں دہلوی کا ہے۔ یہ بھی اُس دور کے

نہایت خوش گو شاعر اور میرزا مظہر کے تربیت یافتہ شاگرد تھے۔ عین جوانی میں انتقال کیا۔ اب یہ دیوان بھی حیدرآباد میں چھپ گیا ہے۔

۳۔ تیسرا دیوان حضرت میر درد دہلوی کا ہے۔ ان کا دیوان نولکشور پریس لکھنؤ اور دیگر مطابع سے بارہا چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ سب سے بہتر نسخہ نظامی پریس بدایون کا ہے جس پر مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کا مقدمہ قابلِ دید ہے۔

۴۔ چوتھا دیوان سودا کا انتخاب ہے۔ سودا کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ان کا کلیات بھی مقبولِ عام ہے۔ اور اس کا ایک انتخاب حال میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے شائع کیا ہے۔ جو انتخاب (قلمی) ہمارے مجموعہ میں ہے۔ یہ نہایت عمدہ ہے۔

غرضکہ یہ مجموعہ تقریباً ۔۔ صفحات کا ہے۔ آخر سے کچھ اوراق جاتے رہے ہیں۔

دیوانِ بیدار کا دوسرا نسخہ مخدومی جناب مولانا عبدالحق صاحب بی اے پروفیسر اردو عثمانیہ یونیورسٹی و سکرٹری انجمن ترقی اردو کا مملوکہ ہے۔ جن کی ذات گرامی ایک محسن اردو کی حیثیت سے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے ہماری درخواست پر اپنے قدیم عنایات اور شفقت کی بناء پر اپنے نادر کتب خانے کا نسخہ فوراً بھجوا دیا۔ یہ نعمت غیر مترقبہ پا کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اور خاصکر یہ دلی مسرت نسخۂ اول سے مقابلہ کے بعد کئی گنا بڑھ گئی۔ قدم قدم پر جس قدر افسوس کرنا پڑتا تھا اُس کی پوری تلافی ہو گئی۔ یہ معلوم ہوا کہ نسخۂ مدراس پورا نسخہ نہیں بلکہ بعض

دیوان بیدار کا ایک مختصر انتخاب ہے۔ پورا نسخہ یہ ہے جو حیدر آباد سے آیا ہے اور اب اُس روایت کی بھی تصدیق ہوگئی جو صاحبِ خمخانۂ جاوید نے بیان کی ہے کہ "بیدار کے دو دیوان ہیں" کیونکہ اس نسخہ کے آخر میں بیدار کا دوسرا فارسی دیوان بھی شامل ہے۔ صاحب خمخانہ نے یہ نہیں لکھا کہ ایک دیوان اردو ہے اور ایک فارسی مگر قرینہ یہی چاہتا ہے چنانچہ اس جلد میں دونوں موجود ہیں۔ فارسی کا دیوان دیوانِ اردو سے زیادہ مختصر ہے۔ اس میں کئی ردیفوں کی غزلیں بھی نہیں ہیں۔ بہرحال جو کچھ ہے وہ شایع کر دیا گیا ہے۔ اب یہ دیوان نسخۂ مدراس کے مقابلے میں تگنا، چوگنا ہوگیا ہے۔ اس نسخہ کے شروع صفحے پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے جس سے ملکیت معلوم ہوتی ہے۔

"ایں دیوان از کتاب خانۂ میاں علی انور خاں بہت برادر دیوان انور خاں ولد دیوان نور بیگ خاں افغان چوگائی دبیر شہر بھوپال مال اگر کسے دعویٰ (دارد) کند خلاف"

داہنے جانب ذرا نیچے کو ایک مہر ہے جس کا نقش ہے۔

"محمد سراج الدین ولد امیر الدین"

یہ دیوان شروع سے لیکر ردیفِ ن کی غزل کے دوسرے شعر تک نہایت ہی بدخط لکھا ہے۔ کئی جگہ الفاظ تک چھوڑ دیے ہیں۔ ہر صفحے میں تقریباً ۱۵ سطریں ہیں۔ سائز ۱۵ + ۲۲ ہے۔ باقی دیوان عمدہ پختہ اور صاف خط میں ہے اغلاط بھی کم ہیں۔ صفحات میں جہاں جہاں جگہ خالی رہ گئی ہے۔ کوئی شاعر اسرار صاحب ہیں اُن کی غزلیں نہایت بُرے خط میں لکھی ہیں۔ کلام بھی مہمل سا ہے۔ آخر میں دو رقعے

ہیں جو قدیم انشا کے انداز پر لکھے ہوئے ہیں ایک کی سُرخی ہے روضۂ چہارم امیرالدولہ مرزا حیدر بیگ خاں نوشتہ شد روضۂ پنجم کسرو خاں نوشتہ شد۔

پہلے ہم نے نسخہ مدراس سے پریس کاپی تیار کی تھی لیکن نسخہ حیدرآباد ملنے کے بعد بہت تصرّف اور اضافہ کرنا پڑا۔ جو غزلیں دونوں نسخوں میں ہیں۔ ان میں اکثر اشعار میں اختلاف الفاظ بھی ہے اور بعض جگہ مصرعوں اور شعروں تک کا اختلاف ہے۔ غرضکہ جو اختلاف نظر آیا وہ ہم نے زیریں حواشی میں بتادیا ہے۔

۲۔ اس میں املا کی بھی بعض غلطیاں ملتی ہیں۔ مثلاً ایک لفظ کے دو ٹکڑے کر دیے ہیں۔ مصادر میں اکثر ایسا کیا گیا ہے۔ جیسے لوٹنا کو لوٹ نا اور ٹوٹتے کو ٹوٹ تے لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ قدیم املا یہ بھی ہو یا کاتب صاحب کا تصرّف۔

۳۔ قدیم زمانے میں یہ بھی دستور تھا کہ اکثر الفاظ میں متحرک حرف کے بعد اُس کی حرکت کے موافق صرف علت ی یا واو زیادہ لکھتے تھے۔ خاصکر الف کے بعد جیسے: اس۔ اُن۔ اُٹھنا۔ اُگلنا میں الف کے بعد ایک واو لکھتے ہیں۔ بہت کو بہوت، کڑھنا کو کوڑھنا۔ دکھا کر کو دیکھا کر لکھا ہے۔ اب یہ طریقہ متروک ہے۔ گو بعض ایسے لوگ اب تک لکھتے ہیں، جو موجودہ رسم الخط کے پابند نہیں۔ خاصکر الف کے بعد بے ضرورت واو لکھنے کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ہم نے موجودہ املا اور رسم خط کے موافق تمام الفاظ میں واو اور ی کو چھوڑ دیا ہے۔ صرف بعض جگہ خاص طور پر الفاظ کا قدیم املا بتا دینے کیلئے رہنے دیا ہے

۴۔ بعض الفاظ سے ہائے مخلوط اڑا دی ہے، جیسے مجھ کو: مجکو۔ ہاتھ= ہات۔ بعض الفاظ میں ہائے مخلوط بڑھا دی ہے۔ مثلاً بیچ کو بیچھ لکھا ہے۔

۵۔ قدیم رسم خط میں یائے معروف و مجہول، ہائے مخلوط، نون غنہ کا تحریر میں رواج نہ تھا۔ نہ شکل معین تھی۔ اس دیوان میں بھی نہیں ہے۔ مگر ہم نے ہر جگہ اس کی پابندی کی ہے۔

۶۔ بعض الفاظ میں ایک آدھ حرف کا فرق ہوا ہے۔ موں : منھ۔ جگہ : جاگہ۔ ہوئے : ہووے۔ ہو کی جگہ۔ کبھو اور کسو۔ کبھی، کسی دونوں طرح سے لکھے ہیں۔

۷۔ بعض الفاظ کی تذکیر و تانیث میں فرق ہوا ہے۔ مثلاً: جان، فغاں شورش، تمنا، انتہا، ان سب کو بیدار نے مذکر کہا ہے۔ مگر اب یہ سب بالاتفاق مؤنث ہیں، زیریں حاشیہ میں بتا دیا ہے۔

۸۔ ایسے الفاظ بھی ہیں جو اب متروک و غیر فصیح ہیں۔ انہیں بھی بتا دیا گیا ہے۔

۹۔ کچھ ایسے لفظ بھی ہیں، جن کو بعض اساتذہ متروک سمجھتے ہیں لیکن قابل ترک نہیں : بن بمعنے بغیر۔ سو۔ مت پر۔ پہ۔

۱۰۔ مؤنث واحد کو جمع کی حالت میں نظم کیا ہے : جیسے " دل جُدا نالہ کناں چشم ہیں خونبار جُدا "

۱۱۔ بعض الفاظ کے وزن عروضی میں تصرف کیا ہے مثلاً کوئی بروزن فعلنا کو، کوئی بروزن فع اور کوی بروزن فعل لکھا ہے۔

۱۲۔ بعض غریب غیر مستعمل ہندی، فارسی لفظ لائے ہیں۔ جیسے بخش، حصہ، دہم، جنگل وغیرہ۔

نیں : نہیں (ع) نیں اُس کو روئے یار سزاوار دیکھنا۔

اردو کے حروفِ اضافت کا، کی، کے اور حروفِ مفعول (کو) کو حذف کر دینا بعض مقامات میں متقدّمین جائز رکھتے تھے، اب غیر فصیح اور متروک ہے۔

ع: اے قرعہ زن بھلا دلِ بیمار دیکھنا۔" دلِ بیمار کو دیکھنا کی جگہ پر۔

شترگربہ: فنِ شعر کی اصطلاح میں شترگربہ کی تعریف یہ ہے کہ شعر میں دو طرح کی ضمیروں سے شاعر خطاب کرے۔ مثلاً ایک میں تم کہا دوسرے میں آپ، یا میں اور ہم، اُس اور اُن، یا آپ ایسا کرو تم ایسا کیجئے وغیرہ یہ بھی اب داخلِ عیب اور متروک ہے۔ بیدارؔ اور اُن کے ہم عصروں کے کلام میں عموماً پایا جاتا ہے مگر اب جائز نہیں۔

تعقید: الفاظ یا جملے کی ترتیب میں ایسی اُلٹ پلٹ جو نحوی قواعد کے خلاف فصاحت و روانی کے منافی اور زبان پر ناگوار و ثقیل ہو۔ اُلجھن پیدا ہو جائے۔

یہ چیزیں محض افادۂ عام کی غرض سے لکھ دی گئی ہیں۔ کلامِ بیدار کی تنقیص خدانخواستہ مقصود نہیں۔ نہ یہ عیوب اُس زمانے میں عیوبِ شاعری سمجھے جاتے تھے۔ اور نہ متقدمین میں کوئی ایسا شاعر ملیگا جس کا کلام اِن سے پاک ہو۔

یہ عیوب اِنشا پرنکتے اور اِس قسم کے بعض دیگر نقائص ہیں زیادہ تر اُن اشعار میں ملتے ہیں جو نسخہ اوّل لیا ہیں لیکن نسخۂ ثانی میں نہیں ہیں۔ اِس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ نسخۂ ثانی اُس کلام کی نقل ہے جس پر مصنّف کی نظرِ ثانی یا اُن کے کسی شاگرد کی اصلاح ہو چکی ہے۔ اور نسخۂ اوّل اُس کلام کی نقل ہے جو نظرِ ثانی و اصلاح سے محروم رہا ہے۔ اِس کا ثبوت جا بجا ملتا ہے۔ جہاں جہاں اختلاف

الفاظ ہے، یا مصرعہ بدلا ہوا ہے، یا سرے سے دوسرے نسخے میں وہ شعر ہی نہیں جو پہلے نسخے میں ہے۔ ہم نے ان تمام باتوں کو زیریں حواشی میں بتا دیا ہے۔

بیدار کے ہمنواؤں میں میر و مرزا کے سوا اکثر بلکہ تقریباً تمام نامور شعرا کے دیوان مختصر ہیں۔ مثلاً یقین۔ تاباں۔ سوز۔ اثر۔ درد وغیرہ۔ لیکن دیوان بیدار کا حجم زیادہ ہے۔ اس میں جس قدر غزلیں اور دیگر اصناف سخن ہیں۔ اُن کی فہرست ہم نے شامل کر دی ہے۔ غزلیں تین چار کے سوا سب مختصر ہیں۔ اور ہم نے کم سے کم تین شعروں کی غزل قرار دی ہے۔ بشرطیکہ مطلع بھی ہو۔

مذاقِ طبیعت | معلوم ہوتا ہے کہ بیدار کا رجحانِ طبیعت زیادہ تر غزل ہی کی جانب تھا۔ تغـــزّل کا رنگ کیا ظاہری، کیا معنوی، ہر حیثیت سے اُن تمام شعری خصوصیات کا حامل ہے۔ جو اُن کے معاصرین کے کلام میں موجود اور اُس دور کا تمغائے امتیاز ہیں، اُن کی غزلیں دو چار کے سوا ۵، ۷، ۹ شعر سے زیادہ کی نہیں ہوتیں۔ خصوصاً چھوٹی بحروں میں وہ اپنے ہم نواؤں کی طرح نہایت دل آویز گُل کھلاتے ہیں۔ تصوّف کو سموتے اور معرفت کی چاشنی دیتے جاتے ہیں۔ مگر ہم یہ ضرور کہینگے کہ میر تقی، خواجہ درد، مرزا سودا کے سوا اور تمام معاصرین سے بیدار کا درجہ فائق ہے۔

غزلوں کی زبان پاک صاف اور بالکل سلیس ہے نام کو گنجلک نہیں، شکوہ الفاظ کہیں نہیں ہے۔ سُبک الفاظ لاتے ہیں، فارسی الفاظ اور تراکیب کہیں کہیں ہیں بھی تو نرمی اور لوچ بدستور موجود ہے۔ سوز و گداز، گھلاوٹ وہی ہے۔ ہاں مجاز میں حقیقت اور تغزّل میں تصوّف کو سمو کر اور زیادہ خوشگوار

مزہ دار بنا دیا ہے۔ سادگی اور کیف کی وجہ سے بعض اشعار بہت بلند پایہ ہیں۔ دردمندانہ طبیعت کا پتہ دیتے ہیں، جس کی غمازی میر حسن نے کی ہے۔ بعض زمینیں ایسی مزیدار ہیں کہ معلوم ہوتا ہے پھول جھڑ رہے ہیں۔

بیدار اپنی غزلوں میں اکثر قطعات کہہ جاتے ہیں۔ یعنی کئی کئی شعر مسلسل یہ بھی اُس دور کی ایک خصوصیت ہے مگر بیدار اس کے زیادہ عادی ہیں۔

کلام بیدار اور تذکرے | بیدار کا کلام تذکروں میں ایک ایک دو دو شعروں سے زیادہ نہیں صرف گلشن ہند اور تذکرۂ مصحفی میں چار صفحوں میں انتخاب دیا ہے۔ ترتیب دیوان کے وقت ہم نے ان تمام تذکروں سے جن کی فہرست دوسری جگہ دیدی گئی ہے، مقابلہ کیا تو اُن میں کچھ اشعار ایسے ملے جو دونوں نسخوں میں نہیں تھے۔ اُن شعروں کو داخلِ دیوان کر لیا اور اُن کے ماخذ کا حوالہ دیدیا ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کلام بیدار کا کچھ حصہ زمانے کی دست برد سے ضائع ہو گیا ہے۔

بیدار کا فارسی کلام | دیوان اردو کے بعد بیدار کا فارسی کلام بھی شامل ہے۔ مگر اس کی مقدار اردو کلام سے بہت کم ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ وہ اردو کی بہ نسبت فارسی میں بہت کم کہتے تھے۔ پہلے نسخے کو پانے کے بعد تو افسوس تھا کہ ہمیں فارسی کلام نہیں ملا۔ اور ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ وہ زمانہ ایسا ہی تھا کہ اردو شاعری ہر دلعزیز اور مقبولِ عام تھی، اس آفتاب کی تابانی نے فارسی کی روشنی کو مدھم کر دیا تھا۔ شاید اسی وجہ سے بیدار کا کلام فارسی دنیا سے معدوم ہو گیا۔ لیکن نسخۂ ثانی کے دستیاب ہو جانے سے ہمیں اپنا خیال بدلنا پڑا۔

اور اس کے مل جانے سے ہماری مسرت دونی ہو گئی۔ اس کے مختصر ہونے کی وجہ خود ان کے معاصر مصحفی نے یوں بیان کی ہے کہ :

"کم کم فکر شعر فارسی ہم می کنند"

دیوانِ اُردو کے آخر میں جو کچھ فارسی کلام ہے اس کی بھی مصحفی سے تصدیق ہو جاتی ہے، وہ لکھتے ہیں :

"چنانچہ اشعار فارسی خود را نیز از قسم چند غزل و رباعی و دو سہ قصیدہ کہ در نعت و منقبت وغیرہ گفتہ، بر پشتِ سر ورقِ دیوانِ خود نوشتہ داخل ساختہ"۔ (صفحہ ۳۱ تذکرۂ ہندی مصحفی)

مصحفی کے اس اجمالی بیان کی تفصیل اس فہرست میں ملیگی جو ہم نے مرتب کر کے شروع دیوان میں شامل کی ہے۔

علامات کی تشریح | حواشی میں بعض علامات استعمال کی گئی ہیں، اُن کی یہاں تشریح کر دی جاتی ہے۔

ن ۱۔ نسخۂ اول، نسخۂ مدراس۔

ن ۲۔ " دوم " نسخۂ حیدرآباد۔

ق م۔ قدیم اور متروک ہے۔

تذکرتین سے مراد تذکرۂ گلشنِ ہند اور تذکرۂ گلزارِ ابراہیم ہے۔ متن میں جو لفظ ہے اس پر حاشیہ کا نشان دیکر ان دونوں تذکروں کا نسخہ لفظ تذکرتین کے ساتھ لکھدیا ہے۔

ہر غزل کے شروع میں اس کا نمبر اور تعداد اشعار بتا دی ہے۔

شکریہ آخر میں ہمیں ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا ہے جنکی ذات سے اس دیوان کی اشاعت میں گراں بہا امداد ملی ہے' ان میں جناب مولوی عبدالحق صاحب مدظلہٗ سکرٹری انجمن ترقی اردو کی ذات گرامی بیش از بیش شکریہ کی مستحق ہے کہ آپ نے اپنا مکمل نسخہ عنایت فرما کر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔ اگر یہ نسخہ نہ آتا تو یقیناً ہم دیوان بیدار مکمل شائع نہ کرسکتے۔

ان کے بعد جناب مولوی عبدالحق صاحب ایم' اے افضل العلماء چیف پروفیسر عربی' فارسی' اردو' محمڈن کالج مدراس کے بھی نہایت درجہ شکرگزار ہیں کہ اس صوبے میں اردو کی اشاعت و ترقی کے لئے آپ کی کوششیں اور حوصلہ افزائیاں بہت مبارک اور قیمتی ہیں۔ جس وقت ہمیں دیوان بیدار کا نسخہ ملا اور ہم نے تذکرہ کیا تو آپ نے بے انتہا مسرت ظاہر فرمائی۔ اور اس کی اشاعت میں ہر ممکن تائید کی۔ دیوان' مقدمہ' حواشی وغیرہ کی ترتیب و تہذیب میں بھی وقتاً فوقتاً اپنے مفید مشوروں سے مرہون کرم فرماتے رہے۔

جناب مولوی ایس' محمد حسین صاحب نینار ایم' اے۔ ایل' ایل' بی کا بھی شکریہ ضروری ہے۔ آپ اورنٹیل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ہمارے شعبۂ اسلامی [illegible] اور اردو کی توسیع و اشاعت سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ [illegible] آپ کی تائید نہ ہوتی تو خدا جانے کب تک یہ جوہر نایاب [illegible]۔ دیوان اور مقدمہ و حواشی کی ترتیب و تزئین میں بھی آپ کے

قابلِ قدر مشورے شامل حال رہے۔ آپکی مساعی خیر کا نتیجہ ہے جو دیوان اس عمدہ صورت میں شایع ہو رہا ہے۔

محبی جناب مولوی سید یوشع صاحب بی، اے نے جو ہمارے شعبۂ اسلامی میں فارسی زبان کے لکچرار ہیں۔ دونوں نسخوں کے مقابلہ اور تصحیح وغیرہ میں میری مدد فرمائی اور میرا ہاتھ بٹایا۔ آپ کا بھی شکریہ ادا کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

محمد حسین محوی صدیقی

۲۱ر اپریل ۱۹۳۶ء
مدراس

فہرستِ کتبِ ماخذ

جن سے اس کتاب کے مقدمہ اور حواشی وغیرہ میں مدد لی ہے

۱۔ تذکرۃ الشعرا میر حسن دہلوی مرتبہ و شائع کردہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن۔ مطبوعہ علی گڑھ۔

۲۔ نکات الشعرا از میر تقی میر دہلوی " " مطبوعہ نظامی پریس بدایون۔

۳۔ گل رعنا از مولانا حکیم عبدالحی صاحب لکھنوی۔ شائع کردہ دارالمصنفین اعظم گڑھ معارف پریس سنہ ۱۳۴۳ھ۔

۴۔ گلشن ہند: میرزا علی لطف دہلوی۔ مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور سنہ ۱۹۰۶ء۔

۵۔ خمخانۂ جاوید حصہ اول مصنفہ لالہ سری رام ایم۔ اے دہلوی۔ مطبوعہ نولکشور پریس لاہور سنہ ۱۹۰۸ء۔

۶۔ شعر الہند ۲ جلد۔ از مولانا عبدالسلام ندوی۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ معارف پریس۔

۷۔ آبِ حیات۔ از مولانا محمد حسین آزاد دہلوی مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۱۷ء۔ بار نہم۔

۸۔ مخزنِ نکات۔ از میر قائم چاندپوری۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو۔ مطبوعہ سنہ ۱۹۲۹ء

۹۔ چمنستانِ شعرا۔ از لچھمی نراین شفیق اورنگ آبادی۔ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن مطبوعہ سنہ ۱۹۲۸ء۔

۱۰۔ گلشنِ بیخار۔ از نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ دہلوی۔ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ۔

سنہ ۱۳۲۸ھ سنہ ۱۹۱۰ء بار دوم

۱۱۔ سخن شعراء۔ از عبدالغفور خاں نساخ کلکتوی۔ مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنؤ۔

۱۲۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم۔ مولفۂ علی ابراہیم خاں خلیل۔ معہ تذکرۂ گلشن ہند مطبوعۂ انجمن ترقی اردو سنہ ۱۹۳۴ء طبع اول۔

۱۳۔ تذکرہ ہندی از مصحفی مطبوعۂ انجمن ترقی اردو سنہ ۳۳ء طبع اول۔

۱۴۔ تذکرۂ فارسی گویاں " " " " "

۱۵۔ ریاض الفصحاء " " " " "

۱۶۔ تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکسینہ ایم۔ اے ترجمۂ مرزا محمد عسکری۔ بی۔ اے۔ مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنؤ۔ طبع اول۔

۱۷۔ تذکرۂ ریختہ گویاں۔ از میر فتح علی حسینی گردیزی مطبوعہ انجمن ترقی اردو

۱۸۔ رسالۂ اردوئے معلّٰی علیگڑھ بابت دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء۔ ایڈیٹر مولانا حسرت موہانی بی۔ اے۔

۱۹۔ رسالۂ اردو اورنگ آباد دکن جلد ۸ نمبر ۳ ایڈیٹر مولانا عبدالحق بی۔ اے۔

فہرست دیوان بیدار

۱- دیوان اردو

۲- دیوان فارسی

فہرست غزلیات

ردیف (ب)

خمسہ جات (۱۰)

فہرست دیوان فارسی

۱۳۳

غزلیات (۲۴)

نوٹ: ـ تین تاریخی قطعات پہلی، دوسری، تیسری مثنوی کے آخر میں ہیں۔

دیوانِ بیدار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غ ۱ ش ۱۸

ہے نام[1] ترا باعثِ ایجادِ رقم کا — محتاج نہیں وصف ترا[2] لوح و قلم کا

مقدورِ بشر کب ہے تری حمد سرائی — کیا قطرۂ ناچیز سے اوصاف ہو یم کا

کیا جانیے کیا جلوہ نما تو ہے کہ تھا تو — ہے داغ ترے پاس سے دل دیر و حرم کا

گر دست کشاں جذبۂ توفیق ہو تیرا — تو پہنچوں وگرنہ نہیں مقدور قدم کا

تجھ گنجِ محبت کا طلبگار پھروں ہوں — نے طالبِ دینار نہ مشتاقِ درم کا

تا پاک ہو[3] ہر بندۂ آلودۂ عصیاں — ہے بحر متوج میں ترے لطف و کرم کا

پہنچائیو وہاں[4] میرے تئیں حشر میں یا رب — سایہ ہو جہاں احمدِ مرسل کے علم کا

شاہِ دو جہاں، فخرِ زماں، سرورِ پاکاں — ہے کحلِ بصر ذرۂ خاک اُسکے قدم کا

وہ مظہرِ فیاض[5] کہ انعام سے جس کے — کیسہ ہو جواہر سے تہی معدن و یم کا

ہر ذرہ ہے خورشیدِ شفاعت کا طلبگار — اُس سے کہ وہ بخشندہ ہے عصیانِ اُمم کا

تشریفِ شرف صدق نے صدیقؓ سے پایا — مشہورِ جہاں اُس سے ہوا نام کرم کا

لی ہاتھ میں شمشیرِ عدالت کی عمرؓ نے — قبضے میں کیا ملک عرب اور عجم کا

---

[1] ن: ادا سے [2] ن: او تونے [3] ن: ا پاہو سے [4] ن: ا مجکو بھی وہاں [5] ن: ا وہ شاہ جنھا پیشہ کرم امداد سے جگی۔

عثمانؓ کہ ثنا اُس کی ہے تقریر سے افزوں — تحریر کرے کیا نہیں مقدورِ قلم کا

سلطانِ ولایت اسداللہؓ کہ جس کی — ہیبت سے جگر آب ہو[۱] شیرانِ اجم کا

ظالم کُشی و عدل سے اُس سرورِ دیں کے — حک صفحۂ عالم سے ہوا نام ستم کا

دل صاف کر آلائشِ دنیا سے کہ یہ دل[۲] — آئینۂ اسکندری و جام ہے جسم کا

ہو جلوہ گر آئینۂ تشبیہ میں تنزیہ — گر تفرقہ اُٹھ جائے وجود اور عدم کا

اِس ہستیٔ موہوم پہ غفلت میں نہ کھو عمر[۳]

بیدارؔ! ہو آگاہ،[۴] بھروسا نہیں دم کا

غ ۲
ش ۸

گلچینِ ستایش ہوں چمن سازِ جہاں کا — دریا ہے گہر جوش مری طبعِ رواں کا

کیا بلبلِ فکر اِس میں گل افشانِ سخن ہو — ہے لال جہاں ناطقہ طوطیٔ بیاں کا

شکر ایک ہی احسان کا بیاں ہو نہ سکے مجھ سے — لوں ہر سرِ مُو سے میں اگر کام زباں کا

ہیں خاک نشیں سر بسر آلودۂ عصیاں — کس مُنہ سے کروں وصف بیاں اُس عرش مکاں کا

جا ہے کہ ہو جمعیتِ دل غنچہ کے مانند — گر مُہرِ خموشی کے تئیں قفل دہاں کا

کیا پوچھتے ہو تا بہ عدم سیر کر آئے — پایا نہ سُراغ دہن اُس غنچے میاں کا

جاتا ہے چلا قافلۂ اشکِ شب و روز — معلوم نہیں اِس کا ارادہ ہے کہاں کا

ہر ذرّے میں وہ مہرِ دل افروز ہے رخشاں

سچ کہتے ہیں بیدارؔ "بیاں کیا ہے عیاں کا"

۱ن ۱: آب ہوسے شیر اجم۔ ۲ ن ۱: گر دیکھے تو زانو میں تو مشتاق نہ ہووے۔ ۳ ن ۱: مغرور تو ہو کر۔ ۴۔ ن ۱: غفلت میں نہ کھو عمر۔ اس غزل میں ن ۲ و ۱ میں بڑا فرق ہے۔ ہم نے ن ۲ کے موافق درج متن کی ہے۔ جن شعروں میں اختلافِ الفاظ ہے وہ حواشی میں نسخہ کی صورت میں بتا دیا ہے۔ ۱۸ شعر دونوں میں ہیں۔ لیکن نسخہ ۱ میں اشعار ۲، ۳، ۴، ۵، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۸ جملہ ۸ شعر نہیں ہیں۔ اِن کی جگہ (۸) شعر دوسرے ہیں جو ہم نے ضمیمے میں درج کر دیئے ہیں۔

غ ۳ ش ۵

آنکھوں میں چھا رہا ہے از بسکہ نور تیرا ہر گل میں دیکھتا ہوں رنگِ ظہور تیرا
کھڑا تو ہی سرِ رہ ہوں منتظر ولیکن کیا جانیے کدھر سے ہوگا عبور تیرا
عجز و نیاز میرا حد سے زیادہ گزرا ویسا ہی اب تلک ہے ناز و غرور تیرا
یوہیں ہے عزم اپنا اِس میں جو کچھ ہو سو ہو جی جاے یا رہے اب ملنا ضرور تیرا

بیدارؔ وو تو ہر دم سو سو کرے ہے جلوے
اِس پر بھی گر نہ دیکھے تو ہے قصور تیرا

غ ۴ ش ۹

دل خدا جانے کہاں تیرے گلستاں میں رہا سنبلِ زلف میں یا نرگسِ فتاں میں رہا
حیف اے نورِ نظر تجکوں نہ آئی غیرت اشک آ تیری جگہ دیدۂ گریاں میں رہا
ناصحا فکرِ رفو تجکو ہے اب تک (اے وائے) یہاں تو اک تار بھی ثابت نہ گریباں میں رہا
جاؤ اے ہمسفراں ہات اُٹھا ہم سے میں تو جوں نقشِ قدم کوچۂ خوباں میں رہا
کارواں منزلِ مقصود کو پہنچا کب کا اب تک اے وائے میں یہاں کوچ کے میداں میں رہا
یہاں تلک روئے ترے غم میں کہ اب آنسو کا ایک قطرہ بھی نہ اِس دیدۂ گریاں میں رہا
تو اُدھر عیش و تنعم میں رہا اپنے خوش میں اِدھر غم میں ترے نالہ و افغاں میں رہا
کب دماغ اُس کو کہ نظارۂ فردوس کرے جو کوئی غنچہ صفت سبرِ گریباں میں رہا

شورِ سوداے جنوں سے مرے اب کی بیدارؔ
بجز معلّم نہ کوئی طفلِ دبستاں میں رہا

غ ۵ ش ۹

احوال سُن مرے مژۂ اشکبار کا پانی ہو بہ گیا جگر ابرِ بہار کا
نرگس کی طرح باغ میں اب چشم وا کیے حیرت فریب کس کے ہوں میں انتظار کا
کرنا تو آہ میری سے اے سنگدل حذر ٹکڑے ہوا اِس آگ سے دل کوہسار کا

سلہ ن. تذکرۂ گلزارِ ابراہیم [illegible]

مشاطہ! دیکھ شانے سے تیرا کٹے گا ہاتھ — ٹوٹا گر ایک بال کبھو زلفِ یار کا
ٹھہرے نہ ایک حرف بھی کاغذ پہ جوں شرر — لکھیے گر اُس کو حال دلِ بے قرار کا
لاگا نہ ہاتھ دل کہیں جھاڑا بھی سلجھے — جوں شانہ اُس کی زلف سے ہم تار تار کا
بے اختیاری آ گئی دیکھ اُس کو ناصحا — مقدور اب رہا ہی نہیں اختیار کا
مخمور مجکوں اُس نگہِ مست نے کیا — ہے سر کے سات دردِ سر اب اِس خمار کا

کرتا ہے معصیت میں تو ایام عمر صرف
بیدارؔ! کچھ بھی فکر ہے روزِ شمار کا

غ ۲ ش ۴

تیرے دنداں سے فقط دُر ہے نہ عماں میں چھپا — لعل بھی لب سے ترے کانِ بدخشاں میں چھپا
کر دیا عشق کو ظاہر مرے، تو نے اے اشک! — ورنہ یہ راز مَیں کھتا تھا دل و جاں میں چھپا
ناتوانی سے مری دیکھیو اے دشتِ جنوں — رہ گیا ہو نہ کوئی تار گریباں میں چھپا
عبث اے ابر نہ کر دعوئ ہمچشمی تو — آبِ صد بحر ہے اِس دیدۂ گریاں میں چھپا
ہے یہ ممکن کہ چھپے پردۂ فانوس میں شمع — رکھو اِس داغ کو تو سینۂ سوزاں میں چھپا
چاند نی[۵۱] پھیلنے دیتے نہیں تارے یکسر — چاند سے مُنہ کو عبث لیتے ہو داماں میں چھپا

دلِ غمدیدۂ بیدارؔ کئی دن سے ہے گُم
کہ تو ہے زلف میں یا تیرے زنخداں میں چھپا

غ ۳ ش ۵

چھوٹ کر جسم سے دل تیرے زنخداں میں گرا — مست میخانے سے جا چشمۂ حیواں میں گرا
آب میں آتی ہے یاں لجّے کباب ماہی — اشکِ گرم آہ یہ کس چشم سے عماں میں گرا
سرو و گل تیرے قد و عارضِ رنگیں کے حضور — نظرِ قمری و بلبل سے گلستاں میں گرا
پہنچے منزل کو رفیق، ایک مگر میں تنہا — ضعف سے وو ہی قدم چل کے بیاباں میں گرا

[۵۱] اصل میں: چاندی۔

جو ہیں یاد اُس نگہِ تیز کی آئی بیدارا!
وو ہیں لختِ جگر آ چشم سے داماں میں گرا

ش ۴ غ ۵
ہم پہ سو ظلم و ستم کیجئے گا
ایک ملنے کوں نہ کم کیجئے گا

بھاگتے خلق سے کچھ کام نہیں
قصد ہے آپ سے رم کیجئے گا

گر یہی زلف و یہی مکھڑا ہے
غارتِ دیر و حرم کیجئے گا

گر رہی یوں ہیں گل افشانیِ اشک
جا بجا رشکِ ارم کیجئے گا

جی میں ہے آج بجائے مکتوب (ق) یہی بیت اُس کو رقم کیجئے گا

مہربانی سے بھر لے بندہ نواز
کہیے کس روز کرم کیجئے گا

نیند آوے گی نہ تنہا بیدارا!
تا نہ خواب اُس سے بہم کیجئے گا

ش ۵ غ ۵
جو وہ بہار عذار[۱] بہ خوبی چمن میں آ تا خرام کرتا
صنوبر و سرو ہر ایک کر ضرور[۲] اُس کو سلام کرتا

دگار تیغِ ستم (کے) اب تک کریں ہیں نالہ برنگِ بلبل
قیامت اے گل عجب ہی ہوتی تو گر کسی سے کلام کرتا

جو پاتا لذت لبانِ ساقی مئے محبت سے تیری زاہد!
نکل حرم سے وو بتکدے میں مقام اپنا مدام کرتا

جو وو پری رو تجھے دکھاتا جمال اپنا تو وو ہیں ناصح!
ہمارے مانند چھوڑ گھر کو گلی میں اُس کی قیام کرتا

خیال اُس کے سے اتنی فرصت کہاں کہ فکرِ سخن کروں میں
وگرنہ بیدار اس غزل کو قصیدہ میں اکلام تا[۳]

---

[۱] اصل میں صاف "عارض" لکھا ہے۔ صحیح "عذار" معلوم ہوتا ہے۔ وزن بھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ [۲] ردیف و قافیہ حاشئے میں کٹ گئے ہیں۔

غ ۱۰ ش ۸

تو نے جو مدّتوں میں اِدھر کو گزر کیا — نالے نے کچھ تو آج ہمارے اثر کیا
غیرت نہ آئی تجکو ستمگر ہزار حیف — جس دل میں تو مقیم تھا وھاں غم نے گھر کیا
ہم غافلوں کی آہ نہ اِیدھر نظر گئی — اُن نے ہزار اپنے تئیں جلوہ گر کیا
اِس کھیل سے مژہ کو کہو اپنے باز آئے[1] — عالم کو نیزہ بازی سے زیر و زبر کیا
دیوانے کو پری سے بھراب کردیا دوچار — اے انکھیو کیا کیا مرے دل کا ضرر کیا
پھر ہم بھی کچھ کہینگے نہ کھلوایئے زباں — بس چُپ رہو کہ ہم نے بہت درگزر کیا
کیدھر ہے تو، کہاں ہے اجابت کہ بارہا — دستِ بلند اپنا میں وقتِ سحر کیا[2]

بیدار ایسے رونے سے آ مان باز آ
دامان و آستین کو لوہو سے تر کیا

غ ۱۱ ش ۷

جو کچھ ہونا تھا[3] سوائے دل ہو گیا — پر مجھے[4] کہ کس کا مائل ہو گیا
رات ہی سر شمع سے روشن ہوا[5] — سر سے جو گزرا سو کامل ہو گیا
مجھ میں اور اُس میں نہ تھا ہر گز حجاب — پردۂ ہستی سے حائل ہو گیا
گرچہ ہوں بے قدر میں پر خونِ دل — جو ہرِ شمشیرِ قاتل ہو گیا
اُس بُتِ خنجر نگہ کو دیکھ کر — ایک عالم نیم بسمل ہو گیا
اشک کے مانند راہِ عشق میں — رکھتے ہی پا قطعِ منزل ہو گیا

کیا کیا بیدار تو نے یہ غضب
ایسے ظالم سے[6] مقابل ہو گیا

غ ۱۲ ش ۷

دیتا نہیں دل لے کے وہ مغرور کسی کا — سچ ہے کہ نہ ظالم پہ چلے زور کسی کا
آرایشِ حسن آئینہ رکھ کرتے ہو ہر دم — لینا ہے مگر دل تمھیں منظور کسی کا

---

[1] ن ۲: کہ اپنی مژہ کو کہ [2] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔ [3] ن ۲: تھا جو کچھ ہونا [4] ن ۲، ۳: بھلا کس یہ۔
[5] ن ۲: شمع سے روشن یہ کمترات (کذا)۔ [6] ن ۲: سے

بیوجہ نہیں پاسِ دلِ اربابِ صفا کو — ہے جلوہ گر اِس آئینے میں نور کسی کا

آتا ہے نظر یہاں جو ہر ایوانِ شکستہ — یک وقت میں تھا خانۂ معمور کسی کا

وہ شوخ پری رشک بکفِ تیغ، سیہ مست — آتا ہے کیے شیشۂ دل چور کسی کا

روکوں میں اب اُسکو سرِ راہ کبھی آکے — اتنا تو میں رکھوں نہیں مقدور کسی کا

بیدار! مجھے یاد اُسی کی ہے شب و روز
نے بات کسو کی ہے، نہ مذکور کسی کا

غ ۱۳ ش ۵

پاس میرے وہ دل آرام گر آج آوے گا — تو قرار اِس دلِ بیتاب کو آجاویگا

نہیں مقدور کہ میں دل کو پھراؤں اُس سے — چپ بھی رہ کب تئیں ناصح مجھے سمجھاویگا

بھول جاویگی تجھے کوہ کنی اے فرہاد — جاں کنی اپنی اگر دل مرا دکھلاویگا

اے ہلال ابرو و مہ پیکر و خورشید جبیں — پاس آ کب تئیں یوں دور سے ترساویگا

کہہ دیا میں تجھے بیدار! اب آگے تو جان
دل کسو سے جو لگا دیگا تو پچھتاویگا

غ ۱۴ ش ۱۰

بھرا ہے وہ مری چشمِ پُرآب میں دریا — کہ ایک قطرہ ہے جس کا سحاب میں دریا

پڑا ہے اُس مہِ خورشید تاب کا پرتو — کہ مثلِ آئینہ[1] ہے آب تاب میں دریا

شمار اشک کی موجوں کا گر کروں تو پھر — بھی میں عشق کی ہے کس حساب میں دریا

نہو اسیرِ کمندِ فریبِ صورتِ شیخ — دکھائی دیوے ہے موجِ سراب میں دریا

ہر ایک ذرے میں یوں جلوہ گر ہے وہ خورشید — کہ جس طرح سے ہے بُرجِ حباب میں دریا

تری ہے زلف وہ ناگن کہ جس کے عکس سے ہے — برنگِ مارِ سیہ پیچ تاب میں دریا

رکھوں ہوں وہ (؟) کہ مثلِ کشتی کے — رہے ہے جس کی ہمیشہ رکاب میں دریا

---

[1] ن ۲ بشکل

گر آستیں کو نچوڑوں تو وہیں مثلِ حباب بہا پھرے مری چشموں کے آب میں دریا
نہا گیا عرق آلودہ کیا مگر وہ گلؔ؟ کہ ہو گیا ہے مُعطّر گلاب میں دریا
شراب و ساقیِ مہ رو جو ساتھ ہو بیدارؔ!
تو خوش نما ہے شبِ ماہتاب میں دریا

غ ۱۵ ش ۱۱
ہم نشیں! پوچھ نہ باعث تو مری زاری کا یہ ثمر مجکو ملا دل کی گرفتاری کا
شکوہ کرتا ہے غلط اُس کی جفا کاری کا ہے غرض جُرم یہ اپنی ہی وفاداری کا
گر قدم رنجہ کرے بہرِ عیادت تو اِدھر شُکر سو جی سے بجا لائیے بیماری کا
سروِ موزوں تو ہے پر یہ قد و قامت معلوم قطع تجھ پر ہی ہوا جامہ طرحداری کا
چاہتا ہوں میں تمھیں (اِس پہ جو چاہو سو کرو) ہوں مُقر آپ میں اِس اپنی گنہگاری کا
جو کوئی یہاں ہے سو تیری ہی کہے ہے ظالم کون کہتا ہے سخن میری طرفداری کا
ایک عالم کا ہے دل ہاتھ سے تیرے نالاں چھوڑ لے شوخ تو یہ طور دل آزاری کا
خواب میں دیکھے اگر تجکو زلیخا اک بار نام پھر لیوے نہ یوسف کی خریداری کا
یوں ہی بہتر ہے کہ اِس جنس کو دیجے واپس شوق گر تجھکو نہ ہو دل کی طلب گاری کا
اُٹھ کھڑے ہوتے ہو ہر بات میں لیکے تیغ و سپر کچھ بھی حاصل ہے بھلا چشم کی بیداری کا
خوابِ غفلت سے جگا دل کو تو اپنے بیدارؔ!
اِن دنوں عزم ہے کچھ تجکو نمو داری کا

غ ۱۶ ش ۶
مست ہم کو شراب میں رہنا کچھ ہوا اِس سیرِ آب میں رہنا
کبھی تو کچھ نہیں کیا ہے غصّے[۲] ہو یوہیں یوہیں عتاب میں رہنا
اور سے بے حجابیاں[۳] کرنا ایک[۴] ہم سے حجاب میں رہنا
تجھ بن اے شمع رو مجھے ہر شب شعلہ سا اضطراب میں رہنا[۵]

ا ن ۱: گو ۲ ن ۲: کبھی جو کچھ نہیں کیا کہ ہر لحظہ ۳ ن ۲: بے حجابانہ ملتے غیروں سے۔
۴ ن ۲: واہ۔ ۵ یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔

یاد میں اُس کی زلف کی اے دل　کب تئیں پیچ و تاب میں رہنا
کچھ تنبہ تجھے نہیں اب تک
نام بیدار خواب میں رہنا

غ ۱۷
ش ۵

برنگ نقشِ نگیں زخم ہے مرے دل کا　رہے گا حشر تلک نام میرے قاتل کا
دلِ فگار مرا خاک و خوں میں ہے غلطاں　تو آ کے دیکھ تماشا ہے نیم بسمل کا
یہ وہ ہی وہ ہے درخشاں کہ جس کے سامنے رات　پتنگ ہو کے جلا نورِ شمع محفل کا
ترے جمال کو حیراں ہوں کس سے دوں تشبیہ　کہ دوسرا نہیں کوئی ترے مقابل کا
جرس کہے ہے بیاباں میں دم بہ دم بیدار
نہیں ہے عشق کی رہ میں نشان منزل کا

غ ۱۸
ش ۵

آہ کیا جانے کہاں وہ بُتِ خودکام رہا　کہ مجھے رات تو یک دم ہی نہ آرام رہا
ہوگئے دَور میں اُس چشم کے میخانے خراب　نہ کہیں شیشہ رہا (اور) نہ کہیں جام رہا
کر دیا تجھ نگہِ مست نے بیخود سبکو　شوقِ مے کس کو اب اے ساقیِ گلفام رہا
آج ہنس ہنس کے وہ کرتا ہے سخن حیراں ہوں　جس سے یک عمر سے مَیں طالبِ دشنام رہا
سمجھے اِس رمز کو اربابِ معانی بیدار!
صنعتِ حق سے جو یہ خلق میں الہام رہا

غ ۱۹
ش ۹

جس چشم کو نہ ہو ترا دیدار دیکھنا　پھر اِس کو کب جہاں میں اے یار دیکھنا
جیویگا یا مرے گا اِس آزارِ عشق سے　اے قرعہ زن بھلا دلِ بیمار دیکھنا
دیدارِ یار تو نہوا کہاں نصیب چشم　قسمت میں تھا یہ گریۂ خونبار دیکھنا
اے شمع غیرِ یار کسی انجمن میں تو　کیجو نہ سوزِ دل مرا اظہار دیکھنا

(حواشی صفحہ ۱۰ پر ہیں)

کہنے لگا وہ سُن کے مرا شورشِ فغاں[۵۱] ہے کون نعرہ زن پسِ دیوار دیکھنا

کیفیتِ بہار ہے تجھ سے، جو تو نہ ہو بھاتا ہے پھر کسے گل و گلزار دیکھنا

جو شخص مثلِ آئینہ حیراں ہوا نہ ہوے[۵۲] نیں اُس کو روئے یار سزاوار دیکھنا

اے شانہ کھولیو گرہِ زلف کو سمجھ[۵۳] دل سیکڑوں ہیں اِس میں گرفتار دیکھنا[۵۴]

افتادہ خارِ غم ہیں رہِ عشق میں تمام
رکھیو قدم سنبھال کے بیدارؔ دیکھنا!

غ ۲۰
ش ۹

تنہا نہ دل ہی لشکرِ غم دیکھ ٹل گیا اِس معرکے میں پائے تحمّل بھی چل گیا

ہیں گرمِ گفتگو گل و بلبل چمن کے بیچ ہوگا خللِ صبا جو کوئی بات مل گیا

اُس شمع رُو سے قصد نہ ملنے کا تھا ہمیں پر دیکھتے ہی موم صفت دل پگھل گیا

منعم، تو یہاں خیالِ عمارت میں کھو نہ عمر لے کون اپنے ساتھ یہ قصر و محل گیا

لائے نہ غیرِ یاس حباتِ امید تا تھہ دُنیا سے جو گیا، کفِ افسوس مل گیا

اُس راہ رو نے دم میں کیا طے رہِ عدم[۵۵] ہستی کے سنگ سے جو شرر سا اُچھل گیا

دیکھا ہر ایک ذرّے میں اُس آفتاب کو جس چشم سے کہ بے بصری کا خلل گیا

گزری شبِ شباب، ہوا روزِ شیب اخیر کچھ بھی خبر ہے قافلہ آگے نکل گیا!

قابل مقام کے نہیں بیدارؔ یہ سرا[ے]
منزل ہے دور، خواب سے اُٹھ، دن تو ڈھل گیا

(حواشی صفحۂ گزشتہ)

۵۱ ن ۲: دل کو سودا ہے زلفِ جاناں میں۔

۵۲ ن ۲: بھا گیا۔

۵۳ ن ۲: شکوہ کیا کیجے اپنی غفلت کا۔

۵۴ ن ۲: بحرانہ شکلِ۔

۵۵ ن ۲: یہ۔

۵۶ ن ۲: کرتا ہمیشہ رہے۔

۵۷ ن ۲: تڑپے ہے۔

۵۸ ن ۲: ٹک اپنے۔

۵۹ ن ۲: کیا۔

(اس صفحے کے حواشی صفحۂ آیندہ پر ہیں)

غ ۲۱
ش ۵

جانوں ہی نہ جبکہ نام اُس کا پوچھوں کیا کہ مقام اُس کا
ہے دل کوں طپش کچھ اور ہی آج لاتا ہے کوئی پیام اُس کا
کیا یہاں سے اگیا ہی گل کہ قاصد لایا ہی نہ یہاں سلام اُس کا
مت لیجیو دل! تو چاہ کا نام قتلِ عاشق ہے کام اُس کا
ہو جائے گا پائمال بیدارؔ
دیکھے گا اگر خرام اُس کا

غ ۲۲
ش ۵

نپٹ[۱] دل ہے مشتاق اے یار تیرا کہ دیکھے نظر بھر کے دیدار تیرا
تو مختار ہے کر جفا یا وفا اب غرض ہو چکا ہیں گرفتار تیرا
تری چشم کا سخت بیمار ہیں ہوں اگرچہ ہے ہر ایک بیمار تیرا
خجالت سے ہو رنگِ گل زعفرانی چمن میں اگر دیکھے رخسار تیرا
کسی پر تو ہے اِن دنوں میں تو عاشق
جو ایسا ہے احوال بیدارؔ! تیرا

غ ۲۳
ش ۵

کل تری یاد میں آنسو ہی نہ کچھ گلگوں تھا ہر مژہ پر مرے لختِ جگرِ پُر خوں تھا
سرمۂ سحر عبث نرگسِ جادو نے[۲] دیا دیکھنا ایکھی[۳] نظر بھر کے ترا افسوں تھا
مصرعِ قد کا ترے مصرعِ ثانی نہ ہوا سرو ہر چند کہ برجستہ و خوش موزوں تھا

(حواشی صفحۂ گزشتہ)

[۱] شور تس و فغاں۔ اب مؤنث ہیں۔
[۲] تذکر تین: سوچ کر۔
[۳] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
[۴] راہ اور رہ اب مؤنث ہیں۔

(حواشی صفحۂ ہذا)

[۱] بہت (زبانِ قدیم)
[۲] ن ۲: میں۔
[۳] ایک ہی۔

پاس ناموس حیا تھا کہ نہ روئے[1] جوں ابر ورنہ آنکھوں میں ہماری بھی بھرا جیحوں تھا

کچھ خبر بھی[2] ہے تجھے حال سے اُسکے ظالم!
رات بیدار ترے غم میں نپٹ محزوں تھا

غ ۲۴ ش ۶

پھر شتاب آئے وہ دلدار خدا کو سونپا اب تو جاتا ہے توں اے یار خدا کو سونپا

کبھی گلشن سے گئی روتی قفس میں بلبل ہر چمن کا گُل بے خار خدا کو سونپا

کوہ و صحرا میں مجھے کہ گئے قیس و فرہاد اے محبّت کے گرفتار خدا کو سونپا

نشۂ حسن میں سرشار چلا جاتا ہے شب تاریک ہے دلدار! خدا کو سونپا

چھوڑ کر کوئے بتاں جاتا ہے تو کعبے کو جلد پھر یو تجھے بیدار خدا کو سونپا

یار جاتے ہی ہوے میری زبانی ہنس کر
کہ گیا "ہم نے اے بیدار خدا کو سونپا"[3]

غ ۲۵ ش ۱۰

گلبدن گھر مرے مہماں نہ ہوا تھا سو ہوا غنچۂ دل مرا خنداں نہ ہوا تھا سو ہوا

خط ترے رو پہ نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا شب میں خورشید درخشاں نہ ہوا تھا سو ہوا

للہ الحمد کہ آنے سے ترے اے گل رو[4] گھر مرا رشکِ گلستاں نہ ہوا تھا سو ہوا

ایک بھی تار نہیں تا سر داماں ثابت یوں کبھی چاک گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا

دل میں بھی یار کی صورت ہی نہیں آتی نظر[5] عکس آئینے میں پنہاں نہ ہوا تھا سو ہوا

مجکو دکھلا کے لگاتا ہے رقیبوں کو تیغ کبھی یہ ظلم نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

---

[1] ن ۲: لے۔
[2] ن ۲: تجھے بھی ہے خبر۔
[3] ن ۲ میں یہ مقطع نہیں ہے۔
[4] ن ۲: اے گل اندام تو مہمان نہ ہوا تھا سو ہوا۔
[5] ن ۲: نظر آتی نہیں ہے صورت جاناں دل میں۔

اُس کے مکتب میں جو آتا ہے سو ہوتا ہے مست[۵۱]　　میکدہ دیکھو دبستاں نہ ہوا تھا سو ہوا

سبزۂ خط سے نہ ہووے چمن آزردہ[۵۲]، اگر　　گلشنِ حسن میں ریحاں نہ ہوا تھا سو ہوا

سیل آنکھوں سے دیا خانۂ مردم کو بہا　　چشمِ خونبار سے طوفاں نہ ہوا تھا سو ہوا

فیض سے دیدۂ گریاں کے حنائی بیدارؔ!
اب تلک پنجۂ مژگاں نہ ہوا تھا سو ہوا

غ ۲۶
ش ۷

گر کہیں اُس کو جلوہ گر دیکھا　　نہ گیا ہم سے آنکھ بھر دیکھا

آئینے کو تو مُنہ دِکھاتے ہو　　کیا ہوا ہم نے بھی اگر دیکھا

دل رُبا اور بھی ہیں پر ظالم!　　کوئی تجھ سا نہ مفت بر دیکھا

اور بھی سنگدل ہوا وہ شوخ　　تیرا اے آہ بس اثر دیکھا

منّت و عاجزی و زاری آہ (ق)　　تیرے آگے ہزار کر دیکھا

تو بھی تو نے نہ اے مہِ بے مہر　　نظرِ رحم سے اِدھر دیکھا

سچ ہے بیدارؔ! ہے وہ آفتِ جاں
ہم نے بھی قصّہ مختصر دیکھا

غ ۲۷
ش ۷

جو کچھ کہ تھا وظائف و اوراد رہ گیا　　تیرا ہی نام ایک[۵۳] مجھے یاد رہ گیا

ظالم! تری نگہ نے کیے گھر کئی خراب　　ہوگا کوئی مکاں کہ وہ آباد رہ گیا

جاتے ہیں ہم صفیر چمن کو پر ابکی میں　　یہاں کشتۂ تغافلِ صیّاد رہ گیا

جوں ہی دو چار آکے ہوا وہ نظر فریب　　لے کر قلم کو ہاتھ میں بہزاد رہ گیا

کس کس کا دل نہ شاد کیا تو نے ای فلک　　ایک میں ہی غمزدہ ہوں کہ ناشاد رہ گیا

اُس سروِ گلعذار کا طرزِ خرام دیکھ　　[۵۴]. . . . .

---

۵۱ ن ۲: رشکِ میخانہ۔
۵۲ ن ۲ میں آزاد۔
۵۳ ن ۱ ایک نام ہمیں۔
۵۴ ن ۲ میں دوسرا مصرعہ نہیں۔
نوٹ: غزل نمبر ۲ کا پہلا مطلع چھٹا اور آٹھواں شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

بیدار راہِ عشق کسو سے نہ طے ہوئی
صحرا میں قیس، کوہ میں فرہاد رہ گیا

غ ۲۸
ش ۱۳

غم جگر شکن و دردِ جاں ستاں دیکھا — تمہارے عشق میں کیا کیا نہ مہرباں دیکھا
ہر ایک مجلسِ خوباں میں دل ستاں دیکھا — نہ کوئی تجھ سا پرائے آفتِ جہاں دیکھا
میں وہ اسیر ہوں جس نے کہ داغِ یاس سوا — نہ سیرِ لالہ ستاں کی نہ گلستاں دیکھا
جس آنکھ میں نہ سمائی تھی بوند آنسو کی — اب اُس سے غم میں ترے سیلِ خوں رواں دیکھا
نہ کوہ کن نے وہ دیکھا کبھی نہ مجنوں نے — تمہارے عشق میں جو ہم نے اے میاں دیکھا
ہزار گرچہ ہیں بیمار نیری آنکھوں کے (ق) — پر ان میں کوئی بھلا مجھ سا ناتواں دیکھا
میں وہ مریض ہوں پیارے کہ جس نے مدت تک — سوائے درد نہ آرام یک زماں دیکھا
کیا سوال میں بیدار سے کہ اے مہجور (ق) — کبھی بھی تو نے بھلا (ایسا) دلستاں دیکھا
مفارقت ہی میں تا عمر کھوئی مرتے طرح — کہ (عشق) میں دلِ غمگیں نہ شادماں دیکھا
یہ سُن کے رونے لگا اور بعد رونے کے — کہا نہ پوچھ جو کچھ ہم نے اے میاں دیکھا
فراقِ یار و جفائے شماتتِ اعدا — غمِ دل و ستم پندِ ناصحاں دیکھا
نہ پائی ذرہ بھی اِس اشکِ گرم میں تاثیر — نہ ایک دم اثرِ نالہ و فغاں دیکھا
جہاں میں وصل ہی سنتا ہوں مدتوں سے ایک — سوائے نام نہ اُس کا کہیں نشاں دیکھا

غ ۲۹
ش ۹

اُس ستم گر سے جو ملا ہوگا — جان سے ہاتھ دھو چکا ہوگا
عشق میں تیرے ہم نے جو کچھ دیکھا — نہ کسی نے کبھی سنا ہوگا
آہ قاصد تو اب تلک نہ پھرا — دل دھڑکتا ہے کیا ہوا ہوگا
تو ہی آنکھوں میں تو ہی ہے دل میں — کون یہاں اور تجھ سوا ہوگا

ای میاں گُل تو کھل چکے پہ کبھو غنچۂ دل مرا بھی وا ہوگا

دیکھ تو فال میں کہ وہ مجھسے نہ ملیگا، ملیگا، کیا ہوگا

ہے یقیں مجھکو تجھ ستم گر سے (ق) دل کسی کا اگر لگا ہوگا

نالہ و آہ کرتے ہی کرتے ایک دن یوں ہی مرگیا ہوگا

کوئی ہوگا کہ دیکھ اُسے بیدار!

دل وہ دیں لیکے تج رہا ہوگا

غ ۳۰ ش ۶

طلب میں تیری تنہا یہ نہ پائے جستجو[51] ٹوٹا کہ نایابی سے تیری تار تار آرزو ٹوٹا

کیا ہنگامۂ گُل نے مرا جوشِ جنوں تازہ اُدھر آئی بہار ایدھر گریباں کا رفو ٹوٹا

سمجھ کر کھولیو کاکُل کے عقدے کو تو ای شانے[52]! تجھے چیر یگا[53] آرے سے جو اِس کا ایک مو ٹوٹا

مجھے تجھ (حسنِ) عالم سوز کی کس طرح تاب آوے کہ آئینہ مقابل ہو تری ای شمع رو ٹوٹا

اگرچہ جل گیا پروانہ آسا دل مرا لیکن[54] نہ تجھ سے رشتۂ الفت مرا ای شمع رو ٹوٹا

بہے بیدار کی چشموں[55] سے ساقی! اشک لال[56] ایسے

مئے گلگوں کا کوچے میں ترے گویا سبو ٹوٹا

غ ۳۱ ش ۶

رشک کھاتا ہے چمن دیکھ کے داماں میرا کم نہیں ابر سے کچھ دیدۂ گریاں میرا

فصلِ گُل ہو چکی ایّام جنوں کے گذرے چھوڑتا اب بی نہیں دست گریباں میرا

کھینچ کر زلف کی تصویر کو خط میں بھیجوں تاکہ معلوم کرے حالِ پریشاں میرا

رم کیا شوخ میرے پاس سے آہو کی مثال اِس سبب خانۂ دل آج ہے ویراں میرا[57]

---

[51] ن ۲: ہی۔
[52] ن ۲: کھول زلف یار کے عقدوں کو۔
[53] ن ۲: چیروں گا۔
[54] ن ۲ میں یہ شعر نہیں ہے۔
[55] ن ۲: آنکھوں۔
[56] تذکرۂ گلشن ہند: اشک سرخ۔
[57] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔

سرو و گل پر نظرِ قمری و بلبل نہ پڑے آوے گر باغ میں وہ رشکِ گلستاں میرا

ایسے طالع[۵۱] مرے بیدار کہاں ہیں جو آج
اِس شبِ تار میں آوے مہِ تاباں میرا

غ ۳۲ ش ۱۰

ہم کلام اُس سے میں اک بار نہ ہونے پایا تھا مرے جی میں سو اظہار[۵۲] نہ ہونے پایا

دیکھنا پھر ترا اے یار نہ ہونے پایا دردِ دل کا مرے اظہار نہ ہونے پایا

ہجر میں چشم نے رو رو کے بصارت کھوئی آہ دیدارِ رُخِ یار نہ ہونے پایا

تو نے اے شرم کیا پردہ نشیں طفلی سے گرم اُس شوخ کا بازار نہ ہونے پایا

سینکڑوں قتل کیے ایک نگہ نے تیری کوئی تجھ چشم کا بیمار نہ ہونے پایا

پھنس گیا پہلے ہی دلِ زلف میں تیری ظالم! زخمی غمزۂ خونخوار نہ ہونے پایا

اے حیا شوخ کو طفلی سے کیا پردہ نشیں کسی کو اُس سے سروکار نہ ہونے پایا

حیف پژمردہ ہوا غنچۂ دل کھلتے ہی زیبِ یک گوشۂ دستار نہ ہونے پایا

سرد مہریِ بتاں کے سبب اِ دل تک اثرِ آہِ شرربار نہ ہونے پایا

آشنا ہجر میں یک دم بی ترے ای مہ رو
خواب سے دیدۂ بیدار نہ ہونے پایا

غ ۳۳ ش ۷

دل سے پوچھا تو کہاں ہے، تو کہا تجھکو کیا؟ کس کی زلفوں میں نہاں ہو تو کہا تجھکو کیا

چشمِ گریاں سے شبِ وصل میں پوچھا میں[۵۳] نے اب تو کیوں اشک فشاں ہے تو کہا تجھکو کیا

نوٹ:- غزل نمبر ۳۲ کا دوسرا، چھٹا اور آٹھواں شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

۵۱ ن ۲: طالع ایسے۔
۵۲ ن ۲: مطلبِ دیدۂ خونبار۔
۵۳ ن ۲: اُس۔

*

جب کہا میں نے کہ نیں بولتے ہو[1] گالی بن　　جان! یہ کون زبان ہے تو کہا تجھ کوں کیا

کہنے لاگا[2] دل گم گشتہ ترا[3] ہے مجھ پاس[4]　　جب کہا میں نے کہاں ہے تو کہا تجھ کوں کیا

جب کہا میں نے کہ اے جان[5] تری صورت پر[6]　　شیفتہ پیر و جواں ہے تو کہا تجھ کوں کیا

جب کہا میں نے کہ اے سرو ریاض خوبی　　کس کا تو آفت جاں ہے، تو کہا تجھ کوں کیا

دل سے بیدار نے پوچھا کہ ترے سینے پر
کس کے ناوک کا نشاں ہے، تو کہا تجھ کوں کیا

غ ۳۴
ش ۱۰

یہ کون[7] پئے شکار نکلا　　ہر دل ہوا امیدوار نکلا

جینے[8] کی نہیں ہے اس مجھکو[9]　　تیر اس کا جگر کے پار نکلا

ہم خاک بھی ہو گئے پر اب تک　　دل[10] سے نہ ترے غبار نکلا

جب[11] بام پہ بے نقاب ہو کر (ق)　　وہ صبح[12] کو ایک بار نکلا

اس روز مقابل اس کے خورشید　　نکلا بھی تو شرمسار نکلا

غم خوار ہو کون اب ہمارا　　جب تو ہی نہ غمگسار نکلا

تھے جس کی تلاش میں ہم اب تک　　پاس اپنے ہی وہ نگار نکلا

ہر چند میں کی سرشک باری　　پر دل سے نہ یہ بخار نکلا

بیدار رہے خیر تو کہ شب کو (ق)　　جوں شمع تو اشکبار نکلا

گزرا ہے خیال کس کا جی میں
ایسا جو تو بے قرار نکلا۔

---

[1] ن ۲: بن گالی تم۔
[2] لگا۔
[3] ن ۲: ہے تیرا۔
[4] مجھ پاس = میرے پاس۔
[5] ن ۲: اے شوخ۔
[6] ن ۲: کا۔
[7] ن ۲: کل وہ جو۔
[8] ن ۲: جینے۔
[9] ن ۲: امید ہم کو۔
[10] ن ۲: جی۔
[11] ن ۲: جو۔
[12] ن ۲: وہ ماہ رخ۔

غ ۳۵ ش ۶

اگر یہ چرخ مجھے مہر سے حنا[1] کرتا — تو کِس خوشی سے ترے پاؤں کو لگا کرتا

قبول تھا کہ فلک مجھ پہ سو جفا کرتا — پر ایک یہ کہ نہ تجھسے مجھے جدا کرتا

کروں ہوں شاد دل اپنا ترے تصور سے[2] — اگر یہ شغل نہ ہوتا تو کیا کیا کرتا

بھلا کیا ارے ظالم مجھے شہید کیا — وگرنہ گور میں ارمان یہ رہا کرتا[3]

نہ رہتا جگ میں کہیں ایک صفحۂ قرطاس[4] — اگر میں جور و جفا یار[5] کی لکھا کرتا

غمِ فراق کو ایسا میں جانتا بیدارؔ
تو اپنے دل کو کسو سے نہ آشنا کرتا

غ ۳۶ ش ۷

میکدے میں جو ترے حُسن کا مذکور رہا — سُن کے غیرت سے مرا شیشۂ دل چور رہا

صبح ہوتے ہی ہوا مجھ سے جُدا وہ مہ رو — روز گویا مرے حق میں شبِ دیجور رہا

ایک تو آگے ہی تھا حُسن پہ اپنے نازاں — آئینہ دیکھ کے وہ اور بھی مغرور رہا[6]

تیغ مت کھینچ کہ یک جنبشِ ابرو بس ہے — گر مرا قتل ہی ظالم تجھے منظور رہا

ہوش آنے کا نہیں تا دمِ محشر اُس کو — جو کوئی تجھ نگہِ مست کا مخمور رہا

بیٹھ وہاں تا کہ نشاں کوئی نہ پاوے تیرا — مثلِ عنقا کے اگر چاہے ہے مشہور رہا

ازپئے داغِ دلِ بادہ پرستاں بیدارؔ
مُنبۂ شیشۂ مے مرہمِ کافور رہا

غ ۳۷ ش ۷

سبزۂ خط ترے عارض پہ نمودار ہوا — حیف اس آئینۂ صاف پہ زنگار ہوا

آج آتا ہے نظر دن مری آنکھوں میں سیاہ — رات اُس[7] زلف میں دل کس کا گرفتار ہوا

تجھ بن ای زہرہ جبیں رات مری گوش کے بیچ — نغمۂ مُطرب و نے نالۂ بیمار رہا

[1] ن ۲: حنا کی طرح اگر دست رس مجھے ہوتی۔
[2] ن ۲: میں۔
[3] ن ۲ میں یہ شعر نہیں ہے۔
[4] ن ۲: سفید صفحۂ کاغذ کہیں نہ پھر رہتا۔
[5] ن ۲: کو تری۔
[6] نوٹ: غزل نمبر ۳۶ کے ن ۱ میں یہیں تک تین شعر ہیں۔
[7] ن ۲: تجھ۔

غم جُدا، نالہ جُدا، درد جدا، داغ جُدا | آہ کیا کیا نہ ترے عشق میں لے یار رہا
کیونکر اب سر کو نہ میں ظلِ ہما سے کھینچوں | کہ مرے سر پہ ترا سایۂ دیوار رہا
اِس کو کیا کہئے یہ ہے اپنے نصیبوں کا قصور | جتیا[1] چاہا میں اُسے وتیا[2] ہی بیزار رہا

آج اِس راہ سے کون ایسا پریرو گزرا
کہ جسے دیکھتے ہی شیفتہ بیدار رہا

غ ۳۸ ش ۱۰

اُس نے یہاں تک کبھو گزر نہ کیا | تو نے لے آہ کچھ اثر نہ کیا
کیوں عبث تیوری بدلتے ہو | میں تو نظّارہ بھر نظر نہ کیا
یوں ہیں یوں ہیں عتاب فرما ہو | نذر کب میں دل و جگر نہ کیا
یہ تمنا بھی رہ گئی جی میں | نہ کیا تو نے یاد پر نہ کیا
خوں ہوا دل برنگِ لالہ تمام | پر کبھو ہم نے نالہ سر نہ کیا
رات تو ہو چکی پہ تو نے دل! | قصۂ زلف مختصر نہ کیا
خوف کس کا ہے اُس صنم کو (پھر) | جب خدا ہی سے اُس نے ڈر نہ کیا
آہ ظالم ترے تغافل نے (ق) | کیا ستم ہے تو جان پر نہ کیا
جورِ شیریں نے کوہکن اوپر | گر کیا بھی تو اِس قدر نہ کیا

حیف بیدار تیری آنکھوں میں
خواب نے ایک شب بھی گھر نہ کیا

غ ۳۹ ش ۵

مے و ساقی ہیں سب یک جا آہا ہا ہا آہا ہا ہا | عجب عالم ہے مستی کا آہا ہا ہا آہا ہا ہا
بہار آئی، تڑانے پھر لگے زنجیر دیوانے | ہوا شورِ جنوں برپا آہا ہا ہا آہا ہا ہا

---

[1] جیتا = جتنا۔ [2] وتیا = وتنا۔

جن آنکھوں نے نہ دیکھا تھا کبھی یک اشک کا قطرہ
چلے ہیں اُس[1] سے اب دریا آہا ہا ہا آہا ہا ہا

مرے گھر اس ہوا میں ساقی و مطرب اگر ہوتے
تو کیسی میکشی کرتا آہا ہا ہا آہا ہا ہا

کیا بیدار سے عاشق کو تو نے قتل اے ظالم
کوئی کرتا ہے کام ایسا آہا ہا ہا آہا ہا ہا

غ ۴۰
ش ۷

بارہا یار سے چاہا کہ ہوئیں اغیار جُدا
لیکن اُس گُل سے نہ یکدم ہووے[2] وہ خار جُدا

تیرے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار
گُل جُدا، سرو جُدا، نرگسِ بیمار جُدا

دور کرتا ہے عبث سبزۂ خط عارض سے
آئینے سے نہیں ممکن ہووے[3] زنگار جُدا

یاد کرتے ہیں تجھے دیر و حرم میں شب[4] و روز
اہلِ تسبیح جُدا، صاحبِ زنّار جُدا

بیکسی پر مری[5] کس طرح نہ رو دیں مردم
ایک دل تھا سو ہوا اُس کو بھی لے یار جُدا

تجھ بِن اے یارِ جفا کار عجب حالت ہے
دل جُدا نالہ کناں، چشم ہے[6] خونبار جُدا

رات کو بزم میں بے[7] روئے درخشاں تیرے
شمع گریاں ہے[8] جُدا، دیدۂ بیدار جُدا

غ ۴۱
ش ۵

جو آگے چھوڑے مجھے غم تری جُدائی کا
تو لیوں گا پھر نہ کبھو[9] نام آشنائی کا

کسی کے دل کو نہیں ہے قرار عالم میں
کیا ہے تو نے مگر قصد[10] دلربائی کا

اُگے ہیں پنجۂ مرجاں مزار سے اُس کے
شہید ہووے جو کوئی اُس کفِ حنائی کا

مرے قدم سے ہے سرسبز بوستانِ جنوں
ہر ایک آبلہ گُل ہے برہنہ پائی کا

---

[1] ن ۲: رواں ہے اُن سے۔
[2] ن ۲: یک دم نہ ہووے۔
[3] ن ۲: کہ ہو
[4] ن ۲: میری یہ۔
[5] ن ۲: ہے۔
[6] بینے تیرے روئے درخشاں کے بغیر۔
[7] ن ۲: تھی۔
[8] ن ۲: تمام عمر نہ لوں۔
[9] ن ۲: نہیں رہا ہے کسو کے اب اختیار میں دل۔
[10] ن ۲: قصد مگر تو نے۔

جہاں ہو نقشِ قدم اُس کا دیکھیو بیدارؔ!
نشاں ہے اُس جگہ[1] میری بھی جبہہ سائی کا

غ ۴۲
ش ۵

آپ میں دیکھ اُسے میں رہ نہ سکا — ایک (بھی) بات آہ کہہ نہ سکا
چشم بد دور کیا ہی مکھڑا ہے — تاب لا جسکی مہر و مہ نہ سکا
عکس اُس کا پڑا جو دریا میں — آب حیرت زدہ ہو بہہ نہ سکا
آئینہ کس طرح سے ہووے چار — دیکھ اُسے میں تو بھر نگہ نہ سکا

چاہئے تھا جو کچھ کہ بیاں کرنا
حیف بیدارؔ! ہو تو وہ نہ سکا

غ ۴۳
ش ۷

جلوہ دکھا کے گزرا وہ نورِ دیدگاں کا — تاریک کر گیا گھر حسرت کشیدگاں کا
یہ مارِ زلف ہے وہ جس کا نہ بچے کاٹا — اُترے ہے زہر کس سے افعی گزیدگاں کا
غم یار کا نہ بھولے سو باغ اگر دکھا دیں — کب دل چمن میں وا ہو ماتم رسیدگاں کا
رنگِ حنا پہ تہمت اُس لالہ رو نے باندھی — ہاتھوں میں مل کے آیا خوں دل طپیدگاں کا
اہلِ قبور او پردہ شوخ گل جو گزرا — بیتاب ہو گیا دل خاک آرمیدگاں کا
سائے سے اپنے وحشت کرتے ہیں مثلِ آہو — مشکل ہے ہاتھ لگنا از خود رمیدگاں کا

یوں میرؔ سے سنا ہے وہ مست ناز بیدارؔ!
"تہ کر گیا مصلّٰی عزلت گزیدگاں کا"

غ ۴۴
ش ۵

صبح کو بے نور بن تیرے[2] چراغِ لالہ تھا — جائے بانگِ گُل چمن لبریز آہ و نالہ تھا
خط تھا اُس عارضِ روشن پہ گویا جلوہ گر — گردِ رخسارِ مہِ تاباں سوادِ ہالہ تھا

---

[1] ن ۲: کہ وہاں نشان ہے۔

[2] ن ۲: تجھ بن سحر۔

لعل پر منصوب جیسے ہو گہر اِس لطف سے — اُس لبِ نگین پہ جوشِ حسن سے تبخالہ تھا

مِل گئی تھی اُس میں کل کِس کے دلِ سوزاں کی خاک — گردبادِ دشت فرسا شعلۂ جوّالہ تھا

ہو گیا گرتے ہی تیری چشم سے دامن کے پار
اشک تھا بیدارؔ یا اِک آگ کا پرکالہ تھا

غ ۴۵ ش ۱۳

گر اِسی طرح سج بنایئے گا — محشر آباد کر دِکھایئے گا[۱]

عمر وعدوں ہی میں گنوائیگا — آیئے گا بھی یا نہ آیئے گا

مہرباں قدر جانیے میری — مجسا مخلص کہیں نہ پایئے گا

یہی قامت ہے گر یہی رفتار — حشر برپا ہی کر دکھایئے گا

یہی رونا اگر ہے لے انکھیوں — خانۂ مردماں ڈبایئے گا

ماہ رویاں! کہاں تلک ہم کو — آتشِ ہجر میں جلایئے گا

ضبطِ گریہ نہ ہوئیگا جوں شمع — سوزِ دل گر تمیں سنایئے گا

حُسن جاتا ہے خط کی آمد ہے — ہاں ہمیں کیوں نہ اب منایئے گا

مغتنم جانو ہم سے مخلص کو (ق) ڈھونڈیے گا تو پھر نہ پایئے گا

یہ نہ ہوگا کہ یہاں سے اُٹھ جاویں — ایسی سو باتیں گر سنایئے گا

ایک دو کیا ہزار سے بھی ہم — نہیں ڈرتے اگر بلایئے گا

آج جو ہو سو ہو یہی ہے عزم — تم کو ہر طرح لیکے جایئے گا

جس نے بیدارؔ دل لیا میرا
ایک دن تجھ کو بھی دکھایئے گا

غ ۴۶ ش ۷

نہیں کچھ ابر ہی شاگرد میری اشکباری کا — سبق لیتی ہے مجھ سے برق بھی آبیقراری کا

[۱] ن ۲ میں پورا شعر یوں ہے: نہیں عالم میں کوئی بچنے کا / گر اسی طرح سج بنایئے گا

نوٹ: ن ۲ میں غزل نمبر ۴۵ کا تیسرا، پانچواں، چھٹا، ساتواں شعر نہیں ہیں۔

چمن میں ایسی ہی نغمہ سرائی کی کہ بلبل کو　　سر پر آرائے گلشن نے دیا خلعت ہزاری کا

سحابِ سرخ میں اس رنگ سے چمکی نہیں بجلی　　جو ہے جھمکا ترے دامانِ رنگیں پر کناری کا

ٹک اے بت اپنے مکھڑے سے اٹھا دو گوشۂ برقع　　کہ اِن مسجد نشینوں کو ہے دعویٰ دینداری کا

دکھا دوں گر ترے کوچے میں اشک اپنی کی گلریزی　　تڑق جاوے کلیجا رشک سے ابر بہاری کا

کروں کیا تیرے بن دیکھے میں یکدم رہ نہیں سکتا　　کہ ہوں مجبور میں اِس امر میں بے اختیاری کا

نہ اب آرام ہے دل کو نہ خواب آنکھوں میں آتی ہے
ثمر بیدارؔ یہ مجھ کو ملا اُس گل کی یاری کا

غ ۴۷
ش ۷

نہ جاہ و حشم کا طالب ہوں نے (میں) احتشامی کا　　مجھے اے شاہِ خوباں فخر بس تیری غلامی کا

زبس اُس گلبدن میں (ہی) نزاکت تابِ گرمی سے　　عرق میں بھیگ کر رنگیں ہوا جامہ دو دامی کا

نہیں دیکھی ہے اب تک چال اُس شمشاد قامت کی　　کہ دعویٰ تجکو ہے اے کبک اپنی خوش خرامی کا

رکھے جوں نیشکر انگشتِ حیرت منہ میں ہر طوطی　　کروں ذکر اُس شکر لب کی اگر شیریں کلامی کا

سرشک افشاں نہیں ہوتا کبابِ پختہ آتش پر　　سبب ہے گریہ سوزِ عشق میں عاشق کی خامی کا

گیا درسِ کتب مدت سے یادِ چشمِ ساقی میں　　مگر پڑھنے میں آتا ہے کبھو دیوان جامی کا

مری آنکھوں کا بالا خانہ کہ خالی ہے آ بیٹھے
اگر بیدارؔ اُس کو شوق ہے عالی مقامی کا

غ ۴۸
ش ۹

بے مروت، بیوفا، نامہرباں، نا آشنا　　جس کے یہ اوصاف کوئی اُس سے ہو کیا آشنا

تنگ ہو سکے[۵۱] سے اپنے جس کو ہونا آشنا　　وہ بتِ وحشی طبیعت کس کا ہوگا[۵۲] آشنا

واہ واہ اے دلبرِ کج فہم یوہیں چاہیئے　　ہم کو دشمن بوجنا[۵۳]، غیروں سے ہونا آشنا

بدمزاجی، ناخوشی، آزردگی کس واسطے　　گر برے ہم ہیں تو ہووے اور سے جا آشنا

---

[۵۱] ن ۲ = دیکھ کر سایہ کو اپنے رم کرے آہو کی طرح۔
[۵۲] ن ۲ = ہووے کس کا۔
[۵۳] ن ۲ = ہم سے ہونا آشنا۔

یہ ستم، یہ درد، یہ غم، یہ الم مجھ پر ہوا — کاشکے تجھ سے میں اے ظالم نہ ہوتا آشنا

نے ترحم نے کرم نے مہر ہے اے بے وفا — کس توقع پر بھلا ہو کوئی تیرا آشنا

آشنا کہنے کو تو یوں آپ کے ہو ویں گے سو (ق) — پر کوئی اے مہرباں ایسا نہ ہوگا آشنا

خیر خواہ و مخلص و فدوی جو کچھ کہئے سو ہوں — عیب کیا ہے گر رہے خدمت میں مجھ سا آشنا

آشنائی کی توقع کس سے ہو بیدارؔ پھر
ہو گیا بیگانہ جب دل سا ہی اپنا آشنا

غ ۴۹ ش ۵

آہ وہ ماہ نمایاں نہ ہوا — مطلبِ دیدۂ گریاں نہ ہوا

چاہیے اُس کو ترا رُو دیکھے — کبھی جو شخص کہ حیراں نہ ہوا

دیکھ کر تیری کمانِ ابرو — کون عاشق ہے کہ قرباں نہ ہوا

زلفِ شب رنگ کے سودے میں تری — دل نہیں وہ کہ پریشاں نہ ہوا

حیف اِس باغِ جہاں میں بیدارؔ
غنچۂ دل مرا خنداں نہ ہوا

غ ۵۰ ش ۷

گرچہ دلکش ہے دلبراں کی ادا — پُر نکیلی ہے تیری بانکی ادا

کھب گئی جی میں اُس جواں کی ادا — بل بے تیکھی نگاہ و بانکی ادا

خار سی دل میں رہ کھٹکتی ہے — آہ ہر آن گلرخاں کی ادا

دل و دیں، عقل و ہوش آ لوٹا — کیا ہی کافر ہے اِن بتاں کی ادا

ایک عالم کو جان سے کھویا — تو بھی سستی ہے اُس دہاں کی ادا

خندۂ گل میں کب ہے اتنا لطف — تو نے سیکھی ہے یہ کہاں کی ادا

باتوں باتوں میں دل لیا بیدارؔ — دیکھی اُس میرے دلستاں کی ادا

غ ۵۱
ش ۳

ہوائے عشق سے سرسبز باغ ہے دل کا   گُل گِن چمنِ لالہ داغ ہے دل کا
ترے جمال سے روشن چراغ ہے دل کا   مئے نشاط سے لب ریز ایاغ ہے دل کا

اِسی تلاش میں بیدارؔ تھا کئی دن سے
اب اُس کی زلف میں پایا سراغ ہے دل کا

غ ۵۲
ش ۳

کونسا روز کہ یادِ رخ دلبر نہ کیا   کون سی شب کہ میں تر اشک سے بستر نہ کیا
پری و حور و ملک، جن و بشر ہیں تسخیر   کون ایسا ہے جسے تو نے مسخّر نہ کیا

اے صبا تو نے کہیں حیف دماغ بیدارؔ
نکہتِ گیسوئے مشکیں سے معنبر نہ کیا

متفرقات (۶ شعر)

نالہ ہر چند ہم نے کر دیکھا   آہ اب تک نہ کچھ اثر دیکھا
آج کیا جی میں آگیا تیرے   مُتبسّم ہو جو اِدھر دیکھا

مہرباں بھی ارے بے مہر کبھی ہووے گا   یا اسی غم میں مری جاں کتئیں کھووے گا
گر ایک حرف لکھوں ہجر کی شکایت کا   تو پشت رو ہوے یکساں مری کتابت کا
خیالِ زلف کے معنی کو کیا کروں تحریر   ہر ایک سطر مُطوّل ہے جس حکایت کا
ہم چشم ابر دیدۂ تر گرچہ ہو سکا   لیکن غبارِ غم مرے دل سے نہ دھو سکا

نوٹ: غزل نمبر ۵۲، ن ۲ میں نہیں ہے۔
نوٹ: متفرق اشعار ن ۲ میں نہیں ہیں۔

ردیف ب

غ ۵۳
شعر ۲

جو ایک شب ہو مرے میہماں مرا صاحب ۔ تمیں[۵۱] ہو اِس میں بھلا کیا زیاں مرا صاحب
کمر میں خنجر و تیغ و سپر حمائل ہے ۔ یہ سج بنا کے چلے ہو کہاں مرا صاحب
مرے تو قتل کو بس ہے اشارۂ ابرو ۔ عبث ہی کھینچے ہو تم کماں مرا صاحب
کہو ہو رات کہ تیغ جفا سے کیجے قتل ۔ یہ دل ہے کُشتنی ایسا ہی ہاں مرا صاحب
نقاب رُو سے اُٹھا بے حجاب ہو بیٹھو ۔ کوئی تو غیر نہیں ہے یہاں مرا صاحب
بھلا بتاؤ کہ ایسی ہوی ہے کیا تقصیر ۔ کہ جس سبب سے ہو نامہرباں مرا صاحب
نہ مانو گفتۂ حاسد کو ہے سراسر جھوٹ (ق) کرے ہے مجھسے تمیں بدگماں مرا صاحب
تمھارے جور کا شکوہ کروں یوں غیروں سے ۔ مجھے مجال ہے اتنی کہاں مرا صاحب
خدا کے واسطے تحقیق کرکے دیکھو تو ۔ دروغ گو ہوں میں یا حاسداں[۵۲] مرا صاحب
قسم ہے اِس میں گنہ جس کا تم پہ ثابت ہو ۔ چھُری سے کاٹیے اُسکی زباں مرا صاحب
دگرنہ کاہے کو ں ہوتے ہو مجھسے آزردہ ۔ کہے سے غیر کے تم ہر زماں مرا صاحب

ہوا ہے آج میں دیکھا تمھارے کوچے میں (ق) شہیدِ تیغِ ستم یک جواں مرا صاحب
وہ خاک و خوں میں ہے آلودہ سر سے پاؤں تک ۔ ہر ایک زخم سے ہے خوں چکاں مرا صاحب

---

۵۱ تمیں = تمھارا۔
۵۲ یہ جمع بہ قاعدۂ فارسی ہے اب اردو میں متروک ہے۔

ہوا جو کشتۂ شمشیرِ ظلم وہ مظلوم ۔۔۔ سُنا ہے تم نے کچھ اُس کا بیاں مرا صاحب
یہ سُن کے مجھ سے لسانِ کرم سے فرمایا ۔۔۔ نہ لاؤ ذکر یہ تم درمیاں مرا صاحب
مجھے کہیں ہیں کہ اِس نے ہی اُسکو مارا ہے ۔۔۔ رکھیں ہیں مجھ پہ عبث بدگماں مرا صاحب
خدا ہی جانے میں واقف نہیں کہ آج اُسے ۔۔۔ شہید کس نے کیا ہے کہاں مرا صاحب
میں پھر کے ڈرتے ہی ڈرتے کہا کہ دامن پر ۔۔۔ بھلا یہ کیسے ہیں خوں کے نشاں مرا صاحب
کیا ہے تم نے اُسے قتل کیوں مکرتے ہو ۔۔۔ ہنوز تیغ سے ہے خوں چکاں مرا صاحب

تمھارا عاشقِ جاں باز وہ جو تھا بیدآر
کیا کسی نے اُسے قتل وہاں مرا صاحب

غ ۵۴ ش ۷

وقتِ سحر نہ کھینچے اگر مُنہ پہ تو نقاب ۔۔۔ مانندِ ماہِ ابر نمایاں ہو آفتاب
اے نوریاب رُخ سے ترے مہر و ماہتاب ۔۔۔ کیا ہو کہ تجھ جمال سے ہوں ہم بھی کامیاب
جائے شراب اشک ہے موجود لیجئے ۔۔۔ گر چاہیے گزک تو ہے حاضر جگر کباب
دیکھا تھا زلف کو تری گلشن میں ایک دن ۔۔۔ سنبل ہنوز رشک سے کھاتا ہے پیچ و تاب
کیا جانے کس پری کی نظر ہو گئی اُسے ۔۔۔ ہے آج میرے دل کو نہایت ہی اضطراب
امواجِ بحر آ نہ سکے ہے شمار میں ۔۔۔ کیا دوں سر شکِ چشم کا اپنے تجھے حساب
بیدآر جب سے وہ بتِ آرام جاں گیا ۔۔۔ تب سے نہیں ہے دیدہ دل کو قرار و خواب

غ ۵۵ ش ۹

اُس مہ جبیں کے سامنے کیا آئے آفتاب ۔۔۔ ہر چند غرقِ نور ہے سیمائے آفتاب
وہ روئے شعلہ تاب ہے یہ جس کے سامنے ۔۔۔ سوزاں ہو نورِ دیدۂ بینائے آفتاب

نوٹ: غزل نمبر ۵۳ ن ۲ میں نہیں ہے۔

اُس آئینہ عذار نے حیراں کیا مجھے — پہنچے نہ جس کو روئے مُصفّائے آفتاب
تا سیرِ باغِ حُسنِ تباں بھر نظر کرے — شبنم صفت ہو دیدہ سراپائے آفتاب
گل گوں قبا کے میرے مُقابل نہ ہو سکے — جامہ شفق کا پہن ہزار آئے آفتاب
ہر چند روز و شب ہے سیاحت میں پر کبھو — دیکھے تجھے تو شرم سے رہ جائے آفتاب
مانندِ شمع آب ہو کرتے ہی یک نظر — تجھ شعلہ رُو کی تاب کہاں لائے آفتاب
دیکھا ہے میں نے جلوہ گر اپنی بغل میں رات (ق) — بیدار! خواب میں رُخِ زیبائے آفتاب

اغلب ہے یہ کہ آوے مرے بر میں آج وہ
خیرہ ہو جس سے چشمِ تماشائے آفتاب

غ ۵۶ ش ۷

اُس شعلہ رُو کی بزم میں گر آئے آفتاب — خفّاش وار منہ کو چھپا جائے آفتاب
خورشید کی طرف نہ کریں منہ کو پھر کبھو — دیکھیں چمن میں تجکو جو گلہائے آفتاب
کس کی نقاب اُٹھ گئی منہ پر سے یہ کہ آج — ہے زرد شرم سے رُخِ زیبائے آفتاب
اُس ماہتاب رُو کا ہے جلوہ کچھ اور ہی — ہے غرقِ نور گرچہ سراپائے آفتاب
برقع اُٹھا کے منہ کو دکھا دے تو ایک دن — رہ جائے جی میں نہ تمنّائے آفتاب
(یہ) تیرے اس عذار کی کب تاب لا سکے — شبنم کی طرح دیکھ کے اُڑ جائے آفتاب

بیدار! پیجے اس شبِ مہتاب میں شراب
ہے (دستِ) سُرخِ یار میں مینائے آفتاب

غ ۵۷ ش ۷

لبِ میگوں میں ترے دیکھ بہم آتش و آب — ایک جا لعل صفت رہ گئے جم آتش و آب
تو ہے مختار جلا، خواہ ڈبا عاشق کو — غضب و لطف ہی تیرا ہے صنم آتش و آب
داغِ جانسوز بدل، شعلہ بلب، اشک بچشم — شمع پر کرتے ہیں کیا کیا یہ ستم آتش و آب

اشک طوفانِ بلا، برقِ جہاں سوز ہے آہ　　جل بجھیں یہاں جو رکھیں آ کے قدم آتش و آب

شمع ساں عشق میں بیدار اب اُس (مہ) رو کے

ہے گدازِ جگر و سوزشِ غم آتش و آب

غ ۵۸ ش ۸

لے چکے دل تو جنگ کیا ہے اب　　آملو پھر درنگ کیا ہے اب

پی گئے خُم کے خُم نہ کی مستی　　یہاں شرابِ فرنگ کیا ہے اب

اُس نگہ کا ہے دل جراحت کش　　زخمِ تیغ و خدنگ کیا ہے اب

ہوں میں دریائے عشق کا غوّاص　　خوفِ کامِ نہنگ کیا ہے اب

دید و وا دید تو ہوئی باہم　　شرم اے شوخ و سنگ کیا ہے اب

دل سے وحشی کے تیئں شکار کیا　　صیدِ شیر و پلنگ کیا ہے اب

تھی جو رسوائی ہو چکی بیدار!

پاسِ ناموس و ننگ کیا ہے اب

غ ۵۹ ش ۹

کیوں نہاں رنگِ صفا میں ہوں علم آتش و آب　　ہیں بر شیشہ میں تیرے اے صنم آتش و آب

چشمۂ چشم میں یوں رکھتے ہیں ہم آتش و آب　　گُل کو گرد میں جیسے ہے بہم آتش و آب

لا سکے تاب نہ ہم اُس کے لبِ دنداں کی　　کہتے ہیں کھا دُرِ دکّان قسم آتش و آب

دیکھ تیرا رخِ رنگین و قدِ خوش رفتار　　ہم گل و سرو خجالت میں ہیں ہم آتش و آب

مہ تجھے دیکھے تو ہو سوز و گدازِ غم سے　　شمع کی طرح سے سر تا بقدم آتش و آب

ہو گیا عکس سے خوباں کے چراغ لب جو　　جلوہ گر دیکھے ہیں کس لطف سے ہم آتش و آب

دیکھ کر داغ دل و دیدۂ تر کو میرے　　اپنے مرکز کی طرف کر گئے رم آتش و آب

ثمرِ بخل و سخا وہاں ہے بہشت و دوزخ　　حق میں زردار کے ہیں دام و درم آتش و آب

دُر و یاقوت بنے قطرۂ و اخگر ہو کر   تیری سمرن کیلئے مل کے بہم آتش و آب

جوں ہوا ٹھہریئے پھر معرکۂ ہستی میں (ق) ایک حملہ ہی میں لیں راہِ عدم آتش و آب

آہ اور اشک سے بیدار مقابل ہو اگر
شعلۂ و موج کی کر تیغ علم آتش و آب

ردیف ت

غ۶۰ ش۷

خط اُس عذار پہ دیکھا ہے ہم نے خواب میں رات   رہے چھپی ہی الٰہی اِس آفتاب میں رات

کہاں ہے نور ترے مُنہ کے سامنے دن کو   جہاں ہے زلف تری وھاں ہے کس حساب میں رات

ترے فراق میں اے رشکِ آفتاب مجھے   خدا ہی جانے کہ گذرے گی کس عذاب میں رات

پھنسا ہے زلف میں تیری مگر کسو کا دل   کٹے ہے مجکو نہایت ہی پیچ و تاب میں رات

کسی کو تاب نہ آئی کہ پھر نظر دیکھے   اگرچہ تھا وہ مرا شمع رو نقاب میں رات

رہا حجاب میں ویسا ہی وہ پنٹ محبوب   ہزار مست کیا اُس کو ہم شراب میں رات

نہیں توقعِ بیدار تا سحر ہم کو
رہا اگر وہ اِسی طرح اضطراب میں رات

غ۶۱ ش۸

بیدار کروں کس کو میں اظہارِ محبت   بس دل ہے مرا محرمِ اسرارِ محبت

ای شمعِ دل افروزِ شبِ تارِ محبت   تجھ سے ہی ہے یہ گرمیِ بازارِ محبت

ہر بوالہوس اِس جنس کا ہوتا نہیں خواہاں   جاں باختگاں ہو دیں خریدارِ محبت

ثابت قدم اس رہ میں جو ہیں شمع کے مانند
سر دیتے ہیں کرتے نہیں اظہار محبت

اے لالہ رخاں اسکے تئیں داغ نہ سمجھو
پھولے ہے مرے سینے میں گلزار محبت

ای شیخ قدم رکھیو نہ اِس راہ میں زنہار
ہے سجدہ شکن رشتۂ زنار محبت[۱]

گو ہم سے چھپایا بھی تو بیدار ولیکن (ق)
انکار بھی تیرا ہے یہ اقرار محبت

رہتا ہے مری جان کہیں عشق بھی مخفی
ظاہر ہے تری شکل سے آثار محبت

غ ۶۲
ش ۹

دل سلامت اگر اپنا ہے تو دلدار بہت
ہے یہ وہ جنس کہ جس کے ہیں خریدار بہت

ایک میں ہی ترے کوچے میں نہیں ہوں بیتاب
سر پٹکتے ہیں (خبر لے) یہیں دیوار بہت

دیکھیئے کس کے لگے ہاتھ ترا گوہر وصل
اِس تمنا میں تو پھرتے ہیں طلبگار بہت

کہیں نرگس کو مگر تو نے دکھائیں آنکھیں
نہیں بچتے نظر آتے ہیں (یہ) بیمار بہت

کیا کروں کس سے کہوں حال کدھر کو جاؤں
تنگ آیا ہوں ترے ہاتھ سے دلدار بہت

اپنے عاشق سے کیا پوچھو تو (کیسے) یہ سلوک
اور بھی شہر میں ہیں تجھ سے طرحدار بہت

تیرے آتے تو کوئی پھول نہ ہوگا سرسبز
کیا ہوا باغ میں گو پھولے تھے گلزار بہت

ایک دن تجکو دکھاؤنگا میں اِن خوباں کو
دعوئ یوسفی کرتے تو ہیں اظہار بہت

جرم بوسہ پہ جو بیدار کو مارا مارا
نہ کرو جانے دو اِس بات پہ تکرار بہت

(ش = ۴)

دکھاوے دستِ نگاریں سے تو اگر انگشت
تو ہووے پنجۂ مرجاں فدائے ہر انگشت

جو چاہتا ہے کہ ہووے حنا سے رنگیں تر
تو میرے خوں میں ڈبولے تو سر بسر انگشت

[۱] ان ۲ میں اس شعر کے بعد چند اور شعر بھی حاشیے پر ہیں مگر کٹ گئے پڑھے نہیں جاتے۔

کہو تو کس سے میں پوچھوں نشانِ خانۂ دوست
کہ آشیانۂ عنقا ہے آشیانۂ دوست

سنا تھا ایک شب آتی نہیں ہے نیند ہنوز
عدوے خواب تھا بیدار کیا فسانۂ دوست

ردیف ث

غ ۶۲ ش ۷

کم نہ ہو ویگا جنوں اسکی ہے تدبیر عبث
کرتے ہیں میرے تئیں بستۂ زنجیر عبث

کرلیا طائرِ دل چشمِ فسوں ساز نے بند
دام سازی میں ہے (وہ) زلفِ گرہ گیر عبث

حیرت آجائیگی مُنہ دیکھتے ہی اے نقّاش
تجکو اُس شوخ کی ہے خواہشِ تصویر عبث

باندھے فتراک سے وہ صید فگن تو معلوم
اِس توقع پہ طپاں ہے دلِ نخچیر عبث

مرگ سے خوف نہیں عاشقِ جاں باختہ ہوں
کھینچ کے مجکو ڈراتا ہے تو شمشیر عبث

حال کو میرے کہا سُن کے کہ ہے سب جھوٹ
مانتا میں نہیں کرتا ہے تو تقریر عبث

دل میں اُس کے نہ کیا آہ نے بیدار اثر
اِس شجر سے ہے امید برِ تاثیر عبث

ردیف ج

غ ۶۴ ش ۷

چشم و عارض ہی نہیں لیتے گل و نرگس سے آج
زلف بھی لیتی ہے اُس کی مشک و عنبر سے خراج

نشّۂ مے سے ہوئی ہے سُرخ رو ایسا تک کہ آج
رنگِ گل اُس سرخیِ رخسار کو دیتا ہے باج

اینڈتے ہیں بیخوداں کوچہ بکوچہ مثلِ تاک
دَور میں اُس چشم کے یہاں تک ہے مستی کا رواج

تیرے آگے یہ رخشاں سچ ہے کہاں رکھتے ہیں نور
روبرو خورشید کے کیا عزت شمع و سراج

یہ نزاکت، یہ صفا، یہ لطف ہے اُس میں کہاں
ہے غلط گر دیجے ساعد کو ترے تشبیہ عاج

وہ کرم، وہ لطف، وہ شفقت نہیں باعث ہے کیا
اِن دنوں کچھ اور ہی ہے آپ کا ہم سے مزاج

نے شفا، نے موت، نے طاقت شکیبائی کی ہے
کیا کروں بیدار اِس بیماریٔ دل کا علاج

غ ۶۵
ش ۵

چشم ساقی نے چھکایا سب کو میخانے میں آج
ہے بجائے مے عرق خجلت سے پیمانے میں آج

پھر سر نو سے بیاں کر اسکو تو اے قصہ خواں
بوئے درد آتی ہے مجکو تیرے افسانے میں آج

دیکھئے کیا ہو مرے دل پر کہ وہ ہے درمیاں
ہو رہی ہے جنگ باہم زلف اور شانے میں آج

پھونک دی یہ آگ کس کے حسن بزم افروز نے
اور ہی کچھ سوختن ہے شمع و پروانے میں آج

ہے در و دیوار سے بیدار روشن نورِ حسن
میہماں ہے کون بارے تیرے کاشانے میں آج

ردیف چ

غ ۶۶
ش ۷

کھو دیا نورِ بصیرت تو نے ما و من کے بیچ
جلوہ گر تھا ورنہ وہ خورشید تیرے من کے بیچ

پارہ یکتا رہیں وحدت میں جبتک ہو دوئی
راہ یکتائی ہے رشتے کے تئیں سوزن کے بیچ

صاف کر دل تاکہ ہو آئینۂ رخسار یار
مانع روشن دلی ہے زنگ ہی آہن کے بیچ

ظاہر و پنہاں ہے ہر ذرے میں وہ خورشید رو
آشکار و مختفی ہے جان جیسے تن کے بیچ

دور گر ہو سامنے سے تیرے غفلت کا نقاب
جلوۂ یوسف ہو غافل تیرے پیراہن کے بیچ

کب دماغ اتنا کہ کیجے جا کے گل گشت چمن
اور ہی گلزار اپنے دل کے ہے گلشن کے بیچ

مت مجھے تکلیف سیر باغ دے بیدار تو
گُل سے رنگیں تر ہے یہاں لخت جگر دامن کے بیچ

ر غ ۱۷، ش ۶

جو نصیحت میں کروں اُسکو رکھو کان کے بیچ — تم پہ قربان میں اِسے جان رکھو جان کے بیچ

جی مرا تن میں نہیں، جان نہیں جان کے بیچ — لمئے کیا پھر کے کھلایا ہے مجھے پان کے بیچ

ہوی زباں لعل ترے ہاتھوں سے کھاتے بیڑا — کیا فسوں پھر کے کھلایا تھا میاں پان کے بیچ

اب تلک پاس جگر میرے خوشی تھا لیکن — کیا بلا ہو گئی دل جان کو اِک آن کے بیچ

سوختہ ٹھاٹ یہ عشرت کا کیا ہے کس نے — آگ ڈالی ہے مرے عیش کے سامان کے بیچ

سُن لے بیدار اَ دُرِ گوش مرے خوباں کا
بوسے لیتا ہے یہ جھک جھک کے گہر کان کے بیچ

ر غ ۱۸، ش ۵

خوبی جتنی ہے سُنا ہے مرے دلدار کے بیچ — حُسن اور رنگ کہاں ہے[1] گا یہ گلزار کے بیچ

تیر مژگاں ہے، نگہ تیغ، کماں یہ ابروے — بولی قاتل کی طرح ہے مرے خونخوار کے بیچ

رو جو مصحف ہے، مئے گل کی نمط ہیں رخسار — یہ لچک کاں ہے چمن میں میاں گلزار کے بیچ

سندلی رنگ یہ سینا ہے گلابی لیکن — مشک عنبر کا ہے رنگ گیسوی[2] خمدار کے بیچ

ناصح کہتا ہے دلے بند کروں میں کیوں کر
اور ہی لذت ہے کچھ اس دیدۂ بیدار کے بیچ

ردیف ح

ر غ ۱۹، ش ۶

گرچہ رکھتے ہیں تباں اور ہی بیداد کی طرح — پر مرے جی میں کھبی اُس ستم ایجاد کی طرح

حکمت العین ہے دل چشم معانی ایجاد — حرف ہے اُن کے سخن پر جو کہیں صاد کی طرح

دیکھئے کون گزرتا ہے سر اپنے سے کہ آج — تیغ کھینچے ہوے آتا ہے وہ جلاّد کی طرح

---

[1] ن ۲ میں = صنم یار لکھا ہے مگر صحیح نہیں۔
[2] ن ۲ میں = زلف جو لکھا ہے مگر صحیح نہیں۔

گل تو کیا سنگ میں کرتے ہیں اثر یہ نالے
سیکھ لو مجھسے تم اے بلبلو فریاد کی طرح

گرد کھادوں تجھے اُس سروِ رواں کی سج کو
بھول جاوگی تو اے فاختہ شمشاد کی طرح

سامنے ہوتے ہی جاتی ہے رگِ جاں سے گذر
کس سے مژگاں نے تری سیکھی یہ فصّاد کی طرح

نہیں سجّادہ، پئے صیدِ خلائق زاہد
دام پھرتا ہے لئے دوش پہ صیّاد کی طرح

قربِ مسجود جو ساجد کو نہ ہو سجدے سے
سر ٹپکنا ہی فقط، ورنہ ہے زلّاد کی طرح

سخت بیرحم ہے وہ خسروِ خوباں بیدار!
جانِ شیریں کو نہ کھو مفت میں فرہاد کی طرح

جلدی سے آہ ہو گئی صبح
تخمِ فرقت کو بو گئی صبح

جی کی جی میں یہ رہ گئی بات
کچھ کہنے نہ پائے ہو گئی صبح[1]

ردیف خ

ہوتی ہے فصلِ گل میں جو مستِ بہار شاخ
کیا کھینچتی ہے دورِ خزاں میں خمار شاخ

گلدستۂ حدیقۂ جاں ہے تو یک قلم
ہر عضو پر فدا ہے ترے صد ہزار شاخ

عاشق کو ہے تحمّلِ جورِ رقیب فرض
کھینچے ہے بہرِ خاطرِ گل بارِ خار شاخ

تا عمر ہو نہ اہلِ کرم کو غرورِ مال
رکھتی ہے سر فرو بزمیں باردار شاخ

سیرِ چمن کو تو جو گیا اے نہالِ حسن
خجلت سے سرنگوں ہوی بے اختیار شاخ

رخسار و چشم و رو ہے گل و نرگس و چمن[2]
اُس گلبدن پہ کیوں نہ کرے گل نثار شاخ

---

[1] یہ دونوں شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

[2] ن ۲: قد سرو چشم نرگس و رخسار لالہ زار۔

لے شاہِ گلُ چمن میں جو دیکھا ترا جمال پاؤں پہ گر پڑی ترے بے اختیار شاخ

بلبل کے فیضِ دیدۂ خونبار سے تمام
بیدار پھر خزاں میں ہوی لالہ زار شاخ

غ ۱۰، ش ۴

پہن کے شام کو بر میں لباسِ ململِ سُرخ ہوا ہے سر بسر اے ماہ رو تو مشعلِ سُرخ

خطِ حنائی رخسار سے نہ ہو دل گیر ہوی ہے مصحفِ رو پر ترے یہ جدولِ سُرخ

شہیدِ دلبرِ خونخوارِ صندلی رنگم گنبدِ تختۂ تابوتِ من ز صندلِ سُرخ

زبسکہ ریختۂ خونِ بے گناہاں را شدہ بکوچۂ و بازار فرشِ مخملِ سُرخ

ردیف د

غ ۷، ش ۹

نہ دیا اُسکوں یا دیا قاصد! میرے نامے کو کیا کیا قاصد

نہ پھر آیا یہ کوئی لے کے جواب جو گیا وھاں سو گمُ ہوا قاصد

آج آوے گا یا نہ آوے گا میرے گھر میں وہ دل رُبا قاصد!

دل کو ہے سخت انتظارِ جواب کہ شتابی سے کیا کہا قاصد

کوچۂ یار میں مرے زنہار (ق) جائیو مت برہنہ پا قاصد

خارِ مژگانِ کشتگانِ وفا وھاں ہے اُفتادہ جا بجا قاصد

نامۂ شوق کو مرے لے کر (ق) یار کے پاس جب گیا قاصد

پھڑ کے کہنے لگا سرِ نامہ کون بیدار ہے بتا قاصد!

لے ن ۲ میں یہ شعر نہیں ہے۔
سے ن ۲، سیج بتا نامہ۔
سے ن ۲، نہ پھرا آہ۔

سے ن ۲، مُہر کو خط کی دیکھ کہنے لگا۔
نوٹ، غزل نمبر ۱۷ ن ۲ میں نہیں ہے۔

جس نے بھیجا ہے تات تیرے خط[1]
میں نہیں اُس سے آشنا قاصد

غ ۴۳ ش ۷

نالہ گو ہے خدنگ کے مانند پر وہ دل بھی ہے سنگ کے مانند
دسترس تھی ہمیں بھی اُس پا تک اے حنا تیرے رنگ کے مانند
نہ چھٹا اُس کی زلف میں جو پھنسا سچ ہے قید فرنگ کے مانند
شوخیاں برق میں بھی ہیں پہ کہاں اُس مرے شوخ تشنگ کے مانند
آہ اُس شمع رو پہ ہو کے نثار جل بجھا دل پتنگ کے مانند
رزم کیا ہو گی اُس ستم گر کی صلح تو دیکھی جنگ کے مانند

آ لگی دل میں ناگہاں بیدار!
نگہ اُس کی خدنگ کے مانند

غ ۴۴ ش ۷

نہ غم دل نہ فکر جاں ہے یاد ایک تیری ہی بر زباں ہے یاد
تھا جو کچھ وعدۂ وفا ہم سے (ق) کچھ بھی وہ تم کو مہرباں ہے یاد
اگلے ملنے کی طرح بھول گئے کیا بتاؤں تمھیں کہاں ہے یاد
ہوں میں پابندِ اُلفتِ صیاد کب مجھے باغ و بوستاں ہے یاد
محو تیری ہی روئے زلف کے ہیں نہ ہمیں وہ نہ یہ جہاں ہے یاد
دیدۂ و دل میں تو ہی بستا ہے تجھ سوا کس کی اور یہاں ہے یاد

اور کچھ آرزو نہیں بیدار!
ایک اُس کی ہی جا و داں ہے یاد

---

[1] ن ۲: تیرے ہاتھ یہ۔

ردیف ذ

غ ۵۷، ش ۸

حالِ جاں سوز کا میں اُس کو لکھوں گر کاغذ　　شعلۂ آہ سے جل جائے ہے یکسر کاغذ

گر لکھوں اُس چمنِ حُسن کا اوصافِ جمال　　ورقِ گُل کی طرح ہووے معطّر کاغذ

نہ لکھا ایک بھی بھولے سے جوابِ (نامہ)[1]　　میں نے ہر چند لکھے اُس کو مکرّر کاغذ

جنکو یھاں تک ہو مرے حال سے[2] بے پروائی　　کس توقّع پہ لکھوں کہ تو میں دیگر کاغذ

حالتِ ہجر رقم کرتے ہی اُس کو خط میں

یک قلم اشک سے بیدارؔ ہوا تر کاغذ

ردیف ر

غ ۶۷، ش ۹

جو وہ خورشید طلعت شام کو ہو بام پر ظاہر　　نہ ہووے صبحِ محشر تک خجالت سوں[3] قمر ظاہر

بہت مدّت سے جویا ہوں ملے مجکوں سراغ اُس کا　　شمیمِ زلفِ جاناں تجھ میں ہے بادِ سحر ظاہر

نہیں سرگرمِ افغاں پختہ کارِ سوزِ بے باکی[4]　　زگال[5] خام سے ہوتا ہے مجمر میں شرر ظاہر

ہزاروں نالۂ جانسوزِ دل برباد جاتے ہیں　　کبھی اے آہ کچھ تیرا بھی ہو ویگا اثر ظاہر

برابر روزِ محشر کے مجھے گزرے ہے ہر ساعت　　خدا جانے شبِ ہجراں کا کب ہوگا سحر[6] ظاہر

نہ زر ہے ہاتھ میں نے زورِ بازو مجکو ہے اپنا　　بھلا کس طرح اے دل ہووے وصلِ سیمبر ظاہر

فروغِ شمع جوں ہو پردۂ فانوس سے روشن　　مرے سینے سے یوں ہے آتشِ داغِ جگر ظاہر

---

[1] یہ شعر ن۲ میں مکرّر لکھا ہے۔ دونوں جگہ پہلے مصرع میں "جواب" کے بعد "صدا لِقا" لکھا ہے۔

[2] ن ۲: میں۔

[3] ن ۲: بیتابی۔

[4] ن ۲: زغال: کوئلہ۔

[5] سحر مؤنث ہے۔

زبانی کیجو اے قاصد مرا سوزِ جگر ظاہر[1] — نہیں دیتے ہیں اشک تر لکھو اس چشمِ خوباں کو

زبانِ دُربار ہے بیدار تیری ابرِ نیساں سے
کیے توں نے صدف سے[2] اُس دہن کے یہ گہر ظاہر

غ ۷۷
ش ۵

تجھ بن سرشکِ خوں کا ہے آنکھوں سے طغیاں اِس قدر
برسا نہیں اب تک کہیں ابرِ بہاراں اس قدر

گلشن میں گر دیکھیں مجھے ہوئیں سنبل و نرگس خجل
دل ہے پریشاں اس قدر آنکھیں ہیں حیراں اِس قدر

رکھتا ہے تو جس جا قدم ہوتا ہے لوہو کا نشاں
پامال کرتا ہے کوئی خونِ شہیداں اس قدر

ڈھونڈے جو تو دامن تلک ثابت[3] نہ پاوے ایک تار
میں چاک پھرتا ہوں کیے ناصح! گریباں اس قدر

بیدار کو دکھلاکے تو نے قتل[4] اور وں کو کیا
کرتا ہے اے ظالم کوئی ظلمِ نمایاں اس قدر

غ ۷۸
ش ۱۳

گیا ہے جب سے دکھا جلوہ[5] وہ پری رخسار — نہ خواب دیدۂ گریاں کو ہے نہ دل کو قرار

ہزار ایک سے پھولے چمن میں گل گلزار — پر اُس بغیر خوش آتی نہیں مجھے یہ بہار

برنگ لالہ سرے کشی نہیں اُس بن — کہ خونِ دل سے میں ہر روز توڑتا ہوں خمار

---

[1] ن ۲ میں یہ شعر نہیں ہے۔ پہلا مصرعہ ن ۱ میں یوں ہے:
نہیں دیتے ہیں چشم تر لکھوں اس چشم خوباں سے۔
[2] ن ۲: صدف میں سے۔
[3] ن ۲: پاوے نہ ثابت۔
[4] ن ۱: دکھلاکے توں نے قتل اس۔
[5] ن ۱: ہوئیں ہیں فرقتِ گل رو میں برق و باراں فرار۔

گلوں کے منہ پہ نہ یہ رنگِ آب و تاب رہے
دو رشکِ باغ کرے گر ادھر کو آ کے گذار

عجب نہیں کہ بہا دیویں[51] خانۂ مردم
رہے گر اشک فشاں یوں ہی دیدۂ خونبار

رہائی کیونکہ ہو یا رب میں اس میں حیراں ہوں
کہ ایک دل ہے مرا آسیہ[52] درد و غم ہے ہزار

کہاں میں اس بتِ ابرو کماں کی خدمت میں
خدنگِ ہجر نے تیرے کیا ہے دل کو[53] فگار

نہ رحم تیرے دلِ سخت میں بغیر[54] از ظلم
نہ میرے نالۂ جاں سوز میں اثر ہے[55] یار!

نہ تاب ہجر میں رکھتا[57] ہوں نا امیدِ وصال
خدا ہی جانے کہ کیا ہوگا اس کا آخر کار[56]

نہ ایک دن مجھے یہ سوجھتا ہے جی تن سے
نکل ہی جاوے گا ہمراہِ آہِ آتش بار

نہ تو مزار پہ آوے گا تا دمِ محشر
رہے گا دیدۂ گریاں کو حسرتِ دیدار

یہ سن کے کہنے لگا وہ ستمگر بے رحم
مری بلا سے جو مر جائے گا تو اے بیدار

عبث تو مجکو ڈراتا ہے اپنے مرنے سے
ہزار تجسے مرے مر گئے ہیں عاشق زار

غ ۹۷ ش ۵

یک شمہ تجھ شمیم بدن سے ہے بوئے عطر
بیجا ہے پیراہن کو ترے آرزوئے عطر[58]

اے رشکِ گل کرے ہے عبث جستجوئے عطر
تیری شمیم زلف پہ قرباں ہے بوئے عطر[59]

یک قطرۂ عرق میں ہے تیرے وہ بوئے خوش
پانی کہ جس کے رشک سے ہو صید سوئے عطر

---

[51] ن: دیوے۔

[52] اسیر ق۔ م۔

[53] ن ۲: مجکو۔

[54] ن ۲: ہے غیر۔

[55] ن ۲: ملے۔

[56] ن ۲ میں یہ شعر نہیں ہے۔

[57] ن ۲: نہ تاب ہجر میں رکھتا ہوں سو یہ۔

[58] ن ۲ میں یہ شعر یوں ہے:
اے رشکِ گل کرے ہے عبث جستجوئے عطر
یک شمہ تجھ شمیم بدن سے ہے بوئے عطر

[59] ن ۲ میں یہ شعر یوں ہے:
وہ بو ہے تجھ میں جس کو نہ پہنچے ہے بوئے گل
بیجا ہے پیرہن کو ترے آرزوئے عطر

جب سے ہوا ہے تجھ سے بغل گیر اے صنم[۲] بزمِ شہاں میں تب سے نہیں آبروئے عطر[۱]

جس کے دماغ میں ہو مرے گلبدن کی بو
بیدارؔ اس کو ہو نہ کبھو میل سوئے عطر

غ ۸۰ ش ۹

وجدِ اہلِ کمال ہے کچھ اور — شیخ صاحب کا حال ہے کچھ اور
ہوش جاتا ہے اہلِ ہوش کا سن — تیرے مستوں کا قال ہے کچھ اور
فخرِ انساں نہیں ملک ہونا — جی میں اپنے خیال ہے کچھ اور
جسکو کہتے ہیں وصل وصل نہیں — معنئ اتّصال ہے کچھ اور
غیر حرفِ نیاز سو بھی کبھو — کہ سکوں ہوں مجال ہے کچھ اور
رخِ خورشید پر کہاں وہ نور — میرے مہ کا جمال ہے کچھ اور
سرو! دعوائے ہمسری مت کر — وو قدِ نونہال ہے کچھ اور
کبک تو خوش خرام ہے لیکن — یار کی میرے چال ہے کچھ اور

دیکھ چل تو بھی حالتِ بیدارؔ
آج اس کا تو حال ہے کچھ اور

غ ۸۱ ش ۵

حیف ہے ایسی زندگانی پر — کہ فدا ہو نہ یارِ جانی پر
تیری گل کاری ابر ہو برباد — گر فدا ہو نہ یارِ جانی پر
حال سن سنکے ہنس دیا میرا — کچھ تو آیا ہے مہربانی پر
خون کشتوں کے ہو گیا دل کا — تیرے دستارِ ارغوانی پر
رات بیدارؔ! وہ مہِ تاباں — سن کے رویا مری کہانی پر

---

[۱] ن ۲ میں یہ شعر یوں ہے: اے گلبدن جو اُس سے بغل گیر تو ہوا۔ بزمِ سمن براں میں ہوئی آبروئے عطر۔
[۲] ن ۲: ہو جس دماغ میں مرے گل پیرہن کی بو۔

غ ۸۲ ش ۳

کیا ہی اب کے دھوم سے ای میکشاں آئی بہار ساغر گل میں، شرابِ ارغواں لائی بہار

گو کہ پھولے ہیں چمن میں پھول رنگا رنگ کے تجھ بن اے گل پیرہن مطلق نہ وھاں بھائی بہار

اشک نے میرے جو کی گلزار کوئے یار میں

باغ نے بیدار ایسی تو کہاں پائی بہار

غ ۸۳ ش ۳

روزی رساں خدا ہے فکر معاش مت کر اِس خار کا تو دل میں خوفِ خراش مت کر

ماضی جو تھا سو گزرا، آئندہ دیکھ (؟) جس حال میں ہے خوش رہ دیگر تلاش مت کر

جوں شمع حرفِ وحدت دل میں ہی رکھ نہاں تو

یہ سِر ہے دشمنِ سَر بیدار فاش مت کر

ردیف ز

غ ۸۴ ش ۹

خاک و خوں میں ہیں تپاں عاشقِ غمناک ہنوز تشنہ ہے تیغِ جفا اے بتِ بیباک ہنوز

سینکڑوں کشمکشِ زلف سے شانے ٹوٹے نوبت آئی نہ تری اے دلِ صد چاک ہنوز

آبلوں سے نہیں یک ذرہ کفِ پا خالی خار صحرا اے محبت میں ہوں چالاک ہنوز

تھک گئے ہاتھ ترے سیتے ہی سیتے ناصح! پر گریباں تو مرا ویسا ہی ہے چاک ہنوز

آج اے ظالمِ خونخوار کیا کس کو شکار سر بسر خوں میں جو تر ہے ترا فتراک ہنوز

رات کو شمع صفت بزم میں رویا تجھ بن جیب و دامن ہے مرا اشک سے نمناک ہنوز

ایک دن آہ کہاں غمزدہ گزرا تھا میں دشت میں تب سے ہے سوزانِ خس و خاشاک ہنوز

گور میں بھی نہ ہوی سرد تو یہ آتشِ عشق مثلِ سیماب تڑپتا ہوں تہِ خاک ہنوز

سلہ ن ا، شہید۔

اشک سے دیدۂ بیدار نے دھویا ہر چند ۔۔۔ گردِ کلفت سے رُخِ دل نہ ہوا پاک ہنوز

غ ۸۵
س ۵

ہے بعد مرگ گور میں شورِ جنوں ہنوز ۔۔۔ میں کش مکش میں دست و گریباں کے ہوں ہنوز

دعوئی کہیں کیا تھا تری چشم مست سے ۔۔۔ نرگس چمن میں شرم سے ہے سرنگوں ہنوز

ایسی وہ شکل کس کی تھی میں دیکھ کر جسے ۔۔۔ یارب مثالِ آئینہ حیرت میں ہوں ہنوز

جس سے کہ رام ہو بتِ وحشی صفت مرا ۔۔۔ آتا نہیں ہے ہات وہ میرے فسوں ہنوز

آیا تھا رات خواب میں وہ سروِ خوش خرام
بیدار چشم سے ہے رواں جوے خوں ہنوز

ردیفِ س

غ ۸۶
س ۱۴

اُس کو حنا کی دل میں نہ باقی رہے ہوس ۔۔۔ لے خوں کفِ نگار پہ ایسا ہی جم کہ بس

ای جامہ زیب چھوڑوں نہ دامن ترا کبھو ۔۔۔ دیوے اگرچہ چرخ مجھے اتنی دست رس

آنا اگر تجھے ہے تو آ اے مسیح دم ۔۔۔ مثلِ حباب چشم میں باقی ہے یک نفس

جولاں نہ دے تو رخش کو اے نازنیں سوار ۔۔۔ لاکھوں ہی جان ہر تری زیرِ سُمِ فرس

عشاق سے تو اے شکریں لب نہ تلخ ہو ۔۔۔ ممکن نہیں کہ شاخِ عسل پر نہ ہو مگس

خمیازۂ خمارِ خزاں سر پہ ہے کھڑا ۔۔۔ اِس مستی بہار میں دل! غنچہ سا نہ ہنس

تا پاک ہو یہ دامنِ آلودۂ گناہ ۔۔۔ آنکھوں سے اے سحابِ ندم اس قدر برس

---

۱ ن ۱: گل۔
۲ ن ۲: کبھی۔
۳ ن ۲: کس کی شکل۔
۴ ن ۲: مرے وہ۔
۵ ن ۲: اگر یہ۔
۶ ن ۲: مت جلد کر۔
نوٹ: غزل نمبر ۸۶ کے چھٹے شعر سے بارہویں شعر تک ن ۲ میں نہیں ہیں۔

فریاد اُس کے ظلم کی کتنی کروں بھلا (ق) ایسا یہاں ہے کون کہ ہووے وو دادرس
زخمی ہو تیغ غمزۂ خونخوارِ چشمِ یار وقتیکہ بادشاہ و گدا، قاضی و عسس
مَیں چیز کیا ہوں مجھ سے ہزاروں ہیں دلفگار اُفتادہ اُس کی چشم کے ہیں مثلِ خار و خس
پوچھا میں ایک عاشقِ بیمار سے سحر (ق) لذّاتِ دنیوی کی تجھے بی ہے کچھ ہوس؟
کہنے لگا کہ کچھ نہیں حرص و ہوا[1] مجھے جو رِ شبِ فراق میں کھینچے یہاں زبس
لیکن یہ آرزو ہے کہ اب وقت نزع میں یک بار دیکھ لوں رخِ جاں بخشِ یار بس

بیدار! خواب میں بھی نہ آیا کبھو وہ ماہ
اس آرزو میں سوتے ہی گزرے کئی برس

ردیف ش

غ ۸۷
ش ۹

دل آتش و آہ آتش و ہر داغ غم آتش ہوں سروِ چراغاں ہوں میں سر تا قدم آتش
یہ چشمۂ دل معدنِ گوگرد ہے شاید کرتی ہے جو یہاں شعلہ زنی دمبدم آتش
رونے سے مرے سینے میں آگ اور بھی بھڑکی کہتے ہیں غلط آب سے ہوتی ہے کم آتش
گر وہ بُتِ گلنار قبا جلوہ نما ہو دیں خرقۂ اسلام کو اہلِ حرم آتش
یک حرف لکھوں سوزِ دل اپنے سے گر اُسکو لگ اُٹھتی ہے کاغذ کے تئیں یک قلم آتش
جز اپنے کسو حس کو بھی سوزش نہ ہو ہم سے جوں شعلۂ مَے گرچہ سراپا ہیں ہم آتش
کرنا حذر اے شعلۂ جاں آہ سے میری یہ آگ ہے وہ جس سے کہ کرتی ہے رم آتش
کہتے ہیں کہ ہے عرشِ الٰہی دلِ مؤمن اے وائے تو دیتا ہے اُسے اے صنم آتش

[1] ن ۲: مرتا ہوں میں پر اتنی ہی دل میں ہے آرزو۔

بیدارؔ یہ ہے ساحریِ گریۂ جاں سوز
یک دست میں جوں شمع ہے ہم آب و ہم آتش

غ ۸۸ ش ۹

سبھوں سے یوں تو ہے دل آپ کا خوش
اگر پوچھو تو ہے ہم سے ہی ناخوش

خوشی تیری ہی ہے منظور ہم کو
بلا سے گر کوئی ناخوش ہو یا خوش

رواقِ چشم و قصرِ دل کی، کیا سیر
نہ کی پر آپ نے یہاں کوئی جا خوش

جفا کر یا وفا مختار ہے تو
مجھے یکساں ہے کیا ناخوش ہو کیا خوش

نہیں اس میں تو غیر از جور لیکن
مجھے کیا جانے کیا آئی ادا خوش

کیا ہے گرچہ ناخوش تم نے ہم کو
رکھے پر لے بتاں تم کو خدا خوش

خوشی ہے سب کو روزِ عید کی یہاں (ق) ہوئے ہیں مل کے باہم آشنا خوش
بھلا کچھ بھی مناسب ہے مری جاں
کہ ہو تو آج کے دن مجھ سے ناخوش

بتا ایسی کوئی تدبیر بیدارؔ!
کہ جس سے ہو وے میرا دل ربا خوش

ردیف ص

غ ۸۹ ش ۴

دیکھ اُسے شادی سے کرتا ہے دلِ دیوانہ رقص
شمع کے آگے کرے مجلس میں جیوں پروانہ رقص

کیا کروں تعریف اس زہرہ جبیں کے رقص کی
سیکھنے آتی ہے اُس سے برق بیتابانہ رقص[۱]

لغزشِ مستی نہ سمجھو اس کو تم اے میکشاں
دستِ ساقی پر کرے ہے ناز سے پیمانہ رقص

کھینچے ہے تصویر اے نقاش تو کس شوخ کی
ہر قلم (کو) صفحۂ کاغذ پہ معشوقانہ رقص

---

[۱] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔

بندِ اکل و شرب سے آزاد جو ہیں اُن کے گرد جوں گہر کرتا پھرے ہے دام آب و دانہ رقص

کر ملے بیدار! وہ مستِ شرابِ جامِ حسن
جائیے کرتے ہوئے سو جی سے تا میخانہ رقص

ردیف ض

غ ۹۰ ش ۸

عبث کرتا ہے اُس سے اے دل اب عرض گدا کی پادشا سُنتا ہے کب عرض
نہیں حاجت ہے شرحِ سوزِ دل کی کرے ہے خود بخود خشکیِ لب عرض
کہاں جمعیّتِ خاطر کہ جوں زلف کروں حالِ پریشاں کی میں سب عرض
بتاؤ تو بھلا تم اُس سبب کوں نہیں سنتے ہو میری جس سبب عرض
لگا ہے یہاں تلک منہ جام کم ظرف کرے ہے اُس سے جا کر لب بہ لب عرض
میں جاکر[۵۰] بزم میں اُس شمع رو سے (ق) کیا سوزِ دل اپنا ایک شب عرض
لگا کہنے کہ اے بیدار سن تو یہی کہتا ہے تو کرتا ہے جب عرض
جلا دوں گا میں پروانے کے مانند
جو کی بارِ دگر اے بے ادب[۵۱] عرض

غ ۹۱ ش ۸

سبزۂ خط ہے ترا ابرِ بہارِ عارض اُس کو مت[۵۲] بوجھ تو اے یار غبارِ عارض
زینتِ غازہ و خال و خط و زلفِ مشکیں ہو گیا دیکھتے[۵۴] ہی عاشقِ زارِ عارض
دیکھ کر دام میں گیسو[۵۳] کے ترے دانۂ خال نہوا کونسا دل ہے کہ شکارِ عارض

نوٹ۔ غزل نمبر ۹۰ کا دوسرا، تیسرا، چوتھا شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
[۵۱] ن ۲: مؤدب ہو کے ہیں۔
[۵۲] ن ۲: نہ سمجھ اِس کو۔
[۵۳] ن ۲: حلقۂ گیسو میں ترا۔
[۵۴] ن ۲: مرغِ دل ہو ہی گیا آ کے۔

سنگِ غیرت سے ہوا آئینۂ دل ٹکڑے
دیکھ کر زلفِ سیہ بخت کو مارِ عارض

مے پیا کر تو اگر چاہتا ہے سرخیِ رنگ
ساغرِ بادۂ گلگوں ہے نگارِ عارض

خالِ مشکین و خطِ سبز سے اے جانِ بہار
ہو گیا اور ہی کچھ نقش و نگارِ عارض

گرچہ روشن ہیں مہ و مہر کہاں پر یہ نور
فخر اِس کا ہے کہ ہوں تیرے نثارِ عارض

مثلِ خورشید درخشاں ہے رخ اُس کا بیدارؔ
تاب کس کو ہے کہ ہو اُس کے دوچارِ عارض

ردیف ط

غ ۹۲ ش ۷

چھوٹے اب اُس شعلہ خو سے مجھ سے[1] کیونکر اختلاط
چھوڑ کب سکتا ہے آتش سے سمندر اختلاط

رکھتی ہے شانے سے وہ زلفِ معنبر اختلاط
از رہ غم سے نہ ہو مجھ دل کو کیوں کر اختلاط

آتشِ حسرت یہ ہو جاتے ہیں لختِ دل کباب
اُس لبِ میگوں سے جب کرتا ہے ساغر اختلاط

دل سے اپنے رہ خبردار اُس کی باتوں[2] پہ نہ بھول
بے سبب کرتا نہیں ہے وہ ستم گر اختلاط

آخر اے دل تو نے کیا دیکھا ستم تجھ پر ہوا
ہم نہ کہتے تھے کہ ظالم اُس سے مت کر اختلاط

مان کہنے کو مرے ورنہ بہوت[3] پچتاے گا
کس سبب دیکھی ہیں ہم نے ایسی اکثر اختلاط

نقدِ دل بیدارؔ لے جاوے گا باتوں ہیں لگا
اس سے بہتر ہے کہ جتنا ہووے کمتر اختلاط

نوٹ: غزل نمبر ۹۱ کا چوتھا اور پانچواں شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

[1] ن ۲: کا۔
[2] ن ۲: باتوں۔
[3] ن ۲: بہت۔

ردیف ظ

غ ۹۳ ش ۷

جاتا ہے مرے گھر سے دلدار خدا حافظ ہے زندگی اب مشکل بے یار خدا حافظ

وہ مستِ شرابِ حسن غصے سے نہایت ہی کھینچے ہوئے آتا ہے تلوار خدا حافظ

مجھ پاس طبیب آ کے کہنے لگا اے یارو (ق) بے طرح کلا ہے اِس کو آزار خدا حافظ

حاصل نہیں درماں کا وہ ہے یہ مرض جس سے جاں بر نہ ہوا کوئی بیمار خدا حافظ

اے شیخ تو اُس بت کے کوچے میں تو جاتا ہے ہو جائے نہ سجدے کا زنّار خدا حافظ

ڈرتا ہوں کہ دل ہر دم (؟) نہ ہو جائے اُس چشمِ فسوں گر کا بیمار خدا حافظ

یوں مہر سے فرمایا اُس ماہ نے وقتِ صبح

ہم جاتے ہیں اب تیرا بیدارؔ خدا حافظ

ردیف ع

غ ۹۴ ش ۷

حُسن تیرا سا کہاں بر میں نہاں رکھتی ہے شمع ایک پھیکا سا نمک کہنے کو ہاں رکھتی ہے شمع

قتل کر مجکو تو ہنستا ہے کھڑا اے بے رحم نعش پروانہ پہ دیکھا اشکِ رواں رکھتی ہے شمع

گر تجھے دیکھے تو ہو شرم سے پانی گل کر حُسن پر اپنے بہت یوں تو گماں رکھتی ہے شمع

تیرے یک حرف میں خاموش ہو گل کے مانند گو کہ سو طرح کی تقریر و بیاں رکھتی ہے شمع

ہے غلط دیجئے رُو سے ترے اِس کو تشبیہ (ق) آب و تاب اِس قدر اے ماہ کہاں رکھتی ہے شمع

پا بہ گل، داغ بدل، دود بسر، شعلہ بلب سینہ چاک، اشک رواں، سوختہ جاں رکھتی ہے شمع

سلف ن ۲: بے طرح کچھ ادھر کو وہ مست شرابِ حسن۔ سلف ن ۲: تر دار۔

نوٹ: غزل نمبر ۹۳ کا تیسرا اور چوتھا شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

روشن اِس حال سے بیدارؔ ہوا یوں مجھکو
کہ غمِ عشق کسی کا تو نہاں رکھتی ہے شمع

غ ۹۵
س ۶

ہوی تھی اُس رخِ تاباں[1] کے کیا مقابل شمع ہے اشک ریز، جگر داغ، سینہ گھائل شمع
ترے جمالِ دل افروز پہ ہے مائل شمع پھرے ہے ڈھونڈتی تجکو ہر ایک محفل شمع[2]
زباں درازی وو[3] کرتی ہے اپنے حُسن اوپر تجھے دکھادے تو ہو جاویگی وو قائل شمع[4]
جو سرِ عشق کا طالب ہے تو گزر سر سے کہ سر کٹا کے ہوی عاشقوں میں کامل شمع
سرِ شکِ چشمِ تر و داغِ دل سے ہے روشن کہ بزم میں ہے کسی شعلہ خو پہ مائل شمع[5]
وبال جان کا ہوتا ہے سیم و زر بیدارؔ!
دلیل اس کی ہے روشن میانِ محفل شمع

ردیف غ

غ ۹۶
س ۵

روشن مثالِ شمع ہزاروں ہیں دل[6] کے داغ تربت پہ دل جلوں کے نہیں حاجتِ چراغ
طاقت نہیں ہے صبر کی اِس ابر میں مجھے ساقی! شتاب بادۂ گلگوں سے بھر ایاغ
ہنستا ہوں ورنہ طاقتِ بوسہ کہاں مجھے کا ہیکو اتنی بات سے ہوتے ہو بد دماغ
آ دیکھ میرے دیدۂ خونبار کی بہار اے گلبدن اگر ہے تجھے شوقِ سیرِ باغ
بیدارؔ رکھتے ہیں[7] قدم اِس راہِ عشق میں
ایسا ہی گم ہوا کہ نہ پایا کہیں سُراغ

---

[1] ن ۲ = ایک شب اُس ماہ کے۔
[2] ن ۲ میں یہ مطلع یوں ہے =
پھرے ہے ڈھونڈتی تجکو ہر ایک مجلس میں؛ ترے جمالِ دل افروز کی ہے مائل شمع۔
[3] ن ۲ = تو۔
[4] ن ۲ = دکھاؤں تو ہو جاے دو ہیں۔
[5] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
[6] ن ۲ = غم۔
[7] ن ۲ = ہی۔

غ ۹۷ ش ۵

ہے غنیمت دیکھ لیجے کوئی دم دیدارِ باغ ورنہ کو فصلِ بہار و کو گل و گلزارِ باغ

ہم اسیروں کو نہیں ہے ذوقِ گل گشتِ چمن ہے ہمیں چاکِ قفس ہی رخنۂ دیوارِ باغ

بار بار اس کی نظر ہو سامنے چشمِ سیاہ! زردی آنکھوں میں رکھے ہے نرگسِ بیمارِ باغ

رخصتِ پرواز آتی گر ہمیں صیاد دے یک نظر بھر دیکھ آویں دور سے دیوارِ باغ

کوئی پھول ایسا نہ دیکھا جس میں ہو رنگِ ثبات
سیر کی بیدار ہم نے گل سے لے تا خارِ باغ

ردیف ف

غ ۹۸ ش ۷

آتا ہے آج مجکو یہی بار بار حیف سب ہیں پر ایک تو ہی نہیں یھاں ہزار حیف

جس چشم میں کہ گریۂ شادی کو تھی جگہ جوں شمع تیرے غم میں ہو وہ اشکبار حیف

وہ دل کہ پروردۂ آغوشِ ناز تھا سیماب وار تو نے کیا بے قرار حیف

تیرے سبب ہیں سب سے ملاقات ترک کی ملتا نہیں تو مجھ سے ہنوز اے نگار حیف

کہنا جو کچھ نہ تھا سو تو کہتے ہو تم مجھے اس پہ بھی اب جو ہوجیے ناخوش ہزار حیف

جوں نقشِ پا میں چشم برہ عمر تک رہا تو نے پر ایک دن نہ کیا یھاں گزار حیف

بیدار جل کے آتشِ غم میں ہوا میں خاک
نکلا پر اس کے جی سے نہ اب تک غبار حیف

غ ۹۹ ش ۷

سرمہ عزیز تجھکو ہوا ہے چشمِ یار حیف برباد یا پامال ہو میرا غبار حیف

داغوں سے لالہ زار ہوا دل سے تا جگر دیکھی دگر، نہ تو نے کبھو یہ بہار حیف

دشمن ہوی ہے خلق مری تیرے واسطے | سمجھا نہ تو ہنوز مجھے دوستدار حیف
واشد کرے تو غیر سے اے گُل چمن میں جا | جوں غنچہ دل گرفتہ رہوں میں ہزار حیف
بھر عمر تیرے عشق میں اے جانِ آرزو | دل شاد نہ ہوا، رہا اُمیدوار حیف
جلتے تھے گرم شمع رخاں اہلِ زر سے یہاں (ق) | روئے تو اُن کے واسطے یوں زار زار حیف

بیدار! قدرِ اشک نہیں جانتا ہے تو
کھوتا ہے رائگاں گہرِ آبدار حیف

نہ آیا تجھ کو اے بادِ خزاں حیف | کیا تاراج گُل کا خانماں حیف[1]

ردیفِ ق

غ ۱۰۰ ش ۵

گمانِ بے وفائی مجکو اے پیارے[2] نہ تھا مطلق | گر ایسا جانتا تجھسے[3] نہ ہوتا آشنا مطلق
کیا مدت تلک سبزِ[4] ریاضِ دوستی لیکن | نہ پائی گلرخاں میں نکہتِ مہر و وفا مطلق
بجائے خونِ عاشق تو کفِ جاناں پہ بیٹھا ہے | نہ ہوگی پائیداری تجکو اِس سے[5] اے حنا مطلق
دکھاتا ہے جو تو آئینۂ غمّاز[6] کو صورت | نہیں ہے[7] سادہ رو! آنکھوں میں تیری کچھ[8] حیا مطلق

مثالِ سایہ بیدار ہر دم اُس کے ساتھ[9] پھرتا ہوں[10]
نہیں ہے مجھ سے اب تک وہ پری رو آشنا مطلق

---

[1] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
[2] ن ۲: یہ تجھسے۔
[3] ن ۲: دیتا نہ دل اے دل ربا۔
[4] سبز، مؤنث ہے۔
[5] ن ۲: اے رنگِ۔
[6] ن ۱: اغیار۔
[7] ن ۲: اے۔
[8] ن ۲: کیا۔
[9] ن ۲: برنگ۔
[10] ن ۲: اُس کے ہر دم ساتھ رہتا ہوں۔

ردیف ک

غ ۱۰۱
ش ۵

کینے کا ہے گا اگر ہم سے بھی آہنگِ فلک — بس ہے تیرِ آہ لے دل از پئے جنگِ فلک
دیکھ نہیں سکتا حسد سے ایک جا دو یار کو — پھوٹ جاوے کاش یارب دیدۂ تنگِ فلک
ایک گردش میں تو یوں[51] اُس سے کیا ہم کو جُدا — دیکھئے اب اور کیا کیا ہونگے نیرنگِ فلک
میں ہوں وہ آتش طبیعت جس کے سوزِ آہ سے — جل کے خاکسترِ فلاخن میں ہو جائے[52] سنگِ فلک
ظلم کے لاکھوں لغت ہیں پر نہیں یک حرفِ مہر — سیر کی بیدار! سرتاسر میں فرہنگِ فلک

ردیف گ

غ ۱۰۲
ش ۸

چرخ کی گردش سے یوں پھرتا ہے اس دُنیا کا رنگ — جس طرح یکساں نہیں رہتا حنائی پا کا رنگ[53]
کیوں نہ لے گلشن بھی آج اُس (ساغر) و مینا کا رنگ — گُل سے ہے خوش رنگ تر اُس کے حنائی پا کا رنگ
سر پہ دستارِ بسنتی بر میں جامہ قرمزی — کھُب گیا دل میں ہمارے اُس گلِ رعنا کا رنگ
آج ساقی! دیکھ تو کیا ہے عجب رنگیں ہوا — سُرخ مے، کالی گھٹا، اور سبز ہے مینا کا رنگ
دے بی اِس ابر سیہ میں جام جلدی سے مجھے — دل بھر آتا ہے[54] میرا دیکھ کر صہبا کا رنگ
جوں ہی منہ پر سے اُٹھا دی باغ میں آ کر نقاب — اُڑ گیا رنگِ چمن دیکھ اُس رُخِ زیبا کا رنگ
چشمِ میگوں کی تری کیفیتِ رنگیں کو دیکھ — زعفرانی شرم سے ہے نرگسِ شہلا کا رنگ

---

[51] ن ۲ = اُس مہ۔
[52] ن ۲ = ہو آ۔
[53] یہ مطلع ن ۲ میں نہیں ہے۔
[54] ن ۱ = بھر آتا ہے گا ساقی۔

دشت میں بیدارؔ تیرے اشک خونی سے تمام[1]
ہو گیا ہے لال[2] یکسر دامنِ صحرا کا رنگ

ردیفِ ل

غ ۱۰۳ ش ۵

آپ نے کہنا کیا سب کا قبول | ایک میرا ہی سخن ہے نا قبول
درد و غم، اندوہ، الم، داغ، اشک، آہ | تیری خاطر میں کیا کیا کیا قبول
اب اگر کہیے تو سنتے بھی نہیں | آگے جو کہتے تھے ہم سو تھا قبول
ایک دل ہی لے بتاں (ہے) اپنے ساتھ | نا قبول اُس کو کرو تم یا قبول

دل نہ جاتا ہاتھ سے بیدارؔ یوں
گر مرے کہنے کو تو کرتا قبول

غ ۱۰۴ ش ۱۲

تا فلک آہ گئی تا بہ سمک زاریِ دل | اور کیا شرح کروں حالِ گرفتاریِ دل
طلبِ مرگ کا باعث ہے مجھے زاریِ دل | آہ کیا شرح کروں حالتِ بیماریِ دل
کیسے کیسے الم اِس دل پہ گزر گئے تجھ بن | تو بھی یک دم نہ کئے آن کے غمخواریِ دل
تھا ہی زور تری زلفِ دل آویز[3] کا بس | خم ہوئی لا نہ سکی تابِ گرانباریِ[4] دل
دیکھئے کیا ہو کہ ہیں دست و گریباں باہم | بیوفائی تری اے یار وفاداریِ دل

---

[1] ن ۲: جس طرف کو دیکھیے بیدار تیرے اشک سے۔ [3] ن ۲: میں۔

[2] ن ۲: ہو رہا ہے سُرخ۔ [4] ن ۱: گرفتاری۔

نوٹ: غزل نمبر ۱۰۴ کا دوسرا اور تیسرا شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

غم نے گھیرا ہی تھا، گر تو نہ پہنچتا [1] سچ ہے
تجھ سوا کون کرے اور طرفداریِ دل

اُس طبیبِ دلِ رنجورِ [2] جہاں سے میں نے (ق)
جب کیا جا کے [3] بیاں حالتِ بیماریِ دل

سُن کے تب کہنے لگا کون سا دل ہے [4] تبلا
مجکو معلوم نہیں، بسکہ ہے بسیاریِ دل

میں کہا اے صنمِ رشکِ مہ و مہر سب تجھے
کیا مگر یاد نہیں روزِ خریداریِ دل

شام کے وقت [5] نہ نکلا تھا بھلا اے خونخوار
شفقی جامہ پہن بہرِ طلب گاریِ دل

سنکے [6] فرمایا مجھے تو ہیں ہو منصف بیدارؔ!
ایک ہووے تو کروں اُس کی پرستاریِ دل

تجھ سے لاکھوں ہیں پڑے چشم کے میرے بیمار
کہ تو کس کس کی کروں پرسشِ بیماریِ دل

غ ۱۰۵
ش ۹

بھڑکا ہے آہِ سرد سے جوں شعلہ داغِ دل
روشن دمِ صبا سے ہوا ہے چراغِ دل

ساقی چمن میں تو جو نہ تھا، یاد کر تجھے
خوں سے برنگِ لالہ بھرا میں ایاغِ دل

گلریزِ جلوہ تا کہ ہو وہ نوبہارِ حسن
خارِ تعلقات سے کر صاف باغِ دل

بھاتی نہیں ہے باس کسو گل کی اے صبا
کس کی ہوا ہے بو سے معطر دماغِ دل

دُنیا طلب جو چاہیں فراغت سو یہ محال
جو محوِ یادِ حق ہیں اُنہیں ہے فراغِ دل

خوں ریز چشم، شوخ نگہ، تیرزن مژہ
اِن ظالموں میں کس سے میں پوچھوں سُراغِ دل

جز درد و غم کہ حاصلِ عشقِ بتاں ہے یہ
کیا جانیں ہم کہ ہووے ہے کیسا فراغِ دل

اُس کو کہے ہے جہاں میں جوں غنچہ سر بہ جیب
ہر دم بہارِ تازہ دکھاوے ہے باغِ دل

بیدارؔ! مہرِ یار سے رکھتا ہوں مثلِ ماہ
پُر نور بے فتیلہ و روغن چراغِ دل

---

[1] ن ۲: سچھ۔
[2] ن ۲: صبح کل اُس بُت جاں بخش و مسیحا دم سے۔
[3] ن ۲: عرض کی جا کے میں جب۔
[4] ن ۲: کہنے لگا کر بتا دل کی نشانی اپنی۔
[5] ن ۲: با غمزہ و ناز آیا تھا۔
[6] ن ۲: بولا کہ بھلا۔

ردیف م

ر غ ۱۰۶
ش ۹

کیا ہوے گلشن میں آکر اے عزیزاں شاد ہم　　روئے ہر گل کے گلے لگ یار کو کر یاد ہم
قتل تو کرتا ہے آخر[1] کھول دے آنکھیں ٹک ایک　　دیکھ لیویں تیری صورت بھر کے[2] ای جلاد ہم
زلفِ مشکیں اور قدِ موزوں کے تیرے روبرو　　سخت ہی بیقدر دیکھے سنبل و شمشاد ہم
دیکھنے پائے نہ روئے گل کو تھا قسمت میں لوں　　ہو گئے تیرے اسیرِ دام اے صیاد ہم
صورتیں خونخوار ایسی سو بنا پر آج تو　　گھر نہ جانے دینگے تجکو اے ستم ایجاد ہم
کام جو ہم سے ہوا ممکن نہیں تجھ سے کہ ہو　　نقش کی ہے دل میں شکل دلربا فرہاد ہم
بال و پر تو اڑ گئے سارے قفس کی قید میں　　فصل گل دیکھینگے کیوں کر اب کے اے صیاد ہم
آنسواں سے کر وضو پڑتے ہیں دل[3] ستی نماز　　سجدۂ ابروئے جاناں میں ہوے سجاد ہم

نا پر پرواز ہے بیدار! نا فصلِ بہار
کس توقع پر قفس سے ہوئیں آزاد ہم

ر غ ۱۰۷
ش ۷

نہیں فقط تجھ حسن کی ہے ہند کے خوباں میں دھوم　　ہے تری زلفِ چلیپا کی فرنگستاں میں دھوم
تیرے دندان ولبِ رنگیں کی اے دریائے حسن　　کیا تعجب ہے اگر ہو گوہر و مرجاں میں دھوم
اے بہارِ گلشنِ ناز و نزاکت ہر طرف　　تیرے آنے سے ہوئی ہے اور[4] ہی بستاں میں دھوم
یک طرف ہیں لالہ و گل رو کے تیری مدح خواں　　یک طرف ہے زلف و خط کی سنبل و ریحاں میں دھوم
دیکھ تیرے رو[5] کو کچھ آئینہ ہی حیراں نہیں　　تجھ رخِ روشن کی ہے مہر و مہِ تاباں میں دھوم

---

[1] ن ۱: ظالم۔
[2] تذکرتین: پھر۔ بھر کے: جی بھر کے۔
[3] دل ستی: دل سے۔
[4] ن ۲: زور۔
[5] ن ۲: منہ۔
نوٹ: غزل نمبر ۶۔ ا کا ساتواں آٹھواں شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

کیا کریں پابستۂ کوئے بتاں[1] ہیں ورنہ ہم — کرتے جوں فرہاد و مجنوں دشت و کوہستاں میں دھوم

شعر کے چھوڑے کو مدت ہوی ولے بیدار کوی[2]

کہ غزل ایسی کہ ہو بزمِ سخن فہماں[3] میں دھوم

غ ۱۰۸
ش ۸

آ تیری گلی میں مر گئے ہم — منظور جو تھا سو کر گئے ہم[4]

سایے کی طرح پئے پری رو — جیدھر گذرا اُدھر گئے ہم

یھاں تک تو ہوا کہ تیری غم سے (ق) — جی سے اپنے گذر گئے ہم

اپنی تو جان آ گے ظالم![5] — جو ہم سے ہوا سو کر گئے ہم

شب کو اُس زلف کی گلی میں (ق) — لینے دل کی خبر گئے ہم

گنجایش[6] بی وہاں نہ پائی — دل پر دل تھا جدھر گئے ہم

کوہ و صحرا و بوستاں سے — مانندِ صبا گذر گئے ہم

اُس گُل کی تلاش کرتے کرتے

بیدار کدھر کدھر گئے ہم

غ ۱۰۹
ش ۷

تجھ بن گلشن میں گر گئے ہم — جوں شبنم چشمِ تر گئے ہم

اُس آئینہ رو کے ہو مقابل — معلوم نہیں کدھر گئے ہم

پاتے نہیں آپ کو کہیں یاں — حیران ہیں کس کے گھر گئے ہم

گو بزم میں ہم سے وہ نہ بولا — باتیں آنکھوں میں کر گئے ہم

---

[1] ن ۱: کوئی ایسا نہیں ہے۔
[2] ن ۲: شعر چھوڑا اگر یہ کہنا تو نے پر بیدار آج۔
[3] ن ۲: سنجاں۔
[4] ن ۱: ایک جی تھا سو نیسا ز کر گئے ہم۔
[5] ن ۲: تجھ عشق میں دل تو کیا کہ ظالم۔
[6] ن ۲: گنجایشِ مو۔

نوٹ: غزل نمبر ۱۰۸ کا دوسرا، چوتھا، ساتواں، آٹھواں شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

تجھ عشق میں دل تو گیا کہ ظالم ۔ جی سے اپنے گزر گئے ہم[۵۱]

جوں شمع اُس انجمن سے بیدارؔ!

لے داغ دل و جگر گئے ہم

غ ۱۱۰ ش ۷

محوِ رخِ یار ہو گئے ہم[۵۲] ۔ سو جی سے نثار ہو گئے ہم

فتراک سے[۵۳] باندھ خواہ مت باندھ ۔ اب تیرے شکار ہو گئے ہم

دامن کو ترے نہ پہنچے[۵۴] اب تک ۔ ہر چند غبار ہو گئے ہم

آتا نہیں کوئی اب نظر میں ۔ کس سے یہ دو چار ہو گئے ہم

تھا کون کہ دیکھتے ہی جس کے ۔ یوں عاشق زار ہو گئے ہم

ہستی ہی حجاب ہے جو دیکھا ۔ اِس بحر سے پار ہو گئے ہم

بیدارؔ! سرشک لالہ گوں سے

ہم چشم بہار ہو گئے ہم

غ ۱۱۱ ش ۹

یہ بھی کوئی وضع ہے آنے کی جو آتے ہو تم ۔ ایک دم آئے نہیں گز راکہ پھر جاتے ہو تم

دُور سے یوں تو کئی جھمکے دکھا جاتے ہو تم ۔ پر جو چاہو یہ کہ پاس آؤ، کہاں آتے ہو تم

کہئے مجھسے تو بھلا اِتنا کہ یہ میں بھی سنوں ۔ بندہ پرور کس کے ہاں تشریف فرماتے ہو تم

اُس پری صورت بلا انگیز کو دیکھا نہیں ۔ ناصحو! معذور ہو گر مجکو سمجھاتے ہو تم

دیکھئے خرمن پہ یہ برقِ بلا کس کے پڑے ۔ بے طرح کچھ تیوری بدلے چلے آتے ہو تم

---

[۵۱] غزل نمبر ۱۰۹ کا تیسرا شعر ملاحظہ ہو:
یہاں تک تو ہوا کہ تیرے غم سے
جی سے اپنے گذر گئے ہم۔

[۵۲] گلشن ہند: "اُس سے جو دو چار ہو گئے ہم"۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیوں کہ اس مصرعہ کا ایک مستقل شعر اسی غزل کا چوتھا شعر ہے۔

[۵۳] گلزار ابراہیم: میں۔

[۵۴] ن ۲: نہ پہنچے تیرے۔

جو کوئی بندہ ہوا اپنا اُس سے ہے پھر کیا حجاب
میں تو اس لائق نہیں جو مجھسے شرماتے ہو تم

آج یہ گو وہ میداں ہے اُنھیں کہہ دیجئے
دیکھیوں جن کے بھروسے مجکو دھمکاتے ہو تم

پھر نہ آدینگے کبھی ایسی ہی گر آزردہ ہو
بس چلے ہم خوش رہو کاہے کو جھنجلاتے ہو تم

حالت بیدار اب کیا کہئے آگے بیاں
وقت ہے اب بھی اگر تشریف فرماتے ہو تم

غ ۱۲۱ ش ۷

اے ظہورِ مبدأ ایجادِ خلقت السلام
خاتمِ پیغمبری و ہم رسالت السلام

صفدرِ روزِ وغا، شیرِ خدا، مشکل کشا
ابنِ عمِ مصطفٰے شاہِ ولایت السلام

حضرتِ خیر النسا عصمت و عفت آفتاب
صاحبہ مسند نشینِ عرشِ عزت السلام

یا امامِ مجتبیٰ، معصوم، اخضر پیرہن
صابرِ بیدادِ ارباب شقاوت السلام

زینتِ دوشِ رسول و زیبِ آغوشِ بتول
کربلا مقتل حسینؑ اہلِ غربت السلام

تھا رضائے حق یہ راضی تو وگرنہ یہ لعین
سامنے ہوتے ترے کیا تاب و طاقت السلام

اے شفیعِ عاصیاں بیدار ہے تیرا غلام
کیجو روزِ حشر اُس کی بھی شفاعت السلام

ردیفِ ن

غ ۱۲۲ ش ۸

خاکِ عاشق ہی ہوی[۱] ہے جو نثارِ دامن
اے مری جان تو مت جھاڑ[۲] غبارِ دامن

دوستو! مجکو نہ دو[۳] سیرِ چمن کی تکلیف
اشک ہی بس ہے مرا باغ و بہارِ دامن

سُرخ جامے پہ نہیں تیرے[۴] کناری کی چمک[۵]
برق اس ابر میں ہوتی[۶] ہے نثارِ دامن

---

[۱] ن ۲: جو ہووے ہے۔ گلشن ہند جو ہوتی ہے۔
[۲] ن ۱: جان۔
[۳] ن ۲: دو۔
[۴] ن ۱: تیرے نہیں ہے۔
[۵] ن ۲: جھمک۔
[۶] ن ۲: ہووے۔

خلشِ خارِ رہِ عشق سے اب اے ناصح[۹۰] نہ رہا ایک بھی ثابت مرا تارِ دامن[۹۱]
آج بھولے سے ہوا اے گُلِ خوبی تیرے (ق) اتفاقاً مری تربت پہ گزارِ دامن
حیف ظالم کہ تجھے کھینچ کے رکھنا یکدم نہ ہوا موئے مژہ ایک بھی خارِ دامن
آستیں تک تو کہاں اُس کی رسائی بیدار دست رس مجکو نہیں تا بکنارِ دامن
رشک کھاتا ہے جسے دیکھ کے بستانِ ارم
اشکِ بیدار نے کی ایسی بہارِ دامن[۹۳]

غ ۱۱۴ ش ۹
آوے گر اے جان تو مستِ شراب[۹۴] آغوش میں ہووے حسرت[۹۵] سے دلِ حاسد کباب آغوش میں
روز (د) شب رکھتا ہوں طفلِ اشکناب آغوش میں جیسے رکھتی ہے صدف دُرِ خوشآب آغوش میں[۹۶]
ایکدم بھی ہجر میں تھمتا نہیں بارانِ اشک چشمِ گریاں بسکہ رکھتی ہے[۹۷] سحاب آغوش میں
صبح تک ہر شب یہی رہتا ہے مجکو انتظار آہ کب آوے گا میرا آفتاب آغوش میں
یک طرف کو پارۂ دل، یک طرف لختِ جگر آتشِ ہجراں سے[۹۸] ہوتے ہیں کباب آغوش میں
دن کو رہتا ہے زبس محوِ تماشائے خیال رات کو دیکھے ہے دل تیرے ہی خواب آغوش میں
ہے یقیں آوے گا بر میں آج وہ خورشید رو خواب میں آیا[۹۹] ہے میرے ماہتاب آغوش میں
نقدِ جاں تو کھو چکا دل! کوچۂ جاناں میں تو کیوں تڑپتا ہے اب اے خانہ خراب آغوش میں
مجھ سے ہم بستر ہوا تھا ایک شب وہ گلبدن
اب تلک بیدار ہے بوسے گلاب آغوش میں

---

۹۰ ن ۲: دیکھتا کیا ہے گریباں کو جنوں سے ناصح!
یعنی تو ثابت نہ رہا ایک بھی تارِ دامن
۹۱ ن ۱: سرو خراماں کو ترے۔
۹۳ یہ مقطع ن ۲ میں نہیں ہے۔
۹۴ ن ۲: یوں ہیں آیا یار یعنی۔
۹۵ ن ۲: ہو گیا جل کر۔
۹۶ ن ۲: رکھتا۔
۹۷ ن ۲: ہیں۔
۹۸ ن ۲: پہ۔
۹۹ ن ۲: آتا۔

غ ۱۱۵ ش ۵

تجھ بن ہے بیقرار دل اے ماہ کیا کروں — کٹتی نہیں ہے ہجر کی شب آہ کیا کروں
نے دل نہ دل ربا نہ مرے جی کو ہے قرار — حیراں ہوں اِس میں اے مرے اللہ کیا کروں
اے ساحرو! بتاؤ تم ایسا فسوں مجھے — جس سے کہ ہووے اُس کو مری چاہ کیا کروں
جی کے سوائے[51] اور نہیں اب بساط میں — جاتا ہے یار گھر سے[52] میں ہمراہ کیا کروں

بیدار! جلوہ گر ہے مرا یار ہر طرف
جو بے خبر ہو اُس کو میں آگاہ کیا کروں[53]

غ ۱۱۶ ش ۵

شتاب آ کہ مجھے تابِ انتظار نہیں — کسی طرح مرے دل کے تئیں قرار نہیں
عبث کرے ہے تو وعدہ خلاف ملنے کے — تری قسم کا مجھے جان! اعتبار نہیں
شراب ساغر و ابر و بہارِ[54] گلشن ہے — ہزار حیف کہ اِس وقت یاں[55] نگار نہیں
[56]نگاہِ دیدۂ حق بیں کے روبرو اے یار — وہ کون جا ہے کہ جس میں ترا[57] گزار نہیں

ٹک آ کے دیکھ تو بیدار کے جگر کے داغ
کسو چمن میں مری جان یہ بہار نہیں

غ ۱۱۷ ش ۵

آہ اے یار کیا کروں تجھ بن — نالۂ زار کیا کروں تجھ بن
ایک دم بھی نہیں قرار مجھے — اے ستم گار کیا کروں تجھ بن
ہوں تری چشمِ مست کا مشتاق — جامِ سرشار کیا کروں تجھ بن
گو بہار آئے باغ میں لیکن — سیرِ گلزار کیا کروں تجھ بن

---

۵۱ ن ۲ = سوا کچھ اور۔
۵۲ ن ۲ = کو۔
۵۳ ن ۲ = کسو ہی طرح مرے جی کو اب۔
۵۴ ن ۲ = مینا و سبزہ۔
۵۵ ن ۲ = دہ۔
۵۶ ن ۲ = نہ دیر ہی پہ ہے موقوف کچھ نہ کعبے پر۔
۵۷ ن ۲ = اُس کا جہاں۔

دل ہے بیتاب، چشم ہیں بیخواب
جان بیدار کیا کروں تجھ بن

غ ۱۱۸
ش ۷

سینۂ داغدار رکھتا ہوں — دیکھئے لالہ زار رکھتا ہوں
نیں ہے یک جا قرار جوں سیماب[1] — بسکہ دل بے قرار رکھتا ہوں
تیری وعدہ خلافیاں یہ کچھ — میں عبث[2] انتظار رکھتا ہوں
غم نہیں خلق گو ہے آزردہ — مہرباں تجھ سا یار رکھتا ہوں
نگہ لطف اس طرف بھی کبھو — دل امیدوار رکھتا ہوں
آہ کس کس کا دوں حساب تجھے — درد و غم بے شمار رکھتا ہوں

ایسے ظالم کو دل نہ دوں بیدارؔ!
اس میں گر اختیار رکھتا ہوں[3]

غ ۱۱۹
ش ۱۱

چاہ کا تجکو مرے دل پہ گماں ہے کہ نہیں — بوئے گل دیکھ تو غنچے میں نہاں ہے کہ نہیں
جلوۂ شوخ ترا یار کہاں ہے کہ نہیں — روشن اس نور سے وہ کون مکاں ہے کہ نہیں[4]
کیوں اُٹھایا ہے صبا نے[5] ترے کوچے میں غبار — کیا وہاں آج کوئی اشک فشاں ہے کہ نہیں
اے صبا کوچۂ جاناں میں قسم ہے تجھ کو — خاکساری کا مری کچھ بھی نشاں ہے کہ نہیں[6]
اپنے بندوں پہ جو اس طرح جفا کرتے ہو — خوف کچھ تم کو خدا کا بھی بتاں! ہے کہ نہیں
یہاں تو جی آن کے ٹھہرا ہے لبوں پر اپنا — آہ کیا جانئے خبر اُسکو وہاں[7] ہے کہ نہیں

---

[1] ن ۲: جیسے آتش پہ ہو سپند کا حال
یوں دلِ بے قرار رکھتا ہوں
[2] ن ۲: لیس پہ میں۔
[3] یہ مطلع ن ۲ میں نہیں ہے۔
[4] ن ۲: باد سے تیری گلی میں جو اُٹھا گرد و غبار
آج کیا وہاں کوئی اب۔
[5] ن ۲ میں یہ شعر نہیں ہے۔
[6] ن ۲: بھی وہاں۔

ہے تصور اپنی نظر کا جو نہ دیکھے ورنہ — جلوۂ شمع رخ یار کہاں ہے کہ نہیں

ہم نشینوں سے لگا کہنے ستم گر میرا (ق)، کوئی بیدار کا پوچھو تو مکاں ہے کہ نہیں

روز و شب میرے ہی کوچے میں کھڑا رہتا ہے — جان کا خطرہ اُسے کچھ بھی میاں ہے کہ نہیں

یہ وہی جا ہے جہاں قتل ہوا ہے عالم — خاک اور خوں میں یہاں[1] کوئی طپاں ہے کہ نہیں

رحم آتا ہے زبس اُس کی جوانی پہ مجھے
ورنہ کیا پاس مرے تیغ[2] و سناں ہے کہ نہیں

غ ۱۲۰ ن ۵ — جاں بلب تجھ بن ہوں میں تو اب تلک آتا نہیں — کیا ستم ہے صورت جاں بخش دکھلاتا نہیں

پھیر منہ لیتا ہے غصے سے میں جب کرتا ہوں بات — کیا ہوئی تقصیر مجھ سے ایسی بتلاتا نہیں

یا نہیں پڑھتا تغافل سے یا نہیں لکھتا جواب — یا مرے خط کو اُسے قاصد ہی پہنچاتا نہیں

دشت در دشت و کو بکو کوہ و باغ و باغ و شہر شہر — ڈھونڈتا پھرتا ہوں پر اُس کو کہیں پاتا نہیں

دشت کو بیدار جاتا ہے گریباں چاک کر
کوئی اس شیدا کو یارو آج سمجھاتا نہیں

غ ۱۲۱ ن ۴ — جانیں مشتاقوں کی لب تک آئیاں — بل بے ظالم تیری بے پروائیاں

لیٹے چھاتی پر مری لیتا تھا دو — آہ کس کس آن سے انگڑائیاں

صبح ہونے آئی، رات آخر ہوئی — بس کہاں تک شوخیاں مچلائیاں

سادہ روئی ہی غضب ہے تس پہ اور
کرتے ہو ہر لحظہ حسن آرائیاں

---

[1] ن ۲: کون۔
[2] ن ۲: تیر۔
نوٹ: غزل نمبر ۱۲۰ ن ۲ میں نہیں ہے۔

نوٹ: غزل نمبر ۱۲۱ ن ا و ۲ میں نہیں ہے۔ گلشن ہند میں صرف مطلع ہے۔ دوسرا، تیسرا شعر خمخانۂ جاوید میں ہیں۔ چوتھا شعر تذکرۂ ہندی میں ہے۔

غ ۱۲۲ ش ۷

یارب جو خارِ غم ہیں جلا دے اُنھوں کے تئیں
جو غنچۂ طرب ہیں کھلا دے اُنھوں کتئیں

کرتے ہیں سرکشی جو کفِ پا سے آبلے
اے خارِ دشتِ عشق بٹھا دے اُنھوں کتئیں

انکارِ حشر جن کو ہے اے سروِ خوش خرام
یکبار اپنے قد کو دکھا دے اُنھوں کتئیں

اُس شمع رُو کا مجسے جو کرتے ہیں سرد دل
اے آہِ سوزناک جلا دے اُنھوں کتئیں

کہتے ہیں ابرو و مژہ خوں ریز ہیں ترے
ظالم! کبھی ہمیں بھی بتا دے اُنھوں کتئیں

سوزاں ہیں داغ ہجر مرے دلمیں مثلِ شمع
اے یادِ وصلِ یار بجھا دے اُنھوں کتئیں

بیدار! آرزو ہے یہ ہر دم کہ ساتھ ہیں
یا حق تو زود مجکوں ملا دے اُنھوں کتئیں

غ ۱۲۳ ش ۷

دل ہمارے کو چرا تم نے لیا کہتے ہیں
سچ ہے یا جھوٹ ہے کیا جان سُنا کہتے ہیں

اے صنم نوری ہے تو خانۂ دل کو تیرے
یہ وہ گھر ہے کہ جسے بیتِ خدا کہتے ہیں

ہم پہ یہ جور و ستم! اوروں پہ وہ لطف و کرم
کچھ بھی انصاف ہے ظالم اسے کیا کہتے ہیں

خونِ عشاق میں خوباں نے کیے رنگیں ہاتھ
افترا باندھے ہیں جو رنگِ حنا کہتے ہیں

شیشۂ دل کو مرے سنگِ ستم سے ٹکڑے
لیکر اُس طفل پری رُو نے کیا کہتے ہیں

اُس کو کیا کہئے ہوی آپسے ہی نادانی
یار کہتے ہیں جو کچھ مجکو بجا کہتے ہیں

تو بھی چل دیکھ تو بیدار کی حالت اے شوخ
جوں حباب آنکھوں ہیں دم آکے رہا کہتے ہیں

غ ۱۲۴ ش ۷

خرقہ رہنِ شراب کرتا ہوں
دلِ زاہد کباب کرتا ہوں

نالۂ آتشیں سے یک دم میں
دلِ فولاد آب کرتا ہوں

آہِ سوزاں و اشکِ گلگوں سے
کارِ برق و سحاب کرتا ہوں

ہیں تصوّر میں اُس کے آنکھیں بند — لوگ جانیں ہیں خواب کرتا ہوں
داغ سوزانِ عشق سے دل کو — چشمۂ آفتاب کرتا ہوں
برق کو بھی سکوں ہوا آخر — مَیں ہنوز اضطراب کرتا ہوں
تاکہ بیدارؔ اُس سے ہو آباد
خانۂ دل خراب کرتا ہوں

غ ۱۲۵ ش ۹

ہم تری خاطرِ نازک سے حذر[۱] کرتے ہیں — ورنہ یہ نالے تو پتھر میں اثر کرتے ہیں
دل و دیں تھا سو لیا اور یہ کچھ مطلب ہے — بار بار آپ جو ایدھر کو نظر کرتے ہیں
کیا ہو گر ایک گھڑی یہاں بھی کرم فرماؤ — آپ اِس راہ سے آخر تو گذر کرتے ہیں[۲]
فائدہ کیا ہے اگر شرق سے تا غرب پھرے — راہ رَو وے ہیں جو ہستی سے سفر کرتے ہیں
ہم تو ہر شکل ہیں یہاں آئینہ خانے کی مثال — آپ ھی آتے ہیں نظر سیر جدھر کرتے ہیں
تیرے ایّامِ فراق اے صنمِ مہر گسل — آہ مت پوچھ کہ کس طرح بسر کرتے ہیں
دن کو پھرتے ہیں تجھے ڈھونڈتے اور رات تمام — شمع کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہیں
یہ وہی فتنۂ آشوبِ جہاں ہے بیدارؔ! (ق) دیکھ کر پیر و جواں جسکو حذر کرتے ہیں
بس نہیں خوب کہ ایسے کو دل اپنا دیجے
آگے تو جان میاں! ہم تو خبر کرتے ہیں

غ ۱۲۶ ش ۹

تیرے کوچے سے نہ یہ شیفتگاں جاتے ہیں — جھوٹ کہتے ہیں کہ جاتے ہیں کہاں جاتے ہیں
آمد و رفت نہ پوچھ اپنی گلی کی ہم سے — آتے ہیں ہنستے ہوئے کرتے فغاں جاتے ہیں
کعبۂ و دیر میں دیکھیں ہیں اُسی کا جلوہ — کفر و اسلام (یں) کب دیدہ وراں جاتے ہیں
نہیں مقدور کہ پہنچے کوئی اُس تک پر ہم — جوں نگہ دیدۂ مردم سے نہاں جاتے ہیں
گر ہے دیدار طلب صاف کر اپنے دل کو — روبرو اُس کے تو آئینہ دلاں جاتے ہیں

۱؎ ن ۲ و تذکرۂ ہندی: خطر۔
۲؎ یہ شعر تذکرۂ ہندی میں ہے۔

جذب تیرا ہی اگر کھینچے تو پہنچیں ورنہ — تجکو سنتے ہیں پرے وھاں سے جہاں جاتے ہیں
آہ کرتا ہے خراش اُن کا دلوں میں نالہ — کون یہ قافلے میں نعرہ زناں جاتے ہیں
جی میں ہے کہئے غزل اور مقابل اِس کے — گہر اِس بحر میں مضموں کے رواں جاتے ہیں
تجکو بیدار! رکھا پیچھے گراں باری نے
راہ رُو جو ہیں سبکسار رواں جاتے ہیں

غ ۱۲۷ ش ۹
تیرے حیرت زدگاں اور کہاں جاتے ہیں — کہئے گر آپ سے جاتے ہیں تو ہاں جاتے ہیں
وے نہیں ہم کہ ترے جور سے اُٹھ جاوینگے — جی ہے جب تک نہیں اے جانِ جہاں جاتے ہیں
کون وہ قابلِ کُشتن ہے بتا تو مجکو — آپ جو اُس پہ لئے تیر و کماں جاتے ہیں
جوں نگیں روسیہی نام سے یہاں حاصل ہے — نامور وے ہیں جو بے نام و نشاں جاتے ہیں
سنگِ ہستی سے کہ تھا مانع راہِ مقصود — جست کر مثلِ شرر گرم رواں جاتے ہیں
تجکو فہمید کہاں شیخ! کہ سمجھے یہ رمز — وھاں نہیں بار رملک بار جہاں جاتے ہیں
مجکو اُس طفلِ پری رُو نے کیا دیوانہ — ہوش سے دیکھ جسے پیر و جواں جاتے ہیں
غیرِ جوہر نہیں اعراض سے اُن کو کچھ کام — رنگ و بو پر نہیں صاحب نظراں جاتے ہیں
خواب بیدار! مسافر کے نہیں حق میں خوب
کچھ بھی ہے تجکو خبر ہمسفراں جاتے ہیں!

غ ۱۲۸ ش ۱
دید ہم اُس ستم ایجاد کا کر جاتے ہیں — جان پر کھیلتے ہیں، سینہ سپر جاتے ہیں
کیا طلسم اُس کی گلی میں ہے کہ دل کے مانند — وھاں سے پھرتے نہیں جو لینے خبر جاتے ہیں
روزِ روشن کو شبِ تار کیا اُس نے مرے — جس سے لینے کو ضیا شمس و قمر جاتے ہیں
راہ پاتے ہیں وہی انجمنِ وحدت میں — شمع کی طرح سے جو سر سے گزر جاتے ہیں

ہم کو مقصود نہیں سیر و تماشا سو کچھ اور
دید تیرا ہی ہے منظور جدھر جاتے ہیں

آئے جس کام کو تھے سو تو وہ ہم سے نہ ہوا
آہ کس منہ سے ہم اب یہاں سے اُدھر جاتے ہیں

نہیں بیدار رہیں فکرِ معاش اپنے ساتھ
آب و دانہ لئے مانندِ گہر جاتے ہیں

غ ۱۲۹ ش ۷

ہم جو تجھ بزم سے اے نورِ نظر جاتے ہیں
شمع ساں داغ بہ دل شعلہ بسر جاتے ہیں

کچھ خبر میری بھی رکھتے ہو تم اے بندہ نواز
جان جاتی ہے اُدھر آپ جدھر جاتے ہیں

مان کہنے کو نہ جا چھوڑ کے اِس وقت مجھے
بات رہ جائیگی اور دن تو گذر جاتے ہیں

بے ثباتیِ جہاں دیکھ فنا آگاہاں
چشم وا کرتے ہی اُٹھ مثل شرر جاتے ہیں

رفتگاں کے تئیں کیا روئیں کہ کوئی دم میں
ہم بھی اِس بزم سے جوں شمع سحر جاتے ہیں

لعل مت سمجھو تم اے دل شکناں اِنکے تئیں
سیلِ اشکوں میں بہے لختِ جگر جاتے ہیں

گھر کسی اور کے بیدار نہیں جاتے ہم
خوبرو ہو جو کوئی اُس کے مگر جاتے ہیں

غ ۱۳۰ ش ۷

جو کحلِ چشمِ بتاں تیری خاکِ راہ کریں
شکار سینکڑوں دل کو بیک نگاہ کریں

دیا ہے حق نے تجھے وہ جمالِ نورانی
کہ کسبِ نور ترے منہ سے مہر و ماہ کریں

جو ہینگے محوِ خیال اُس کے چشم و ابرو کے
نہ قصدِ میکدہ نَے عزمِ خانقاہ کریں

جفا و جور کرے یا وفا و مہر کرے
ہم اُس سے عشق میں جو ہو سو ہو نباہ کریں

بزور چاہیں کہ لیں دل نہ دے سکیں خوباں
ادا و ناز کی سو جمع گر سپاہ کریں

اِس اپنی وضع پہ بیدار ہم بھی ہیں مضبوط
کرے جو چاہ ہماری ہم اُس کی چاہ کریں

سلہ ن ۲: نظر۔

اسی زمیں میں کہ دوسری غزل بیدار!
کہ جس کو اہلِ سخن سُن کے واہ واہ کریں

غ ۱۲۱ ش ۹

نہووے یہ کبھو (جو) آپ آگاہ کریں — ہزاروں گرپسِ دیوار آہ آہ کریں
دیا ہے ہاتھ میں ان نو خطوں کے صفحۂ دل — سفید خواہ رکھیں خواہ یہ سیاہ کریں
نہیں ہے بندہ نوازی سے واقعی کچھ دور — گر آ اِدھر بھی قدم رنجہ گاہ گاہ کریں
یقیں ہے دیکھیں اگر اُس مرے شرابی کو — پھر اہلِ صومعہ میخانہ خانقاہ کریں
نہ آسکے ہے وہ یہاں نہ ہمیں گئے (ہیں) وہاں — کوئی بی طرح (تو) ملنے کی اُس سے راہ کریں
گھڑی گھڑی خفگی، بات بات میں جھڑکی (ق) — سلوک جس کے یہ ہیں اُس سے کیا نباہ کریں
نہ التفات نہ شفقت نہ مہر نہ اخلاص — کس آرزو پہ ہم اُس بے وفا کی چاہ کریں
گناہگار ہے زاہد! میں موردِ رحمت — جو بے گناہ ہیں، کل حسرتِ گناہ کریں

نشیمنِ دل بیدار کو اگر دیکھیں
بُتاں اِس آئینہ خانے کو جلوہ گاہ کریں

غ ۱۲۲ ش ۱۱

بھرے موتی ہیں گویا تجھ دہن میں — کہ دُرریزی تو کرتا ہے سخن میں
بہار آرا وہی ہے ہر چمن میں — اُسی کی بو ہے نسرین وسمن میں
نہ پھر ایدھر اُدھر ناحق بھٹکتا — کہ ہے وہ جلوہ گر تیرے ہی من میں
جہاں وہ ہے، نہیں وھاں کفر و اسلام — عبث جھگڑا ہے شیخ و برہمن میں
ہوئی جاتی ہے پانی شرم سے شمع — مگر وہ ماہ آیا انجمن میں
چھڑایا تھا بنٹ مشکل سے پھر آہ — دل اٹکا اُس کی زلفِ پُر شکن میں
جنوں نے دست کاری ایسی بھی کی — نہ تھا گویا گریباں پیرہن میں

مرا جاتا ہے جس غیرت میں دریا گر اکس کا دل اُس چاہِ ذقن میں
مگر پروانہ جل کے ہو گیا خاک؟ کہ رو رو شمع جلتی ہے لگن میں
جو سنتے تھے دمِ عیسیٰ کا اعجاز سو دیکھا ہم نے وہ تیرے سخن میں

نہ دیکھا اُس پری جلوہ کو بیدارؔ!
رہا مشغول تو یہاں ما و من میں

غ ۱۳۳
شعر ۱۱

کہاں گنجائشِ حرف اُس دہن میں نہیں جائے سخن کچھ اِس[۱] سخن میں
ہوا یہاں کون گلزارِ تبسم، کہ رنگِ گل ہوائی ہے چمن میں
لگا دی پھر کسی نے آتشِ عشق کہ سوزش نَو ہوی داغِ کہن میں
جو تیری زلف میں ہے نکہتِ خوش نہ سنبل میں، نہ وہ مشکِ ختن میں
شہیدِ دستِ رنگینِ بُتاں ہوں رکھو برگِ حنا میرے کفن میں
ہوے دیوانے اہلِ بزم سارے جو آیا وہ پری رو انجمن میں
کیا یہاں کس نے آ بندِ قبا وا؟ گریباں چاک ہے ہر گل چمن میں
یہ آیا کون گلشن میں کہ ہر گل نہیں پھولا سماتا پیرہن میں
جو وہ ٹک بسترِ گل پر کرے خواب (ق) نشاں ہو جاے پھولوں کا بدن میں
لطافت اور نزاکت اِس قدر تو نہیں ہے یاسمین و یاسمن میں

گیا موسم جنوں کا تو بھی بیدارؔ!
تو اب تک ہے اُسی دیوانہ پن میں

غ ۱۳۴
شعر ۱

یہ تو قدرت ہی کہاں پاس جو اُس کے جاؤں مغتنم جانوں اگر دور سے بھی دیکھ آؤں

---

[۱] نسخۂ جادید: میرے۔

ادھر آنکھیں پڑی روتی ہیں اُدھر دل نالاں
ہوں تحیر میں کہ کس کس کے تئیں سمجھاؤں

یہ بھی آنا ہے کوئی اس سے نہ آنا بہتر
آئے دم بھی نہ ہوا کرتے ہو جاؤں جاؤں

رشک سے سینۂ طاؤس کے اُڑ جاویں پر
نو بہارِ دلِ پُر داغ اگر دکھلاؤں

برگِ گل سے یہ کفِ (پا) ہے تمھاری نازک
اپنی آنکھوں سے ملوں آج جو رخصت پاؤں

مہرباں دیکھ شب اُس غنچہ دہن سے میں کہا (ق)
..............[1]

ہنس کے بولا کہ بس اب لگ نہ چل اتنا بیدارؔ
جانتا ہے کہ اُٹھا دیویں ابھی فرماؤں

غ ۱۳۵
ش ۹

جوں غنچہ اپنی جیب میں جو سر فرو کریں
صرفِ نگاہ صد چمنِ رنگ و بو کریں

چاہیں کہ ہو شگفتگیِ طبع مثلِ گل
افسردہ خاطراں (؟) میں رو کریں

مسجد کو چھوڑے زاہد و بت خانہ برہمن
یک بار تجکو اُن کے اگر روبرو کریں

تارِ شعاعِ ماہ رخِ یار ہے کہاں
چاکِ کتانِ دل کو ہم اُس سے رفو کریں

وہ چشمِ مست دیکھیں جو یک بار میکشاں
میں جانوں پھر کے ساغرِ مے آرزو کریں

جو ہم کلام اُس[2] لبِ جاں بخش سے ہوئے
کس سے اُنھیں دماغ کہ پھر گفتگو کریں

روشن دلانِ جسم گدازاں پئے نماز
جوں شمع آبِ چشم سے اپنے وضو کریں

چاہیں کہ طرفِ میکدۂ عشق زاہداں
مے سے ردائے زہد و ورع شست و شو کریں

بیدارؔ! وہ نگار تو اپنے ہی پاس ہے
جو گم ہوا ہو اُس کے تئیں جستجو کریں

غ ۱۳۶
ش ۱۰

بہارِ گلشنِ ایام ہوں میں
سحر نور و سوادِ شام ہوں میں

---

[1] یہ شعر حاشیے پر لکھا تھا، دوسرا مصرعہ کٹ گیا۔ [2] ن۲: تجھ۔

شتاب آ اے مہِ عیسیٰ نفس تو (ق) کہ خورشیدِ کنارِ بام ہوں میں

اگر منظور آنا ہے تو جلد آ
کہ تجھ بن سخت بے آرام ہوں میں

بجائے مے تری دوری میں اے گُل
برنگِ لالہ خوں آشام ہوں میں

مُحِبؔ و مخلص و فدوی ہوں تیرا
سمجھ تو لائقِ دشنام ہوں میں

تجھے دیکھ آپ میں رہتا نہیں ہَیں
غرض تجھ وصل سے ناکام ہوں میں

بہار آئے چمن میں گو، مجھے کیا
گرفتار و اسیرِ دام ہوں میں

نشان اپنا کہیں پاتا نہیں میں
فقط عنقا صفت یک نام ہوں میں

نہ پیغام و سلام و نہ مُلاقات
عبث تجھ عشق میں بدنام ہوں میں

نہوں پروانہ ہر شمع بیدارؔ!
فدائے سروِ گل اندام ہوں میں

غ ۱۳۷
عس ۷

انجمن سازِ عیش تو ہے یہاں
اور پھر کس کی آرزو ہے یہاں

من و تو کی نہیں ہے گنجائش
صرف وحدت کی گفتگو ہے یہاں

کام کیا شمع کا ہے لے جاؤ
دلبرِ آفتاب رو ہے یہاں

دل میں اپنے نہیں کچھ اور تلاش
ایک تیری ہی جُستجو ہے یہاں

دست بوسی کا تیری اے ساقی
منتظرِ ساغر و سبو ہے یہاں

آ شتابی کہ ہے مکانِ لطیف
سیرِ گلزار و آب جو ہے یہاں

کیا ترے گھر میں رات تھا بیدارؔ!
اُسی گُل کی سی آج بو ہے یہاں

غ ۱۳۸
عس ۱۶

ماہ رخسار، ہلال ابرو و خورشید جبیں (ق) شمعِ روشن کنِ کاشانۂ اربابِ یقیں

گلبدن غنچہ دہن، سرو قد و نرگس چشم — یعنے سر تا بقدم باغ و بہار رنگیں
مست و بیباک و غزل خوان پریشاں کاکل — بزم میں آکے بصد ناز ہوا صدر نشیں
دیکھ کر چاہے کہ تصویر کو کھینچے اُس کی — نقش دیوار ہو صورت گرِ بُت خانۂ چیں
جاکے بیدار کو دیکھا تو عجب حالت ہے (ق) دل ہے افگار، جگر خستۂ و جانِ غمگیں۔
شدّتِ درد و الم سے ہے نہایت بیتاب — چشمِ خونبار سے تر ہے در و دیوار و زمیں
دیکھ کر اُس کو کہا میں نے کہ اے یارِ عزیز! — صبر و آرام و قرار ایک بھی دم تجکو نہیں
نعرہ و آہ کناں جاں بلب و خستہ جگر — حال ایسا ہے جو تیرا مگر عاشق ہے کہیں
کہنے لاگا کہ میاں سنتے ہو کچھ مت پوچھو — سرگزشت اپنی کروں تم سے بیاں کیا تئیں
ایک دن صید گہِ عشق میں گزرا تھا میں — بہرِ تسکینِ دلِ غمزدۂ و جانِ حزیں
دیکھتا کیا ہوں کہ آتا ہے نہایت بیباک — شہسوارِ بُتِ تو نخوار علد قے دل و دیں
ناوکِ جور سے دل صید کیے تھے یہاں تک — خوں سے تھا دامنِ دفتراک سراسر رنگیں
دور سے دیکھتے ہی کھینچ کے قرباں سے کماں — تیر دلدوز لگا یا مرے سینے میں وو نہیں
دیدۂ زخم سے ایسا ہی ہوا خوں جاری — ایک قطرہ بھی مرے تن میں جو ڈھونڈو تو نہیں
زہر آلودہ خدنگِ مژۂ کافر کیش — چشمِ انصاف سے دیکھو تو لگے جس کے تئیں

غیر بیتابی و بے خوابی و بے آرامی
اُس کو کس طرح سے ہو صبر و قرار و تسکیں

م ش ۹
نہیں تیرا تو کچھ ہم اے بُتِ خود کام لیتے ہیں — کوئی دم زیرِ دیوار آکے یہاں آرام لیتے ہیں
اگر ٹک گھور کر دیکھیں تو عاشق جی سے جاتا ہے — عبث ناوک لگا تاں ہاتھ میں صمصام لیتے ہیں
نے شکیبائی و نے تابِ تواں رکھتے ہیں — ایک کہنو کو دلِ غمزدہ ہاں رکھتے ہیں

آتشِ ہجر پہ بیتاب ہیں ہم مثلِ سپند | صبر و آرام جو چاہو سو کہاں رکھتے ہیں

صورت اُس کی سما گئی جی میں | آہ کیا آن بھا گئی جی میں[1]

تو جو بیدارؔ یوں ہوا تارک
ایسی کیا بات آ گئی جی میں

شبِ ہجراں میں نہ پوچھو کہ میں کیا کرتا ہوں | صبح تک شمع کے مانند جلا کرتا ہوں[2]

مجھ درد کی خبر تجھے اے بیوفا نہیں | جانے تری بلا کہ تو عاشق ہوا نہیں

بیخواب بسکہ دیدۂ بیدارؔ ہے ولے[3]
مدت ہوئی پلک سے پلک آشنا نہیں

ردیفِ و

غ ۱۳۹ ش ۵

حصولِ فقر گر چاہے ہے چھوڑ اسبابِ دنیا کو | لگا دے آگ یکسر بسترِ بے خوابِ دنیا کو

رکھیں ہیں حق پرستاں ترکِ جمعیت میں جمعیت | میسر ہووے یہ دولت کہاں ربابِ دنیا کو

فریبِ رنگ و بوئے دہر مت کھا مردِ عاقل ہو! | سمجھ آتش کدہ اِس گلشنِ شادابِ دنیا کو

سیہ مستِ مئے تحقیق ہو گر پاک طینت ہے | نجس مت جام کر (تو) بھر کے اِس خونابِ دنیا کو

یہ ہے بیدارؔ زہر آلودہ مار اِس سے حذر کرنا
نہ لینا ہاتھ میں تو گیسوئے پُر تابِ دنیا کو

غ ۱۴۰ ش ۹

ترا جمالِ دل افروز جس نے دیکھا ہو | شبِ سیہ میں نہ محتاج روشنی کا ہو

---

[1] ن ۱ اور تذکروں میں بجائے "جی" "دل" ہے۔
[2] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
[3] ن ۲: مت پوچھ حالِ دیدۂ بیدارؔ ہے۔

تمام خوبیِ عالم ہوی ہے تجھ پر[1] ختم — جہاں میں کون ترا اے نگار ہمتا ہو

سرشکِ دیدۂ گریاں فراقِ جاناں میں — بعید کیا ہے اگر رفتہ رفتہ دریا ہو

دکھامت آئینہ اُس سادہ رو کو مشاط — مبادا دیکھ کر اپنا ہی آپ شیدا[2] ہو

نہ دلبری نہ دلاسا نہ مہربانی ہے — کوئی فریفتہ کس آرزو پہ تیرا ہو

بلائے زلفِ سیہ یار[3] خواب میں دیکھی — عجب نہیں کہ مرے دل کو آج سودا ہو

بجا ہے توڑیے زاہد اِس ابر میں توبہ — شراب و ساغر و ساقی اگر مہیّا ہو

کہا میں رات کو اُس شمعِ محفل آراسے (ق) — نقاب رُو سے اُٹھادے جو توں بھلا کیا ہو

یہ سُن کے مجھ سی[4] لگا کہنے ہنس کے اے بیدار
نہ تاب لاوے گا میرا[5] نقاب گر وا ہو

غ ۱۴۱ / ش ۸

کہاں ہیں طالعِ بیدار یہ کہ ایسا ہو — کہ سر دھرے مرے زانو پہ یار سوتا ہو

شراب و جام و شبِ ماہتاب و دریا ہو — جو تو نہ ہوئے تو پھر لطفِ سیر وھاں کیا ہو

سنوں ہوں جس کی میں آوازِ پا تو دوڑوں ہوں — سمجھ کے یہ کہ کہیں تو ہی یہاں نہ آتا ہو

کیا ہے تنگ مجھے ناصحوں نے سخت یہاں — جو تو ہو آ کے نمایاں تو کیا تماشا ہو

کہو تو مجھ سے بھی وہ کیا ہے ناخوشی کا سبب — بجا ہو خواہ مری جان، خواہ بیجا ہو

کریں ہیں ناز گل و لالہ اپنی خوبی پر — ٹک ایک تو بھی تو یہاں آ کے جلوہ فرما ہو

نہ ہووے طاقتِ دیدار مثلِ پروانہ — فروغِ شمعِ رخِ یار گر ہویدا[6] ہو

ہوا ہے گھر مرے بیدار آج وہ مہماں
یہ ڈر مجھے ہے کہ اِس کا کہیں نہ چرچا ہو

---

[1] ن ۱ و ۲: پہ۔
[2] ن ۲ میں یہ شعر نہیں ہے۔
[3] ن ۲: رات۔
[4] ن ۲: ہنس کے لگا کہنے مجھ سے۔
[5] ن ۲: ہند۔
[6] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔

غ ۱۴۲ — شعر ۱۴

تم تو کہتے ہیں کہ عاشق کا فغاں سنتے ہو — یہ تو کہنے ہی کی باتیں ہیں کہاں سنتے ہو

چاہ کا ذکر تمھاری[1] میں کہا کس آگے — کون کہتا ہے[2] کہو کس کی زباں سنتے ہو

کششِ عشق ہی لائی ہے تمھیں یہاں ورنہ — آپ سے تھا نہ مجھے یہ تو گماں سنتے ہو

ایک شب میرا بھی افسانۂ جاں سوز سنو — قصّے اوروں کے تو اے جانِ جہاں سنتے ہو

وہ گُل اندام گر آیا تو خجالت سے تمام — زرد ہو جاؤ گے اے لالہ رخاں سنتے ہو

ایک کی لاکھ سناؤں گا خبردار رہو — اِس طرف آئی اگر طبعِ رواں سنتے ہو

آج کیا ہے، کہو کیوں ایسے خفا بیٹھے ہو — اپنی کہتے ہو، نہ میری ہی میاں سنتے ہو

کون ہے، کس سے کروں دردِ دلِ اپنا اظہار — چاہتا ہوں کہ سنو تم سو کہاں سنتے ہو

جب سے دیکھا ہے رُخِ صاف تمھارا پیارے! — تب سے حیران ہے دل آئینہ ساں سنتے ہو

تم سے کہتا ہوں کسی جا ہیو مت لے یارو (ق) کوچۂ یار میں ہے جی کا زیاں سنتے ہو

جائیو جاں کو سنبھالے جو اگر جاتے ہو — اُس طرف رہتا ہے غارتِ گرِ جاں سنتے ہو

حال بیدارؔ اگر تم سے وہ پوچھے ظالم (ق) کہیو اتنا ہی (بس) اے نامہ براں سنتے ہو

جیسے مجمر میں تڑپتا ہے سپندِ آتش پر — سوزشِ ہجر میں ایسا ہے تپاں سنتے ہو

یہ وہی شوخ ہے آتا ہے جو بیدارؔ کے ساتھ
جس کو غارت گرِ دل آفتِ جاں سنتے ہو

غ ۱۴۳ — ش ۵

دل کو میں آج ناصحا اُس کو دیا جو ہو سو ہو — راہ میں عشق کے قدم اب تو رکھا جو ہو سو ہو

عاشقِ جاں نثار کو خوف نہیں ہے مرگ[3] کا — تیری طرف سے اے صنم جور و جفا جو ہو سو ہو

یا ترے پاؤں کو لگے یا ملے خاک میں[4] تمام — دل کو تو خوں میں[5] کر چکا مثلِ حنا جو ہو سو ہو

---

[1] ن ۱: شکوۂ جور تمھارا۔
[2] ن ۱: مجکو بتلاؤ بھلا جس۔
[3] ن ۱: مرنے۔
[4] ن ۱: سیں۔
[5] ن ۱: میں خوں تو۔

نوٹ: غزل نمبر ۱۴۲ کے ۵ شعر ۹ سے ۱۳ تک ن ۲ میں نہیں ہیں۔ تذکرہ گلزار ابراہیم وغیرہ میں اس کی ردیف 'سنتے ہیں' ہے۔

خواہ کرے وفاؤ مہر خواہ کرے جفاؤ جور　　دلبرِ شوخ و شنگ سے اب تو ملا جو ہو سو ہو

یا دو اٹھادے مہر سے یا کرے تیغ سے جدا
یار کے آج پانوٗں پر سر کو دھرا[۵۱] جو ہو سو ہو

غ ۱۲۴ شں ۹

نہیں آرام ایک جا دل کو　　آہ کیا جانے کیا ہوا دل کو
اے بتاں! محترم رکھو اِس کو　　کہتے ہیں خانۂ خدا دل کو
لے تو جاتے ہیں مہرباں لیکن　　کیجو مت آپ سے جدا دل کو
مُنہ نہ پھیرا کبھو جفا سے تری　　آفریں دل کو، مرحبا دل کو
یہ توقع نہ تھی ہمیں ہرگز　　کہ دکھاؤ گے یہ جفا دل کو
ہیں یہی ڈھنگ آپ کے تو خیر　　کیوں نہ پھر دیجیگا آ دل کو
آخر اُس طفل شوخ نے دیکھا　　ٹکڑے جوں شیشہ کر دیا دل کو
آج لگتی ہے کچھ بغل خالی　　کون سینے سے لے گیا دل کو[۵۲]

ہم تو کہتے تھے تجکو اے بیدار
کیجو مت اُس سے آشنا دل کو

غ ۱۲۵ شں ۶

کون سی بات دل میں لائے ہو　　ایسے ہم سے جو موں چھپائے ہو[۵۳]
ایک تو مدتوں میں آئے ہو　　آہ تس پر بھی موں[۵۴] چھپائے ہو
آپ کو آپ میں[۵۵] نہیں پایا　　جی میں یہاں تک مرے سمائے ہو
کیا کہوں تم کو اے دل و دیدہ　　جو جو کچھ سر پہ میرے لائے ہو
دید بس کر لیا اِس عالم کو[۵۶]　　پھر چلو وہاں جہاں سے آئے ہو

---

[۵۱] ن ۱ = سر کیں رکھا۔
[۵۲] یہ شعر صرف گلشن بیخار میں ہے۔
[۵۳] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
[۵۴] ن ۲ = منہ۔
[۵۵] ن ۲ = آپ میں آپ کو۔
[۵۶] ن ۲ = کا۔

کیونکہ تشبیہ اُس سے دے بیدار
مہ سے تم حُسن میں سوائے ہو

غ ۱۴۶ س ۵

داد دیتا نہیں فریادی کو — کام فرماتا[1] ہے جلادی کو
دل کو کرتا ہے نگاہوں[2] سے شکار — واہ وا ہے تری صیادی کو
دیکھ آکر مرے اشکوں کی بہار — کر دیا باغ ہر[3] اک وادی کو
بال و پر سب تو قفس میں اُڑ گئے — کیا کروں گا میں اب آزادی کو
جو سخن فہم ہیں جگ[4] میں بیدار!
مانتے[5] ہیں تری اُستادی کو

غ ۱۴۷ ش ۱۱

ایک دن وصل سے اپنے مجھے تم شاد کرو — پھر مری جان جو کچھ چاہو سو بیداد کرو
داد رس ہے شہِ گل شکوۂ صیاد کرو — اے اسیرانِ قفس نالہ و فریاد کرو[6]
گر کسی غیر کو فرماؤ گے تب جاؤ گے — وہ ہمیں ہیں کہ بجا لادیں جو ارشاد کرو
اب تو ویراں کئے جاتے ہو طربخانۂ دل — آہ کیا جانے کب آ پھر اسے آباد کرو
یاد میں اُس قد و رخسار کی اے غمزدگاں — جا کے ٹک باغ میں سیرِ گل و شمشاد کرو
لے کے دل چاہو کہ پھر دیوے وہ دلبر معلوم — کیسے ہی نالے کرو کیسی ہی فریاد کرو
سُرمۂ دیدۂ عشاق ہے یہ اے خوباں — اپنے کوچے سے مری خاک نہ برباد کرو
دیکھ کر طائرِ دل آپ کو بھولا پرواز — خواہ پابند رکھو، خواہ اِسے آزاد کرو
آپ کی چاہ سے چاہیں ہیں مجھے سب ورنہ — کون پھر یاد کرے تم نہ اگر یاد کرو
میں او دیوانہ ز نجیر گسل ہوں کہ مجھے — تم تو اے اہلِ جنوں چاہیے اُستاد کرو[7]

---

[1] ن ۲: فرما وے۔
[2] ن ۲: میں۔
[3] ن ۲: رشکِ چمن۔
[4] ن ۲: فہم جہاں ہیں۔
[5] ن ۲: مان لیں۔
[6] ن ۲: یہ مطلع ن ۲ میں نہیں اور پہلا مطلع ن ۱ میں نہیں۔
[7] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔

شمع افروختہ جب بزم میں دیکھو یارو!
حالِ بیدارِ جگرسوختہ وھاں یاد کرو

غ ۱۴۸ ش ۹

آنے دی[1] تو تم اپنے پاس مجکو — کرنا ہے کچھ التماس مجکو
تیرے یہ جور کیا[2] سہوں میں — جو[3] عشق کا ہو نہ پاس مجکو
وہ طفل مزاج شیشہ دل میں — کس طرح نہ ہو ہراس مجکو
لگتا ہے نہ دل میں گھر نہ باہر — کس نے یہ کیا اداس مجکو
کیا حال لکھوں کہ دیکھ اُس کو — رہتے ہی نہیں حواس مجکو
اے نکہتِ گل پرے ہی رہ تو — بھاتی ہے اُسی کی باس مجکو
موں پھیر ابھی نہ اس طرف سے — ٹک ہونے دے روشناس مجکو
اُٹھ جاؤں گا ایک دن خفا ہو — یہاں تک نہ کرو اداس مجکو

گر ہے[4] یہی جور اُس کے بیدار
بچنے کی نہیں ہے آس مجکو

غ ۱۴۹ ش ۷

کوئی کس طرح تم سے سربر ہو — سخت بے رحم ہو ستمگر ہو
اُٹھ گیا ہم سے گو مکدّر ہو — خوش رہے وہ جہاں ہو[5] جیدھر ہو
تیوری چڑھ رہی ہے یہ بھوں پر — کیا ہے کیوں، کس لئے مکدّر ہو
کیا شتابی ہے ایسی، جائیے گا — خشک تو ہوے عرق ابھی تر ہو
جان کھائی ہے ناصحوں نے مری — سامنے اِن کے تو ٹک آ کر ہو
لیجے حاضر ہے چیز کیا ہے دل — غصے اِس واسطے جو مجھ پر ہو

---

[1] ن ۲: دو۔
[2] ن ۲: کب۔
[3] ن ۲: گر۔
[4] ن ۲: ہیں۔
[5] یہ لفظ ن ۲ میں نہیں ہے۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم وغیرہ میں ہے۔

یاد میں اُس کی گھر سے نکلا ہوں　　سخت بے اختیار و مضطر ہو

اُس سے بیدارؔ بات تو معلوم
دیکھنا بھی کہیں میسّر ہو

غ ۱۵۰ ش ۷

یوں مجھ پہ جفا ہزار کیجو　　پر غیر کو تو نہ پیار کیجو
کرتے تو ہو تم وفا کی باتیں　　پر ہم سے نک آنکھیں چار کیجو
آجائیو یار! گھر سے جلدی　　مت کشتۂ انتظار کیجو
قصداً تو کہاں پہ بھولے ہی سے　　ایدھر بھی کبھو گذار کیجو
کوئی بات ہے تجھ سے دل بھریگا　　اِس کو تو مت اعتبار کیجو
بیدارؔ! تو آکے اِس جہاں میں (ق)　　جو چاہے سو میرے یار کیجو
پر جس سے گرے کسو کے دل سے
وہ کام نہ اختیار کیجو

غ ۱۵۱ ش ۵

جاتے ہو سیرِ باغ کو اغیار ساتھ ہو　　جو حکم ہو تو یہ بھی گنہ گار ساتھ ہو
وہ سروِ باغِ ناز جب آوے خرام میں　　غوغائے حشر شوخیِ رفتار ساتھ ہو
گلشن میں کب دماغ کہ جاوے وہ سیر کو　　جس کے سدا خیالِ رخِ یار ساتھ ہو
تنہا بہارِ باغ جو دیکھے تو کیا حصول　　تب لطف ہے کہ وہ گلِ بے خار ساتھ ہو
یہاں تک بُرا ہے مجھسے کہ کہتا ہے وقتِ سیر
سب ہوں پر ایک یہ کہ نہ بیدار ساتھ ہو

غ ۱۵۲ ش ۸

دیکھ کر موسمِ بہاراں کو[۱۵]　　یاد کرتا ہوں بزمِ یاراں کو

---

۱۵ ن ۲ میں یہ شعر یوں ہے: دیکھ کر لالہ زارِ بستاں کو　　یاد کرتا ہوں روئے جاناں کو۔
نوٹ: غزل نمبر ۱۴۸ کا ساتواں، آٹھواں شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

ایک دم بھی نہیں نظر آیا[51] اُس کا دیدارِ چشمِ گریاں کو[52]
اب تو آیا ہے ہاتھ میں کچھ کر نہیں چھوڑونگا تیرے داماں کو
کوئی عالم میں دیکھ تو ظالم دکھ ہی دیتا ہے اپنے خواہاں کو
الفتِ خار دشت ہے دامنگیر چھوڑ سکتا نہیں بیاباں کو
مصحفِ روئے یار ہو جس میں ڈھونڈتا ہوں میں اُس دبستاں کو
رشک سے دیکھ پیچ کھاتا ہے سنبل اُس گیسوئے پریشاں کو

[53]
جانتا ہوں ازل سے میں بیدار
قبلۂ عشق شاہِ مرداں کو

غ ۱۵۳ ش ۳
گزر ہماری طرف بھی تو کر اے یار کبھو کہ کامیاب ہوئیں ہم سے امیدوار کبھو
خزانِ ہجر تو دیکھوں ہوں مدّتوں سے میں ریاضِ وصل کی اپنے دِکھا بہار کبھو
ٹک آکے لے بُتِ آرام جاں گلے سے لگ
کہ آوے مجھ دلِ بیدار کو قرار کبھو

غ ۱۵۴ ش ۳
چمن میں گر اُس گلبدن کا گذر ہو عرق میں خجالت سے گُل تربتر ہو
تعجب ہے کیا ناتوانی سے میری کہ فصّاد شرمندۂ نیشتر ہو
نہیں بارشِ ابر درکار دہقاں تو
جہاں تیرے بیدار کا چشم تر ہو

---

[51] ن ۲: نظر نہیں آتا۔
[52] ن ۲: وہ دلارام۔
[53] ن ۲: تا ہوں آسان مشکلیں۔

[54] ن ۲: ورد کرنام۔
نوٹ: غزل نمبر ۱۵۲ کا چوتھا پانچواں چھٹا شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

ہ ش: ۳

ہم سے کہتے ہو کہ آتا ہوں چلے جاتے ہو
چاہیئے یوں ہیں تمھیں واہ بھلے آتے ہو

ایک ہم سے ہی تمھیں کہئے تو ہے روپوشی
ورنہ اوروں سے تو دیکھا نہیں شرماتے ہو

مکتبِ حسن میں صد بار میں آ دیکھا تو
عوضِ مہر و وفا جور و جفا دیکھا تو

ردیف (ہ)

غ ۱۵۵
ش ۸

تیری محفل پہ ہوا[2] جو گذرِ پروانہ
نہ پڑی[3] شمع پہ ہرگز نظرِ پروانہ

اُڑ گئے جل کے سبھی بال و پرِ پروانہ
کچھ بھی اے شمع تجھے ہے خبرِ پروانہ

سخت بیداد ہے جلنے کو جلانا زنہار
نہ کہو شمع سے سوزِ جگرِ پروانہ

بوسۂ شمع کو جلنے کے بہانے آیا
دیکھو اے بزم نشیناں ہنرِ پروانہ

ہے زمانے سے جدا روز و شبِ سوختگاں
شام کہتے ہو جسے ہے سحرِ پروانہ

رات کو مجلسِ دل سوختگاں میں سوز[1] (ق)
آتشِ عشق میں[4] تھا سر بسرِ پروانہ

وو نہیں یک دم میں جو دیکھا تو نہ پایا ہم نے
گریۂ شمع سوا کچھ اثرِ پروانہ

قید سے شمع کی ممکن نہیں چھوٹے بیدار
رشتۂ مہر سے باندھا ہے پرِ پروانہ

---

[1] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
[2] ن ۲: میں اگر ہو۔
[3] ن ۲: پڑے۔
[4] ن ۲: سے۔

غ ۱۵۶ ش ۵

دیکھ تجھ کاکلِ[1] مشکیں کی ادائیں شانہ | دونو ہاتھوں ستی[2] لیتا ہے بلائیں شانہ
چاہئے مجھ دلِ صد چاک کو لے جائے وہاں[3] | گر بتاں واسطے زلفوں کے منگائیں شانہ
اُس کے بھر آئے ترے مرہم[4] کاکل سے زخم | ہاتھ اُٹھا کیوں نہ کرے تجکو دعائیں شانہ
ایک دن گر نہ ملے تجھ سے تو ہو آشفتہ[5] | دیکھ لے گیسوئے[6] مشکیں کی وفائیں شانہ

حسرتِ گیسوئے مشکیں میں مرے جو بیدار
اُستخواں اُس کے کا لازم ہے بنائیں شانہ

غ ۱۵۷ ش ۷

عشق کا درد بے دوا ہے یہ | جانئے تیری بلا کہ کیا ہے یہ
مار ڈالیگی ایک عالم کو | تیری اے شوخ اگر ادا ہے یہ
ہر دم آتا ہے اور ہی سج سے | کیا ہی اللہ میرزا ہے یہ
چاہئے اُس کا شربتِ دیدار | کتبِ عشق کی دوا ہے یہ
اُس ستم پیشۂ مہر دشمن کی (ق) | میرے اوپر اگر جفا ہے یہ
اِس میں اُس کی تو کچھ نہیں تقصیر | چاہئے کی مرے سزا ہے یہ

دلِ بیدار کو لپیٹ لیا
زلف ہے، یا کوئی بلا ہے یہ

غ ۱۵۸ ش ۷

تو نے جو کچھ کہ کیا میرے دلِ زار کے ساتھ | آگ نے بھی نہ کیا وہ تو خس و خار کے ساتھ
آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا کبھی تو نے ظالم | سر ٹپک مر گئے لاکھوں تری دیوار کے ساتھ
یہ کئی تار ہیں، وہ رشتۂ جاں ہے یکسر | غلط اُس زلف کی تشبیہ ہے زنار کے ساتھ
رات دن رہتی ہے جوں دیدۂ تصویر کھُلی | آنکھ جس کی لگی اُس آئینہ رخسار کے ساتھ

---

[1] ن ۲ = گیسوے۔
[2] ن ۲ = سے یہ۔
[3] ن ۲ = دعاں لے جاویں۔
[4] ن ۲ = ہیں ابتو تہہ۔
[5] تذکرہ تمیں: ملی تجھ سے نہ آشفتہ ہوی ز۔
[6] ن ۲ = اس زلف معنبر۔

دیکھیو گر نہ پڑے دیجو اُسے اے قاصد　　دلِ بیتاب لپٹتا ہے یہ طومار کے ساتھ
کیا عجب ہے کہ وہ مجھسے ملا رہتا ہے　　گل کو پیوستگی لازم ہے کہ ہو خار کے ساتھ

ہے سزاوار اگر ایسے کو دیجے دل و دیں
ہم بھی دیکھا اُسے کل دُور سے بیدار کے ساتھ

غ ۱۵۹ ش ۹

یوں بہارِ خطِ سبز اُس کے ہے رخسار کے ساتھ　　جیسے پھولا ہو بنفشہ کہیں گلزار کے ساتھ
محشرِ فتنہ ہے اُس شوخ کی رفتار کے ساتھ　　جی چلا جائے ہے پازیب کی جھنکار کے ساتھ
آہ مت پوچھ کہ کس طرح کٹی شب تجھ بن　　صُبح کی رو رو گلے لگ در و دیوار کے ساتھ
آئینہ دیکھ تو اِس مُنہ سے تجھے اے طوطی　　دعوئ ہم سخنی اُس لبِ گفتار کے ساتھ
شکوۂ کم نگہی آنکھوں سے اُسکی نہ کرو　　گفتگو خوب نہیں مردمِ بیمار کے ساتھ
دردِ دل کس سے کہوں کون ہے ایسا جو سنے　　تھا شفیق ایک دل اپنا سو گیا یار کے ساتھ
لوگ جب اُس سے ملانے لگے مجھکو تو کہا　　میری اور اُس کی ملاقات ہے تردار کے ساتھ
نقدِ دیں یوں نظر آتا ہے کہ کھو آوے گا　　لگ چلا یا توں میں دلِ اُس بتِ عیار کے ساتھ

جو ہوی سو ہوی اب جانے دو اے بندہ نواز
آکے مِل جاؤ گلے پیار سے بیدار کے ساتھ

غ ۱۶۰ ش ۱۱

کیا ہے تجھسے دو چار آئینہ　　ہے جو باغ و بہار آئینہ
اپنے اوپر تو رحم کر ظالم　　دیکھ مت بار بار آئینہ
اُس رُخِ شعلہ تاب کے آگے　　آب ہو شمع وار آئینہ
عکس تیرے نے کر دیا اے ماہ　　یکقلم زرنگار آئینہ
شرم سے آب ہو گیا یکسر　　دیکھ کر روئے یار آئینہ

اُس بُتِ خود نما کی صورت کا ہے مجھے یادگار آئینہ
سامنے تیرے کچھ نہیں ٹوٹے (ق) ایک دو تین چار آئینہ
مثل مینائے سنگ خوردہ ہوے ٹکڑے ٹکڑے ہزار آئینہ
تجھ نگاہِ خدنگ سے دوچار ہو گراب لے نگار آئینہ
پس مناسب ہے یہ کہ سینے پر باندھے آئینہ چار آئینہ
ہے منوّر مثال مہ بیدارؔ
گرچہ ہے خاکسار آئینہ

غ ۱۶۱
ش ۹

اُس سے ہو کر دوچار آئینہ ہووے حیرت شکار آئینہ
کس تحیّر فریب کو دیکھا ہے جو بے اختیار آئینہ
مثلِ سیماب دیکھ کر مجھکو ہو گیا بے قرار آئینہ
ایک جلوے نے کر دیا تیرے رشکِ صد نوبہار آئینہ
اُس کے آگے نہ منھہ پہ نور رہا گرچہ تھا مہ عذار آئینہ
حُسن سازی کرے ہے تو ہر دم دیکھ دیکھ اے نگار آئینہ
کوئی دن یہاں کسو کو جینے دے جانِ من واگزار آئینہ
ہے کدورت ہی مانع دیدار ورنہ ہر دل ہے یار آئینہ
دل کو بیدارؔ صاف کر اپنے
تا ہو یہ بے غبار آئینہ

ردیف ی

غ ۱۶۲
ش ۶

کچھ نہ ایدھر ہے نہ اُدھر تو ہے | جس طرف کیجئے نظر تو ہے
اختلافِ صور ہے ظاہر میں | ورنہ معنیٔ یک دگر تو ہے
ہے جو کچھ تو، سو تو ہی جانے ہے | کوئی کیا جانے کس قدر تو ہے
کیا مہ و مہر، کیا گل و لالہ | سب میں دیکھا تو جلوہ گر تو ہے
کس سے تشبیہ دیجئے تجھکو | سارے خوباں سے خوب تر تو ہے

وہ تو بیدارؔ ہے عیاں لیکن
اُس کے جلوے سے بے خبر تو ہے

غ ۱۶۳
ش ۷

لبِ رنگیں ہیں ترے رشکِ عقیقِ یمنی | زیب دیتی ہے تجھے نامِ خدا کم سخنی
ہارِ گل پہنے تھے پھولوں کے نشاں ہے اب تک[51] | ختم ہے گلبدنوں میں تری نازک بدنی
شرم سے آب ہوئے شکر[52] و قند و نبات | دیکھ کر اے شکریں لب تری شیریں دہنی
میوۂ باغِ ارم اُس کو نہ بھاوے ہرگز | تو بر لو سہ کیا جس نے وو سیبِ ذقنی
جھوٹے وعدے ترے اے جاں کروں کس باور[53] | دل شکستہ نہ کرے گر تری پیماں شکنی
شمع رویوں سے جسے شام و سحر صحبت ہوے[54] | ہے سزاوار اُسے دعویٔ خوش انجمنی

اِس قدر مہکی ہے اُس کاکلِ مشکیں کی شمیم
جست و جو میں ہوئے بیدارؔ غزالِ ختنی

---

[51] تذکرتین: پھولوں کے جو پہنے تھے۔
[52] ن ۱: ہوئے شکر۔
[53] ن ۱: کروں اے جان ترے۔
[54] ن ۱: ہوئے صحبت۔

غ ۱۶۴ ش ۹

شتاب آ کہ نہیں تابِ انتظار مجھے — ترا خیال ستاتا ہے بار بار مجھے

نہیں ہے ایک بھی دم تابِ برق وار مجھے — کیا ہے کس نے الٰہی یہ بے قرار مجھے

سیا تو ہے یہ کوئی دم میں پھر گریباں کا — جُدا جُدا نظر آتا ہے تار تار مجھے

ہوا ہوں آپ سے خالی برنگِ پیراہن — کسو سے شوق ہے ہونے کا ہم کنار مجھے

تمھاری چشم ہیں بختِ سیہ میں اے خوباں — برنگِ سرمۂ دیا رنگِ اعتبار مجھے

نگاہِ مست نے ساقی کے بادۂ جاں بخش — دیا سبھوں کو رکھا کُشتۂ خمار مجھے

عدو ہوئے ہیں مرے تیری دوستی سیتی — پر اب تک آہ نہ سمجھا تو دوستدار مجھے

یہ ہو سکے ہے کہ دل کو اُٹھاؤں اُس سے مَیں — نہیں (ہے) اس میں تو ناصح کچھ اختیار مجھے

یہ پیچ و تاب تو کچھ بے سبب نہیں بیدارؔ!
دِکھا گیا ہے کوئی زلفِ تابدار مجھے

غ ۱۶۵ ش ۱۲

تجھ بن تو ایک دم نہیں آرامِ جاں مجھے — اِس درد و غم میں چھوڑ چلا[۱۵۳] تو کہاں مجھے

اے شمع رو سحر کو غمِ ہجر نے ترے — مثلِ چراغِ صبح کیا نیم جاں مجھے

رکھتا ہوں چشم کوچۂ جاناں میں ایک[۱۵۴] دن — لے جائیگا بہا کے یہ اشکِ رواں مجھے

صورت کو اپنی آپ میں[۱۵۵] پہچانتا نہیں — ایسا کیا ہے غم نے ترے ناتواں مجھے

راضی ہوں (میں)، تمھاری اگر اس میں ہے رضا — جس طرح چاہو قتل کرو اے میاں مجھے

لاکھوں طرح کی دل میں تمنا ہے راہ کی — یک دم بھی چرخ نے نہ کیا شادماں مجھے

یا مرتضیٰ علی ولی! تم کرو عطا — دستِ کرم سے دولتِ ہر دو جہاں مجھے

نوٹ: غزل نمبر ۱۶۵ کا پانچواں، چھٹا، ساتواں شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

[۱۵۳] ن ۲: حال میں تو چھوڑ چلا اب۔

[۱۵۴] ن ۱: رات۔

[۱۵۵] ن ۱: میں اپنی آپ ہی۔

سوز و گدازِ ہجر نہ پوچھو کہ مثلِ شمع
اس سرگزشت کا نہیں تابِ بیاں مجھے

رنگیں بہارِ حسن نے وہاں کر دیا تجھے
یہاں عشق نے کیا چمنِ زعفراں مجھے

لب ریزِ شکوہ گرچہ ہوں پر اُس کے روبرو
حیرت خموش کرتی ہے آئینہ ساں مجھے

گلشن میں شور کس کے ہے حسنِ ملیح کا
پھیکا لگے ہے رنگِ گلِ ارغواں مجھے

محفل میں جس نے دیکھا نہ ہو سوزشِ سپند
بیدارؔ کوئے یار میں دیکھے طپاں مجھے

غ ۱۶۶ ش ۶

کیا کہوں گذرے ہے جو کچھ ہجر میں خواری مجھے
یاد آتا کچھ نہیں جز نالہ و زاری مجھے

تو اگر آوے عیادت کو مری آواز سُن
تب تو اس صحت ستی بہتر ہے آزاری مجھے

اب تو دل نے لا پھنسایا ہے قفس میں عشق کے
دیکھیے کیا کیا دکھاوے گا گرفتاری مجھے

یک طرف ہیں چشمِ گریاں ایک طرف دل بیقرار
ہجر میں کیا کیا ہوئی ہے سخت دشواری مجھے

نشۂ حبِ علیؑ سے اس قدر سرشار ہوں
روزِ محشر تک نہیں ہونے کی ہشیاری مجھے

اس سبب مشہور عالم میں ہوا بیدار نام
بسکہ تیری یاد میں رہتی ہے بیداری مجھے

غ ۱۶۷ ش ۹

تھم گیا اشک شبِ ہجر میں روتے روتے
سحرِ وصل کو مدت ہوئی ہوتے ہوتے

بات آیا ہے مرے لے بتِ وحشی تو آج
عمر اس بادیۂ عشق میں کھوتے کھوتے

مردمِ چشم سے پوچھ اے مہِ تاباں تجھ بن
کون سی شب کہ نہ گذری مجھے روتے روتے

---

۱ ن ۱: جو کچھ ترے فراق میں گذرے ہے اے نگار۔
۲ لفظ سوزش اور تاب، دونوں مؤنث ہیں۔
۳ ن ۲: ہر دم۔
۴ یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
۵ ن ۲: اس دل نے۔
۶ ن ۲: اس کے۔
۷ ن ۲: ہوں مست ہیں۔
۸ ن ۲: آنے۔
۹ ن ۲: ہو گیا بیدار میرا نام مشہورِ جہاں۔
۱۰ ن ۲: بھی شبِ ہجر۔ ۱۱ ن ۲: ہوا کیا مجھے۔

آہ یہ دل نہ ہوا گردِ[1] کدورت سے پاک نہ رہا قطرۂ اشک آنکھ میں دھوتے دھوتے

ہے خدا جانے کہاں لعلِ وصالِ جاناں تھک گیا سنگِ غمِ ہجر (کو) ڈھوتے ڈھوتے

چمنِ عشق میں نکلا نہ نہالِ شاداب دانۂ سنگ کو مدت ہوی بوتے بوتے

دیکھتا کیا ہوں کہ آیا ہے مری بالیں پر (ق) رات کو یار مرا خواب میں سوتے سوتے

اٹھ کے حیرت زدہ دیکھا تو نہ پایا اسکو کھل گئی آنکھ مری صبح کے ہوتے ہوتے

خواب میں ایک بھی شب یار نہ آیا بیدارؔ!
اس تمنا میں کئی دن ہوے سوتے سوتے

غ ۱۶۸ ش ۵

کیونکہ[1] عاشق سے بھلا کوچۂ جاناں چھوٹے بلبلِ زار سے ممکن نہیں[4] بستاں چھوٹے

کس کے آگے میں کروں چاک گریباں کہیو تو[2] جو ترے ہاتھ سے ناصح! مرا[3] داماں چھوٹے

غرق ہو جائیں پلک مارتے لاکھوں طوفاں اشک ریزی پہ اگر دیدۂ گریاں چھوٹے

دانت تو کیا ہیں اگر کاٹو چھری سے پیارے ہات میرے[5] سے یہ کیا معنی ہے داماں چھوٹے

دامنِ وصل صنم ہاتھ گر آوے بیدارؔ!
تو میاں! پنجۂ ہجراں سے گریباں چھوٹے

غ ۱۶۹ ش ۵

مت پوچھ تو جانے ہے احوال کو فرقت کے جس طور کٹے کاٹے ایام مصیبت کے

جی میں ہے دکھا دیجے اک روز ترے قد کو جو شخص کہ منکر ہیں اے یار قیامت کے

کہتے ہیں غلط تجھ سے میں دل کو چھڑاؤں گا چھوٹیں ہیں کہیں پیارے باندھے ہوے الفت کے

قصر و محل اے منعم تجکو ہی مبارک ہو بیٹھے ہیں ہم آشفتہ گوشے میں قناعت کے

۱؎ ن ۱: گرچہ۔
۲؎ ن ۲: ہے کہ۔
۳؎ ن ۲: اپنا۔
۴؎ ن ۲: تو ممکن نہیں۔
۵؎ ن ۲: مرے۔

بیدار! چھپائے سے چھپتے ہیں کوئی تیری
چہرے سے نمایاں ہیں آثار محبت کے

غ ۱۷۰
ش ۶

عاشقوں میں جو کوئی کشتۂ کاکل ہووے — اُس کی تربت پہ سدا سبزۂ سنبل ہوئے
سرو سے خوب ہے قد، گل سے ہے بہتر رخسار — کیوں نہ قربان ترے قمری و بلبل ہوئے
سنگِ غیرت سے مرا شیشۂ دل ہو ٹکڑے — آشنا لب سے ترے جب قلقلِ مُل ہوئے
زیر دیوار ہوں نالاں نہیں لیتا ہے خبر — آہ کیا حال ہو جب آپ[1] تغافل ہوئے
سیر کیواسطے گلشن میں اگر جاوے توں — دیکھ تجھ عارضِ رنگیں کو خجل گل ہوئے

قدرِ ہمدرد[2] کی ہمدرد ہی جانے بیدار!
سُن کے افسردہ مرے حال کو بلبل ہوئے

غ ۱۷۱
ش ۹

مکتب میں تجھے دیکھ کسے ہوش سبق ہے — ہر طفل کا یہ اشک سے آلودہ ورق ہے
دیکھ انجمنِ حُسن تجھے باغ میں ہیچ ہے — شبنم نہیں پھولوں پہ خجالت سے عرق ہے
وہ چاند سا منہ سرخ دوپٹے میں ہے، رخشاں — یا مہر کہوں جلوہ نما زیرِ شفق ہے
دل اُس بتِ بے مہر کو دے مفت میں کھویا — کہتے ہو جو کچھ یاد مجھے واقعی حق ہے
نرگس کی زرِ گل پہ بھی وا چشمِ طمع ہے — اس پر کہ زر و سیم کا اُس پاس طبق ہے
تعریف سنی تھی کبھی اُس پستہ دہن کی — ہر غنچہ کا اب تک جگر اس رشک سے شق ہے
جز تیرے نہیں غیر کو رہ دل کے نگر میں — جب سے کہ ترے عشق کا یہاں نظم و نسق ہے
ہوں منتظر اُس مہر کے آنے کا ہی ورنہ — شبنم کی طرح آنکھوں میں دم کوئی رمق ہے

---

[1] ن ۱: درد ہمدرد کے۔
[2] ن ۲: ایسا جو۔
[3] ن ۲ میں یہ شعر نہیں ہے۔

کر مصقلۂ ذکر سے دل صاف تو اپنا
بیدارؔ! یہ آئینہ تجلی گہِ حق ہے

غ ۱۴۲ ش ۷

میرِ مجلسِ رنداں آج وہ شرابی ہے — خونِ دل جسے میرا بادۂ گلابی ہے
دل کو سخت بیتابی چشم کو بیخوابی ہے[1] — ہجر میں تیرے ظالم[2] یہ یہ کچھ خرابی ہے
عیش چاہیئے جو کچھ سو تو آج ہے موجود — جام مے ہے، ساقی ہے، سیرِ ماہتابی ہے
صبح ہوتے دے ٹک ایک رات ہے ابھی باقی — تجکو گھر کے جانے کی ایسی کیا شتابی ہے
ہم ہیں اور تم ہو یہاں غیر تو نہیں ہے کوئی — آ گلے سے لگ جاؤ وقتِ بیحجابی ہے
تیرے اے پری پیکر سینے پر نہیں پستاں[3] — طاقِ حسن پر گویا شیشۂ حبابی ہے

کیوں نہ بزم میں بیدارؔ ہووے قابلِ تحسیں
ہر یک اِس غزل کے بیچ شعر انتخابی ہے

غ ۱۴۳ ش ۱۱

عاشق کا اگر دیدۂ خونبار نہ ہووے — تو رشکِ چمن کوچۂ دلدار[4] نہ ہووے
بخشی ہو جسے تجھ قدحِ چشم نے مستی[5] — وہ مست قیامت کو بھی ہشیار نہ ہووے
مردم کو دکھا دیویں پلک مارتے طوفاں — آنکھوں کو اگر یار کا دیدار نہ ہووے
رشکِ مہِ تاباں ہے ترا روے درخشاں — روشن ہے کہ تجھ گھر میں شبِ تار نہ ہووے
رکھتی ہے زر و سیم و لے روئے ادب سے — نرگس تری آنکھوں کی خریدار نہ ہووے
جب دل سے کہا میں نے کہ اے مونسِ جانی (ق) — تجسا مرے غم کا کوئی غمخوار نہ ہووے
کیا کیا میں کروں تجھ سے بیاں اسکی جفائیں — ویسا کوئی عالم میں ستمگار[6] نہ ہووے
دل کہنے لگا جسکو نہ ہو درد کی طاقت — لازم ہے اُسے عشق کا بیمار نہ ہووے

---

[1] ن ۲: چشم کو بے خوابی ہے دلکو بے تابی ہے سخت۔
[2] ن ۲: ظالم ترے۔
[3] ن ۲: غبغب اُس پری رو کا دیکھ ہوش جاتا ہے۔
[4] ن ۲: کوچے میں تیرے ایسے یہ گلزار۔
[5] ن ۱: مست ہے جسے تجھ نگہ۔
[6] ن ۲: جفاکار۔

جو رکھ نہ سکے خارِ رہِ غم پہ قدم کو　　اُس کو سفرِ عشق سزاوار نہ ہووے

ہر چند کہ دلبر کی طرف سے ہو اذیّت　　عاشق اُسے کہتے ہیں جو بیزار نہ ہووے

بیجا ہے شکایت ستمِ یار کی بیدارؔ!
ممکن ہے کہ معشوق دل آزار[1] نہ ہووے

غ ۱۷۴ ش ۷

حُسنِ سرشار ترا دارُوے بیہوشی ہے　　ہوش میں کون ہے کس کو سرِ مَے نوشی ہے

کچھ اگر بے ادبی ہووے تو معذور رکھو　　صحبتِ میکشی و عالمِ مدہوشی ہے

سر چڑھا چاہیے ہے اے زلف کسی کے تو مگر　　اُس پری رُو سے تجھے آج جو سرگوشی ہے

جوں ہلال آپ سے یکسر میں ہوا ہوں خالی　　تجھ سے اے مہر لقا شوق ہم آغوشی ہے

بانگِ گُل باعثِ گردن شکنی ہے گُل کی　　غنچہ سالم ہے کہ جب تک اُسے خاموشی ہے

زہرہ ہو خوف سے آب اُس کی نگہ کے آگے　　گرچہ آئینے کو جوہر سے زرہ پوشی ہے

عمر غفلت ہی میں بیدارؔ! چلی جاتی ہے
یاد ہے جس کی غرض اُس سے فراموشی ہے

غ ۱۷۵ ش ۵

رات مت پوچھ کہ تجھ بن جو مصیبت گزری　　صبح تک جان عجب دل پہ قیامت گزری

اے گُلِ باغِ حیا آکے ذرہ[2] مجکو ہنسا　　کہ تری یاد میں روتے ہوئے مدّت گزری

ایک شمّہ ہے مرے حال سے احوال اُن کا　　قیس و فرہاد پہ سنتے ہو جو حالت گزری

کس بُرے وقت کا لاگا[3] تھا مرا دل تجھ سے　　کہ ترے عشق میں یک دم بھی نہ راحت گزری

عشق میں اُس بُتِ[4] بے مہر کے دیکھا بیدارؔ!
آہ کیا کیا نہ ترے جی پہ اذیّت گزری

---

[1] تذکرتین = ستم گار۔
[2] ن ۲ = تنک۔
[3] ن ۲ = کیا وہ ساعت تھی کہ دل تجھ سے لگا تھا مرا۔
[4] ن ۲ = مہ۔

غ ۱۷۶
ش ۷

حُسن ہر نونہال رکھتا ہے — کوئی تجھ سا جمال رکھتا ہے
مجھ سے ہو تیرے جور کا شکوہ — یہ بھلا احتمال رکھتا ہے
تجھ سے کچھ اپنی عرضِ حال کرے — دل کب اتنی مجال رکھتا ہے
ماہ کیا ہے کہ جس سے دوں تشبیہ — حُسن تو بے زوال رکھتا ہے
جیتے جی اُس سے عاشقِ مہجور — کب اُمیدِ وصال رکھتا ہے
تو کہاں اور اُس کا وصل اے دل — یہ خیالِ محال رکھتا ہے

جی میں بیدار تیرے ملنے کے
آہ کیا کیا خیال رکھتا ہے

غ ۱۷۷
ش ۷

بزمِ بُتاں میں ہر چند ہر ایک دلربا ہے — پر دل بری میں تیری کچھ اور ہی ادا ہے
جی تو جفا سے تیری انکھیوں[۵۱] میں آرہا ہے — اِس سے اب آگے ظالم! کیا تیرا مُدّعا ہے
پوچھو جو راست ہم[۵۲] سے نہ سرو ہے نہ شمشاد — قدِّ قیامت اُس کا سر[۵۳] تا قدم بلا ہے
رہنے دو یا اُٹھا دو[۵۴] اپنی گلی سے ہم[۵۵] کو — عاشق ہیں اب[۵۶] تمھارے جو کچھ کرو بجا ہے
آہ و فغان و نالہ ہیں کس حساب میں یہاں — تجھ عشق میں ستم گر کیا کیا نہ ہو چکا ہے
جو کچھ اب آوے جی میں کہیو[۵۷] ہمارے حق میں — یہ گالیاں تو کیا ہیں یوں ہیں اگر رضا ہے

بیدار! مصرعۂ درد[۵۸] سنتا ہے یاد رکھیو![۵۹]
"دل مت کہیں لگانا اُلفت بُری بلا ہے"

غ ۱۷۸
ش ۵

دل میں اتنی ہی رہی[۶۰] آہ تمنّا اُس سے — گر وہ ملتا تو مزے لُوٹتے کیا کیا اُس سے

---

۵۱ ن ۲: آنکھوں۔
۵۲ ن ۲: مجکو۔
۵۳ ن ۲: کچھ اور ہی۔
۵۴ ن ۲: دو یا اُٹھاؤ۔
۵۵ ن ۲: مجھ۔
۵۶ ن ۲: تو ہیں۔
۵۷ ن ۲: کہیے۔
۵۸ ن ۱ کے حاشیے پر درد تمام دیجئے گا۔
۵۹ ن ۲: سنتا ہے یاد رکھیو بیدار مصرعۂ درد۔
۶۰ ن ۲: کیسی۔

قیمتِ بوسۂ لعلِ لب اگر چاہے جان مفت ہی جان کے کر گزرے یہ سودا اُس سے

دل میں یوں تھا کہ کبھو یار سے ملنا ہوگا (ق) شکوے کیا کیا ہی مَیں اظہار کروں گا اُس سے

جو نہیں وہ آکے مِلا دیکھتے ہی حیرت سے جی کی جی میں ہی رہی کہنے نہ پایا اُس سے

جب میں بیدؔار کو پوچھا تو کہا کون ہے وہ؟
میرے کوچے میں کئی پھرتے ہیں شیدا اُس سے

غ ۱۷۹ ن ۹

جو تو ہے پاس تو دیکھوں بہار آنکھوں سے دگرنہ کرتے ہیں گُل کارِ خار آنکھوں سے

میں کس امید پہ دیکھوں بہار آنکھوں سے نہاں ہے وہ صنم گل عذار آنکھوں سے

کہاں ہے تو کہ میں کھینچوں ہوں راہ میں تیری مثالِ[1] نقشِ قدم انتظار آنکھوں سے

زبسکہ آتشِ غم شعلہ زن ہے سینے میں گریں ہیں اشک کی جا گہ شرار آنکھوں سے

میں یاد کر دُرِ دندانِ یار روتا ہوں ٹپکتے ہیں گُہرِ آب دار آنکھوں سے

ٹک آکے دیکھ تو اے سرو قد مرا احوال رواں ہے غم میں ترے جُوئبار آنکھوں سے

چڑھاؤں دستۂ نرگس مزارِ مجنوں پر جو دیکھوں آج میں رُقّے نگار آنکھوں سے

چمن میں گُل کوئی تجھ سا مری نظر نہ پڑا اگرچہ دیکھا میں جا کر ہزار آنکھوں سے

ہوا ہے دیدۂ بیدؔار گلفشاں جب سے
گرا ہے تب سستی ابرِ بہار آنکھوں سے

غ ۱۸۰ ش ۷

آ ملتے ہی پھر جُدائی کی واہ کیا خوب آشنائی کی

نہ گئی تیری سرکشی ظالم! ہم نے ہر چند جبہہ سائی کی

نوٹ: غزل نمبر ۱۷۹ کا دوسرا مطلع اور پانچواں، چھٹا شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔
[1] ن ۲ = بسانِ۔ تذکرۂ مرتبہ برنگِ۔

دل نہیں اپنی اختیاری یاں　　کیا مگر تو نے دلربائی کی

در پہ اے یار تیرے آپہنچے　　طپش دل نے رہنمائی کی

قابلِ سجدہ تو ہی ہے اے بُت　　سیر کی ہم نے سب خدائی کی

جو مقید ہیں تیری الفت کے　　آرزو کب اُنہیں رہائی کی

جی میں بیدار اُکھب گئی میرے
فندق اُس پنجۂ حنائی کی

غ ۱۸۱ ش ۷

مقدور کیا مجھے کہ کہوں وہاں کہ یہاں رہے　　ہیں چشم و دل گھر اُسکے جہاں چاہے وہاں رہے

مثلِ نگاہ گھر سے نہ باہر قدم رکھا　　پھر آئے ہر طرف پہ جہاں کے تہاں رہے

نہ بتکدے سے کام نہ مطلب حرم سے تھا　　محوِ خیالِ یار رہے ہم جہاں رہے

جس کے کہ ہو نقاب سے باہر شعاعِ حُسن　　وہ روئے آفتاب خجل کب نہاں رہے

آئے تو ہو پہ دل کو تسلی ہو تب مرے　　اتنا کہو کہ آج نہ جاوینگے ہاں رہے

ہستی ہی میں ہے سیرِ عدم اُس کو یہاں جسے　　فکرِ میانِ یار و خیالِ دہاں رہے

بیدار! زلف کھینچے اِدھر چشمِ یار اُدھر
حیراں ہے دل کہاں نہ رہے کس کے ہاں رہے

غ ۱۸۲ ش ۷

اب تک مرے احوال سے وہاں بے خبری ہے　　اے نالۂ جاں سوز یہ کیا بے اثری ہے

یہاں تک تو رسا قوتِ بے بال و پری ہے　　پہنچوں ہوں وہاں تیری جہاں جلوہ گری ہے

پولاد[1] دلاں! چھوڑیو زنہار نہ مجکو　　چھاتی مری جوں سنگ شراروں سے بھری ہے

ہو جاوے ہے اُس کی صفِ مژگاں کے مقابل　　اِس دل کو مرے دیکھو تو کیا بے جگری ہے

---

[1] تذکرہ تمین = تولاد۔

کس باغ سے آتی ہے بتا مجکو کہ یہ آج — کچھ اور ہی بو تجھ میں نسیمِ سحری ہے
تیرا ہی طلبگار ہے دل دونوں جہاں میں — نے حور کا جویا ہے، نہ مشتاقِ پری ہے

ہے زور ہی کچھ آب ہوا ملکِ عدم کی
ہر شخص کہ بیدارؔ! اُدھر کو سفری ہے

غ ۱۸۳ / ش ۶

زلف اُس رُخ پہ صبا سے جو پریشاں ہو جائے — سحر و شام بہم دست و گریباں ہو جائے
گردِ گلزار حیا آ کے[1] نمایاں ہو جائے — رشکِ بستانِ ارم کلبۂ احزاں ہو جائے
گیسوئے مُشک فشان و رخِ رنگیں سے ترے — سنبل آشفتہ و گل چاک گریباں ہو جائے
تو وہ گل ہے کہ ترے جلوۂ رنگیں کو دیکھ کے — زعفراں زار خجالت سے گلستاں ہو جائے
میں تو کیا چیز ہوں بیدارؔ! کہ ہوں اُس پہ فدا — گر پری دیکھے ٹک اُس رخ کو تو قرباں ہو جائے

آج یوں جی میں ہے بیدارؔ! کہ میں جا کے وہاں
ایسا روؤں کہ چمن کوچۂ جاناں ہو جائے[2]

غ ۱۸۴ / ش ۲۲

ہم ہی تنہا نہ تری چشم کے بیمار ہوئے — اس مرض میں تو کئی ہم سے گرفتار ہوئے
سینۂ خستہ ہمارے سے ہے غرباں کو رشک — ناوکِ غم جگر و دل سے زبس پار ہوئے
بکنے موتی لگے بازار میں کوڑی کوڑی — یاد میں تیری زبس چشم گہربار ہوئے
روزِ اوّل کہ تم آ مصرِ محبت کے بیچ (ق) — یوسفِ مصر ہوئے، رونقِ بازار ہوئے
نقدِ جان و دل و دیں دے کے لیا ہم نے تمھیں — سیکڑوں اہلِ ہوس گرچہ خریدار ہوئے
گھر میں لے آئے تجھے چاہ سے کرتے شادی — کہ تم اِس غمکدے میں شمعِ شبِ تار ہوئے
رُخِ تاباں سے تمھارے کہ ہے خورشید مثال — در و دیوار سبھی مطلعِ انوار ہوئے

---

[1] ن ۲: وہ بہار چمنِ حسن جو آجائے یہاں۔
[2] یہ مقطع ن ۲ میں نہیں ہے۔

ڈھونڈتے تم کو سجن[1] پھرتے تھے ہم شہر بہ شہر / خوار (و) رسوائے اسیر کوچہ و بازار ہوے

للہ الحمد کہ مدت میں تم اے نورِ نگاہ / باعثِ روشنی دیدۂ خونبار ہوے

خانۂ چشم میں رہتے تھے شب روز کہ تم / قرۃ العین ہوے، راحتِ دیدار ہوے

دیکھ کر مہر و وفاؤ کرم و لطف کو ہم / جانتے یوں تھے کہ تم یارِ وفادار ہوے

جس میں تم ہوتے خوشی سو ہی تو ہم کرتے تھے / پر نہیں جانتے کس واسطے بیزار ہوے

اب ہمیں چھوڑ کے یوں زار و نزار و غمناک / تم کہیں اور ہی جا یہاں سے نمودار ہوے

یہ تو ہرگز بھی نہ تھی تم سے توقع ہم کو / کہ ستم کار و جفا کار و دل آزار ہوے

نہ وہ اخلاص (و) محبت ہے نہ وہ مہر و وفا / شیوۂ جور و جفا و ستم اظہار ہوے

یا وہ الطاف و کرم تھا کہ سدا رہتے تھے / اے گل اندام ہمارے گلے گلہار[2] ہوے

اس میں حیراں ہیں کہ کیا ایسی[3] ہوی ہے تقصیر / قتل کرنے کتیں پھر کے[4] جو تیار ہوے

تیغ خونریز بکف، خنجر عریاں بمیاں / ہر گھڑی سامنے آجاتے ہو خونخوار ہوے

گر اسی میں ہے خوشی دل کی تمھارے تو خیر[5] / ہم بھی راضی ہیں کہ اس جینے سے بیزار ہوے

پھر تو کیا ڈھیل ہے، سنتے ہو اٹھو بسم اللہ / کھینچ کر تیغ کو مارو جو ستم گار ہوے

ورنہ دل کھول کے لگ جاؤ گلے سے پیارے / گو کہ ہم قتل ہی کرنے کے سزاوار ہوے

اتنی سی بات کے کہنے میں کہ یک لخ سہ دیو / آہ اے شوخ ستم[6] ایسے ہی گنہگار ہوے

توبہ کرتے ہیں، قسم کھاتے ہیں سنتے ہو تم / پھر نہیں کرنے[7] کے آگے کوں خبردار ہوے

---

[1] ن ۲: پری۔
[2] ن ۲: کے ہار۔
[3] ن ۲: ہم سے۔
[4] ن ۲: پھرتے ہو۔
[5] ن ۱: بھی۔
[6] ن ۲: جو۔
[7] ن ۱: کہنے۔

پوچھتا کیا ہے تو بیدار ہمارا احوال
دام خوباں میں پھر اب آکے گرفتار ہوئے

غ ۱۸۵ ش ۶

سلام بھی (یہ) زمانے میں اور دعا بھی ہے — ہمارے یار نے قاصد سے کچھ کہا بھی ہے
جدا تو اس مہ تاباں سے کر دیا مجھکو — ستم کچھ اس سے زیادہ فلک نما بھی ہے
بلا ہیں زلف و خط و خال و ابرو و مژگاں — کچھ اِن بلاؤں کا اے شوخ انتہا[1] بھی ہے
ترے فراق میں جو درد و غم گزرتا ہے — کبھی کسی سے مرے حال کو سنا بھی ہے
ستم ہے روٹھنا عاشق سے ہر گھڑی ظالم — کڑھانا دوست کو اپنے کہیں روا بھی ہے[2]

گیا جو راہ محبت میں، گم ہوا بیدار!
کبھو سنا ہے کہ جیتا کوئی پھرا بھی ہے

غ ۱۸۶ ش ۵

نہ وفا ہے[3] نہ مہر و الفت ہے — ای ستم گر یہ کیا قیامت ہے
وصل میں سخت ہجر کا ہے خوف — عشق میں ہر طرح مصیبت ہے
گل صد برگ دیکھو اس کے ہات — دل صد چاک کی کنایت ہے
ایک نرگس ہے سو بھی حیراں ہے — چشم سے تیری کس کو نسبت ہے

سامنے کون ہو سکے بیدار!
نگہ شوخ برق آفت ہے

غ ۱۸۷ ش ۸

جس دن تم آکے ہم سے ہم آغوش ہو گئے — شکوے جو دل میں تھے سو فراموش ہو گئے
ساقی! نہیں ہے ساغر مے کی ہمیں طلب — انکھیاں ہیں[4] دیکھ کر تری مدہوش ہو گئے

---

[1] انتہا مونث ہے۔
[2] یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
[3] ن ۲ : و۔
[4] ن ۲ : آنکھیں ہیں تیری دیکھ کے۔

سننے کو حسنِ یار کی خوبی برنگِ گل　　اعضا مرے بدن کے سبھی گوش ہو گئے

کرتے تھے اپنے حسن کی تعریف گلرخاں　　اُس لالہ رو کو دیکھ کے خاموش ہو گئے

اے جان دیکھتے ہی مجھے دور سے تم آج (ق)، یہ کون سی ادا تھی کہ روپوش ہو گئے

رہتے تھے بے حجاب مرے پاس جن دنوں　　وو روز ہائے تم کو فراموش ہو گئے

دنیا و دیں کی اب نہ رہی کچھ ہمیں خبر　　ہوتے ہی اُس کے سامنے بیہوش ہو گئے

بیدار بسکہ روئے ہم اُس گل کی یاد میں
سر تا قدم سرشک سے گلپوش ہو گئے

غ ۱۸۸ ق ۱۰

جب لگ کہ دل نہ لاگا اِن بے مروتوں سے　　ایام اپنے گذرے کیا کیا فراغتوں سے

اُلفت گرفتہ دل ہے یہاں خوب صورتوں سے　　کوئی بات ہے کہ چھوٹے ناصح نصیحتوں سے

بالیں پہ تو نے ظالم آ اِک نظر نہ دیکھا　　عاشق نے جان تو دی پر کیا ہی حسرتوں سے

اوّل ہی مَیں تمہارے آنے سے پا گیا تھا　　لیجے یہ دل ہے حاضر حاصل حکایتوں سے؟

مت پوچھ یہ کہ تجھ بن شب کس طرح سے گذری　　کاٹی تو رات لیکن کِس کِس مصیبتوں سے

چاہو کہ منہ سے نکلے کچھ بات کیا قدرت!　　بالفرض مَیں گر اُس تک پہنچا خرابیوں سے[1]

آتی ہے ہر نفس سے بوئے کباب بریاں　　یہاں تک جگر جلا ہے غم کی حرارتوں سے

مضمون سوزِ دل کا لکھتے ہی اُڑنے لاگے　　حرف و نقط شرر ساں یکسر کتابتوں سے

اتنا ہی کہیو قاصد! جب سے کہ تو گیا ہے　　جیتا تو اب تلک ہوں پر ایسی حالتوں سے

بیدار! اسیرِ گلشن کیوں کر خوش آوے مجکو
جوں لالہ داغ ہے دل یاروں کی فرقتوں سے

---

[1] یہ شعر صرف ن ۲ میں ہے۔ مگر اس کا قافیہ درست نہیں۔

غ ۱۸۹ س ۵

تیرے مژگاں ہی نہ پہلو مارتے ہیں تیر سے — ہمسری رکھتے ہیں ابرو بھی دمِ شمشیر سے

دیکھیو کرتا ہے غم کی لذتیں ہم پر حرام — ہو سمجھ کر آشنا اے نالہ ٹک تاثیر سے

میں ہوں وہ دیوانۂ نازک مزاجِ گلرخاں — کیجئے زنجیر جس کو سایۂ زنجیر سے

سوزِ دل کیوں کر کروں اُس شعلہ خو آگے بیاں — شمع کے مانند جلتی ہے زباں تقریر سے

گرچہ ہوں بیدارؔ غرقِ معصیت سر تا بہ پا
پر امیدِ مغفرت ہے شبّر و شبیّر سے

غ ۱۹۰ س ۷

گر ایک رات گذر یہاں وہ رشکِ ماہ کرے — عجب نہیں کہ گدا پر کرم جو شاہ کرے

دکھاوے آئینہ کس مُنہ سے اُس کو مُنہ اپنا — کہ آفتاب کو جو شمعِ صبح گاہ کرے

مقابل آتے ہی یوں کھینچ لے ہے دل وہ شوخ — کہ جیسے کاہ رُبا جذب برگِ کاہ کرے

حواس و ہوش کو چھوڑ آپ دل گیا اُس پاس — جب اہلِ فوج ہی مل جائے کیا سپاہ کرے

ستم شعار و دغا دشمن، آشنا بیزار! (ق) — کہو تو ایسے سے کیونکر کوئی نباہ کرے

کئی تڑپتے ہیں عاشق کئی سسکتے ہیں — اس آرزو میں کہ وہ سنگدل نگاہ کرے

محبت ایسے کی بیدارؔ سخت مشکل ہے
جو اپنی جان سے گذرے سو اُسکی چاہ کرے

غ ۱۹۱ س ۹

کون یہاں بازارِ خوبی میں ترا ہم سنگ ہے — حسن کی میزاں کا تیری مہر و مہ پاسنگ ہے

میں ہوں وہ دیوانہ سرخیلِ اربابِ جنوں — ہاتھ میں پتھر لئے ہر طفل میرے سنگ[1] ہے

سُرمئی آنکھوں کا تیری جو کوئی بیمار ہو — ایک میل اُس کے تئیں رکھنا قدم فرسنگ ہے

جائے تکیہ عاشقِ بے خانماں کو وقتِ خواب — زیرِ سر کوچے میں تیری خشت ہے یا سنگ ہے

[1] ساتھ۔

اس جواہر پوش (کے) دیکھے ہیں دو یاقوت سب — جس کی رنگینی کے آگے لعل بھی یک سنگ ہے
سخت جانی میری اور ظالم تری سنگیں دلی — آہ مثلِ آسیا یہ سنگ اوپر سنگ ہے
باپ کا ہے فخر وہ بیٹا کہ رکھتا ہو کمال — آئینے کو دیکھ فرزندِ رشیدِ سنگ ہے
یہ صدا کرتی ہے گھر گھر آسیا پھر پھر مدام — مشتِ گندم کے لئے چھاتی کے اوپر سنگ ہے

شیخ کی مسجد سے اے بیدار کیا ہے مجھکو کام
سجدہ گہ میرا صنم کے آستاں کا سنگ ہے

غ ۱۹۲ ش ۸

وو شوخ جو بے نقاب آوے — ممکن ہے کہ مجھکو تاب آوے
ہجراں کا عذاب تا نہ دیکھوں — اے کاش اجل شتاب آوے
کافی ہے نقابِ زلف مکھ پر — عاشق سے اگر حجاب آوے
کیوں کر کہے کوی حال تجھ سے — ہر بات میں جو عتاب آوے
قاصد سے کہا ہے وقتِ رخصت (ق) گر دو بتِ بے حجاب آوے
لے آئیو گر جواب دیوے — لازم ہے کہ تو شتاب آوے
لے جانِ بلب رسیدہ اتنا — رہتا ہے کہ تا جواب آوے

بیدار کو تجھ بن اے دلارام
ہوتا نہیں ہے کہ خواب آوے

غ ۱۹۳ ش ۷

میرے دل میں نہیں کچھ خواہشِ دنیا باقی — لیک رہتا ہے ہمیشہ غمِ فردا باقی
اور کچھ دل میں نہیں اپنے تمنا باقی — ہے مگر آرزوے یار ہی تنہا باقی

ا ن ۲: جس وقت تو۔
۲ ن ۲: ہوگا کوئی جس کو۔
۳ یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔
۴ ن ۲: مکھ۔
۵ ن ۲: جو وہ۔
۶ ن ۲: اپنا۔
۷ ن ۲: ہوتا ہی نہیں۔
۸ یہ مطلع ن ۲ میں نہیں ہے۔

زندگی اپنی تو ہے تجھ سے، سو تو جاتا ہے[۵۱]　اے مری جان رہا مرنے میں اب کیا باقی

محتسب اس طرف آتا ہے، شتابی مجھکو　دے بھی ساقی وہ جو ہے شیشے میں صہبا باقی

سب لٹا عشق کے میدان میں عریاں آیا　رہ گیا پاس مرے دامن صحرا باقی

یار کی تیغ سے ہوی آج شہادت مجھکو　تھا مرے دل میں یہ مدت سے تمنا[۵۲] باقی

روز و شب یاد میں حق کے ہی رہا کر بیدار![۵۳]
ہے بہت مہدِ عدم میں تجھے سونا باقی

غ ۱۹۴ ش ۷

قاصدا اُس کا پیام کچھ بھی ہے　کہ دعا و سلام کچھ بھی ہے

سخنِ مہر، خواہ حرفِ عتاب　اُس کے مُنہ کا کلام کچھ بھی ہے

صاف یا دُردِ بادۂ گل رنگ　ساقی لالہ فام کچھ بھی ہے

کیا غمِ ہجر، کیا سرورِ وصال　گذراں ہے دوام کچھ بھی ہے

اُس رُخ و زلف سے کہ دوں تشبیہ　خوبیِ صبح و شام کچھ بھی ہے

یاد میں اپنے یار کے رہنا　بہتر او راس سے کام کچھ بھی ہے

تو جو بیدار! یوں پھرے ہے خراب
پاسِ ناموس و نام کچھ بھی ہے

غ ۱۹۵ ش ۵

مے پئے مست ہے، سرشار کہاں جاتا ہے　اِس شبِ تار میں اے یار کہاں جاتا ہے

تیغ بر دوش، سپر ہاتھ میں، دامن گرداں　یہ بنا صورتِ خونخوار کہاں جاتا ہے

دل کو آرام نہیں ایک بھی دم یہاں تجھ بن　تو مرے پاس سے دلدار کہاں جاتا ہے

ایک عالم ابھی حیرت زدہ کر آیا تو　پھر اب لے آئینہ رخسار کہاں جاتا ہے

---

[۵۱] ن ۲: نشۂ جو جاتا ہے سو تو نہوا ہے اب تک۔
[۵۲] تمنا مؤنث ہے۔ ن ۲ میں یہ شعر نہیں ہے۔
[۵۳] ن ۲: یاد میں حق کے تو یہاں دل کو رکھ اپنے بیدار۔

جام و مینا و مئے و ساقی و مطرب ہمراہ
اس سرانجام سے بیدارؔ! کہاں جاتا ہے

غ ۱۹۶ ش ۵

تجھ عشق کا دعویٰ نہیں اے یار زبانی — ہے شمع صفت داغ مرے دل پہ نشانی
کیا کیا نہ ترے جور و جفا میں نے اُٹھائے — پر تو نے کبھو آہ مری قدر نہ جانی
شاید کہ نہ ہو اُس میں مرا قصۂ جانکاہ — سُنتا ہے نہ اِس ضد سے کسو کی وہ کہانی
محفل میں سراپا عرقِ شرم سے ڈوبے — اے شمع جو دیکھے تو مری اشک فشانی
گذری ہے جو کچھ دل پہ نہ آوے ہے زباں پر
بیدارؔ! نہیں حالتِ عُشّاق بیانی

غ ۱۹۷ ش ۷

گر بڑے مرد ہو تم غیر کو یہاں جا دیجے — اُس کو کہ دیجیے کچھ یا مجھے اُٹھوا دیجے
کون ایسا ہے جو چھیڑے ہے تمھیں راہ کے بیچ — میں سمجھ لیوں گا[1] ٹک اُسکو مجھے بتلا دیجے
دل و جان و خرد و دیں پہلے ہم دے بیٹھے — آج حیراں ہیں کہ آتا ہے اُسے کیا دیجے
کیا ہوا حال بھلا دیکھ تو مجھ بے دل کا — نہ کبھی دلبری کیجے، نہ دلاسا دیجے
دعویِ رستمی کرتے تو ہیں پر یک دم میں — چھین لوں تیغ و سپر اُن کی جو فرما دیجے
گم ہوا ہے ابھی یہاں گوہرِ دل اے خوباں — ہاتھ لگ جاوے تمھارے تو مجھے پا دیجے
بیوفا، دشمنِ مہر، آفتِ جاں، سنگیں دل
حیف بیدارؔ کہ ایسے کو دل اپنا دیجے

غ ۱۹۸ ش ۸

جو کچھ چاہیئے آپ فرمایئے — یہ غیروں کی باتیں نہ سُنوایئے
کبھی تو مرے پاس بھی آیئے — تمنّا مرے دل کی بر لایئے
بھروسا نہیں یک دم زندگی — جو آنا ہے منظور جلد آیئے

[1] ن ۲: لوں گا۔

نہیں وہ کہ تھی جس سے دل بستگی گئے دور یہاں سے کہاں پائیے
ڈراتے ہو کیا قتل کرنے سے ہمکو[1] اگر یوں ہی جی میں تو آ جائیے
یہ کیا چیز ہے دل جو تم سے رکھوں پسند آپکے ہے تو لے جائیے
چمن میں ہے گل اپنی خوبی پہ نازاں[2] ٹک اک اُس کو مونہ اپنا دکھلائیے
نصیحت سے بیدار کیا فائدہ
جو ہو آپ میں اُس کو سمجھائیے

غ ۱۹۹ ش ۵

تجھ بن آرام جاں کہاں ہے مجھے زندگانی وبال جاں ہے مجھے
گو ہی درد ہجر ہے تیرا زیست کا اپنی کب گماں ہے مجھے
خامشی بے سبب نہیں بیدار (ق) باعث زیستن دہاں ہے مجھے
مثل طوطی ہزار معنی میں سحر ساز سخن زباں ہے مجھے
ہے خیال اُس کا مانع دیدار
ورنہ سو قوت بیاں ہے مجھے

غ ۲۰۰ ش ۹

آئیے تا آرزو ہے جاں نثاری کیجئے اتنا تصدیع آج تو خاطر ہماری کیجئے
ہجر میں اُس کے نہ اتنی بے قراری کیجئے اس قدر لازم ہے دل بے اختیاری کیجئے
اشک گلگوں گر ابھی آنکھوں سے جاری کیجئے شرم سے پانی تجھے ابر بہاری کیجئے
آہ اس[3] ماتم سرا میں روئیے کر کس کو یاد اپنے ہی احوال پر جوں شمع زاری کیجئے
گر ہوس روشن دلی کی ہے تو اپنی چشم کو آئینے کی طرح صرف خاکساری کیجئے

---

[1] ن ۱ اور ۲ میں یہ شعر ہی نہیں لکھا ہے۔ مگر پہلے مصرعہ کا وزن درست نہیں رہتا۔ شاید "ہمکو" کی جگہ "تم" ہو۔

[2] ن ۲: خواہش روشن دلی گر ہے۔

نوٹ: غزل نمبر ۱۹ کا ساتواں شعر ن ۲ میں نہیں ہے

[3] اس مصرعہ میں بھی وزن زائد ہے اور یہ شعر ن ۲ میں نہیں ہے۔

خواب میں بھی اُس کو ہم تک پُہنچنا[1] دوبر ہوا　　واہ واہ اے شرم یہاں تک پردہ داری کیجئے

جی میں ہے اب ہو جیئے گا دست بردارِ عشق سے　　نازبرداریٔ بتاں! کب تک تمھاری کیجئے

آخر اے بیدار دیکھا کیا ترے جی کو بنی　　ایسے ظالم سے میں کہتا تھا نہ یاری کیجئے

شوق ہے کہئے بدل کر قافیہ پھر یہ غزل
رات ساری جاگئے اور مے گُساری کیجئے

غ ۲۰۱

نشہ میں جی چاہتا ہے بوسہ بازی کیجئے　　اتنی رخصت دیجئے بندہ نوازی کیجئے!

چاہئے جو کچھ، سو ہو پہلے ہی سجدے میں حصول　　آپ کو گر کعبۂ دل کا نمازی کیجئے

جس نے یک جلوے کو جی اپنا دیا[2] پروانہ وار　　اِس قدر اے شمع رویاں حسن سازی کیجئے

نردباں کہتے ہیں ہے بامِ حقیقت کا مجاز[3]　　چند روز اِس واسطے عشقِ مجازی کیجئے

خواہشِ[4] روشن دلی گر ہووے شب سی تا سحر
شمع ساں بیدار! روز و جاں گدازی کیجئے

غ ۲۰۲
ش ۵

دُور سے بات خوش نہیں آتی　　یوں ملاقات خوش نہیں آتی

تجھ بن[5] اے ماہ رو کبھی مجھ کو　　چاندنی رات خوش نہیں آتی

جائے بوسے کے گالیاں دیجے　　یہ عنایات خوش نہیں آتی

نہ مے و جام ہے نہ ساقی ہے　　ایسی برسات خوش نہیں آتی

اُس کے مذکور کے سوا بیدار!
اور کچھ بات خوش نہیں آتی

---

[1] ن ۲: پُہنچنا دوبھر۔
[2] ن ۲: دیکھا، جی دیا۔
[3] عربی کا مشہور مقولہ ہے: المجاز قنطرة الحقیقة۔ مجاز حقیقت کا پُل ہے۔
[4] ن ۲: گر دلِ روشن کی خواہش ہے تو۔
[5] ن ۲: تو نہ ہووے تو اے مہ تاباں!۔

غ ۲۰۳ ش ۷

دوستو جانے دو اب بات اُٹھاؤ ہم سے
زخم یہ وہ ہے کہ یہ ہو نہ سکے مرہم سے

جس قدر چاہے دے تو دیکھ یہ مستا میں ہوں
امتیاز اُٹھ گیا ساقی اب مجھے بیش و کم سے

گر ترے خاطرِ عاطر یہ ہے کچھ مجھ سے غبار
آ تیں کہہ کہ اُٹھاؤں مژۂ پُر نم سے

اے بُتاں سمجھو تو ہیں ہم بھی غنیمت جوں شمع
بزم افروزی تمھاری ہے ہمارے دم سے

مہرباں خیر تو ہے کس پہ ہو غصّے اتنے
آج آتے ہو نظر کچھ تو مجھے برہم سے

ننگ ہے آئینے کے سامنے ہونا مجھکو
کاسۂ زانو مرا صاف ہے جامِ جم سے

ہجر میں اُس مہِ تاباں کے مجھے اے بیدار
سخت تر روز گزرتا ہے شبِ ماتم سے

غ ۲۰۴ ش ۹

صفا الماس و گوہر سے فزوں ہے تیرے دنداں کی
کہاں تجھ لب کے آگے قدر و قیمت لعل و مرجان کی

عجب کی ساحری اُس من ہرن نے چشمِ فتّاں میں
دیا کاجل سیاہی لے کے آنکھوں سے غزالاں کی

تجھے اے لالہ رُو وہ حُسنِ رنگیں ہے کہ گُل رویاں
عبیرِ پیرہن کرتے ہیں تیری گرد داماں کی

عبث مَل مَل کے دھوتا ہے تو اپنے دستِ نازک کو
نہیں جانے کی سرخی ہاتھ سے خونِ شہیداں کی

---

[۱] ن ۲: چاہ تو ہی دے کر۔
[۲] ن ۲: کہیے۔
[۳] ن ۲: سامنے آئینے کے۔
[۴] تذکروں میں یہ مطلع ردیف دال میں ہے۔

اور ذیل کا مطلع بھی اس کے ساتھ لکھا ہے۔
کیا بیمارِ عشق آنکھوں نے تیری نرگستاں کو۔
دیا تجھ سبزۂ خط نے طراوت باغِ رضواں کو

بہار آئی چمن میں، گُل کھِلے اے باغباں شاید؟
جنوں نے دھجیاں کر جو اُڑائیں پھر گریباں کی

قدِ موزوں تو شمشاد و صنوبر رکھتے ہیں لیکن
کہاں پاویں لٹک کی چال اُس سروِ خراماں کی

نہ دیکھی آنکھ اُٹھا بدحالیِ آشفتگاں ظالم!
بتاتا ہی رہا تو خوش خمی زلفِ پریشاں کی

برہنہ پا، جنوں آوارہ، کون اِس دشت سے گزرا
کہ رنگیں خون سے ہے نوک ہر خارِ مغیلاں کی

رکھو مت چشمِ خواب اے دوستو بیدار سے ہرگز
کوئی دیتی ہے سونے یاد اُس روئے درخشاں کی

غ ۲۰۵، عش

عیاں ہے شکل تری یوں ہمارے سینے سے — کہ جوں شراب نمایاں ہو آبگینے سے
گیا ہے جب سے تو ویراں ہے گھر مرے دل کا — کہ زیب خانۂ خاتم کو ہے نگینے سے
میسر آج ہوئی یہ شبِ وصال اے ماہ — کہ انتظار میں ہر روز تھا مہینے سے
نہ صبر و تاب، نہ دلدار، نہ دلِ غمخوار — بتنگ آگیا جی اپنا ایسے جینے سے
بھرا ہے یاس و تاسف سے یہ خزانۂ دہر — غلط ہے آرزوے مالِ اِس دفینے سے
کچھ ابر ہی نہیں اِس چشمِ تر سے شرمندہ — چمن ہے داغ سراپا ہمارے سینے سے

عبث ہے چرخ سے بیدار خوش دلی کی طلب
نہ کامیاب ہوا کوئی اِس کمینے سے

غ ۲۰۶
ش ۵

اُٹھ کے لوگوں سے کنارے آیئے — کچھ ہمیں کہنا ہے پیارے آیئے
گر اجازت ہو تو پروانے کی طرح — صدقے ہونے کو تمھارے آیئے
مدّتوں سے آرزو یہ دل میں ہے — ایک دن کو گھر ہمارے آیئے
کچھ تو کی تاثیر نالے نے مرے — آے تم مدّت میں بارے آیئے

آپ کی کل یاد میں بیدار کو
گنتے گذری رات تارے آیئے

غ ۲۰۷
ش ۹

زاہدا! اِس راہ نہ آ مست ہیں میخوار کئی
ابھی یھاں چھین لئے جبّہ و دستار کئی

سنگ دل کوں نہ کسی کی ہوی افسوس خبر[1]
مر گئے سر کوں پٹک کر پسِ دیوار کئی

ناتواں مجھ سا بھلا کون ہے انصاف تو کر
چشمِ فتّان کے ترے گرچہ ہیں بیمار کئی

دل کی بیتابی سے اور چشم کی بیخوابی سے
نظر آنے لگے اب عشق کے آثار کئی

جوں ہیں وہ ہوش رُبا آ کے نمودار ہوا
نقشِ دیوار ہوے طالبِ دیدار کئی

ابرو و چشم و نگاہ و مژہ ہر ایک خونخوار
ایک دل ہے مرا اِس پر ہیں دل آزار کئی

---

[1] ن ۲: تجکو اے سنگ دل اب تک نہیں۔

نوٹ: غزل نمبر ۲۰۰ کا تیسرا اور چوتھا شعر ن ۲ میں نہیں ہیں۔

ای مسیحائے زماں دیکھ ٹک آکر احوال
کہ تری چشم کے یہاں مرتے ہیں بیمار کئی

کھینچ مت زور سے شانے کو تو اے مشاطہ
دل ہیں اُس زلف کے بالوں میں گرفتار کئی

کف پا ہیں ترے صحرا کی نشانی بیدارؔ
مر گیا تو بھی پھپولوں میں رہے خار کئی

غ ۲۰۸ ش ۷

اور کچھ بات یہاں بہت کم ہے	ذکر خیر آپ کا ہی ہر دم ہے
جان تو ٹک نہیں ہے تجھ سے دریغ	لے میں قربان کیوں تو برہم ہے
گاہ رونا ہے، گاہ ہنسنا ہے	عاشقی کا بھی زور عالم ہے
خوش نہ پایا کسو کو یہاں ہم نے	دیکھی دنیا سرائے ماتم ہے
آہ جس دن سے آنکھ تجھ سے لگی	دل پہ ہر روز ایک نیا غم ہے
مگر آنسو کسو کے پونچھیں ہیں	آستین آج آپ کی نم ہے

اُس کے عارض پہ ہے عرق کی بوند
یا کہ بیدارؔ گُل پہ شبنم ہے

غ ۲۰۹ ش ۷

ٹک ایک سامنے آ تو بھی باغ میں گُل کے	کہ ہے غرورِ نزاکت دماغ میں گُل کے
گیا جو وہ مہِ نسریں عذار گلشن میں	نہ منہ پہ نور رہا کچھ چراغ میں گُل کے
اگر چلے ہی تو یوں چل کہ پات بھی نہ ہلے	خلل نہ بادِ صبا ہو دماغ میں گُل کے
چمن میں حُسن نے کس کے یہ تیغ رانی کی	کہ پُرزے اُڑ گئے یک لخت باغ میں گُل کے
نہ کر بہار میں بلبل کو قید اے صیاد	کہ مثلِ شمع جلیگی وہ داغ میں گُل کے
عجب مزا ہے کہ پیتے ہیں نونہالِ چمن	سبو غنچہ سے بھر بھر ایاغ میں گُل کے

گئی بہارِ چمن، آ گئی خزاں بیدار!
کہ عندلیب پھرے ہے سُراغ میں گُل کے

غ ۲۱۰ ش ۷
رمز و ایما و اشارات چلی جاتی ہے — چھیڑ کی ہم سے وہی بات چلی جاتی ہے
کیا ہے وہ مجھسے بھی فرماؤ کہ یہ جس کے لئے — شکوہ آمیز حکایات چلی جاتی ہے
قصہ کوتاہ کرو جانے دو واسنِ فرکو اب — یونہیں اِن باتوں میں یہ رات چلی جاتی ہے
ہو چکا موسم باران تو کب کا لیکن — اشک کی اپنے تو برسات چلی جاتی ہے
حلقۂ زلف میں مو کے بھی نہیں گنجائش — دل کے لینے کی وہی گھات چلی جاتی ہے
ایک مجھسے ہی اُسے کہئے تو ہے کج خُلقی — ورنہ اوروں کی مدارات چلی جاتی ہے

ربط جو چاہئے بیدار سو اُس سے معلوم
مگر اتنا کہ ملاقات چلی جاتی ہے

غ ۲۱۱ ش ۵
تیغِ حُسن آبدار رکھتا ہے — ایک دو روز مار رکھتا ہے
سنگ و آہن ہیں جس کے آگے موم — وہ دلِ سخت یار رکھتا ہے
کیا ہے وہ صاف کہ کہ میں بھی سنوں — کیوں تو مجھسے غبار رکھتا ہے
تجکو میں چھوڑ اور کو چاہوں — اِس کو تو اعتبار رکھتا ہے

مے کشی کس کے ساتھ کی بیدار!
آج جس کا خمار رکھتا ہے؟

غ ۲۱۲ ش ۹
دیکھ اُس پری کو، کیجئے کیا اب تو جا لگی — چھوٹی ہی کوئی بات ہے پھر یہ بلا لگی
اُس لب پہ دیکھتے ہی سے وہ پان کی دھڑی — شام و شفق اِن آنکھوں میں کب جوش نما لگی
یہ دست رس کسے کہ کرے اُس سے دست بوس — سو مدتوں سے پاؤں پہ اُس کے حنا لگی

میں کیا کیا کہ مجکو نکالے ہے وہ صنم
اے اہلِ بزم کوئی تو بولو خدا لگی

گولی تھی یا خدنگ تھی ظالم تری نگاہ
چھٹتے ہی دل کو توڑ کلیجے میں آ لگی

کس طرح حالِ دل کہوں اُس گُل سے باغ میں
پھرتی ہے اُس کے ساتھ تو ہر دم صبا لگی

اِس دردِ دل کا پوچھیے کس سے علاج جا
اپنی سی کر چکے یہ نہ کوئی دوا لگی

آیا جو مہرباں ہو ستم گر تو اِس طرف
کس وقت کی بجا نیے مجکو دعا لگی

اتنا تو وہ نہیں ہے کہ بیدار! دیجے دل
کیا جانیں پیاری کیا تجھے اُس کی ادا لگی

غ ۲۱۳ ش ے

خورشید تیرے سامنے آ کر نہ جل سکے
حیرت زدہ ہو جوں مہِ نخشب نہ ہل سکے

اے ہمدم اور ذکر خوش آتا نہیں مجھے
کچھ اُس کی بات کہہ کہ مرا جی بہل سکے

روشن دلی حصول اُسے ہو کہ مثلِ شمع
سوز و گدازِ عشق میں گل گل کے جل سکے

اُس سخت دل کو کیا کرے نرم آہِ آتشیں
آتش سے کوئی بات ہے پتھر پگل سکے

آنے سے تیرے کچھ تو ہوا ہوں بحال میں
اتنا تو بیٹھ یار کہ ٹک جی سنبھل سکے

وہ ناتواں طبیب سے کیا حالِ دل کہے
جس کی کہ آہ بھی نہ جگر سے نکل سکے

بیدار اِس زمین میں یوں چاہتا ہے جی
کہہ اور بھی غزل اگر ایسی ہی ڈھل سکے

غ ۲۱۴ ش ے

کوچے سے تیری زلف کے دل کیونکہ چل سکے
مشکل ہے اِس طلسم میں آ پھر نکل سکے

اتنا تو اختیار سے اب جا چکا ہے دل
تو ہی اگر سنبھالے تو شاید سنبھل سکے

آنکھیں دکھا کے دل کو مرے چھین لے گیا
اُس مفت بر سے کیا کروں جو بس نہ چل سکے

ناصح بھلا ہے کچھ بھی نصیحت سے فائدہ
وہ بات کہہ کہ جس سے مرا جی بہل سکے

اُس کی گلی سے ہم کو اُٹھانا محال ہے — جوں نقشِ پا کہ بیٹھے وہ ہرگز نہ ہل سکے

حیراں ہوں کس طرح کہوں احوالِ دل اُسے — جس کے حضور بات نہ مُنہ سے نکل سکے

بیدار! مثلِ آئینہ دیکھ اُس کو بھر نگاہ

جو آپ سے گیا ہو وہ پھر کیا سنبھل سکے

غ ۲۱۵ ش ۵

خورشید شرم سے ترے آگے نہ آ سکے — کیا تاب آئینہ جو تجھے مُنہ دکھا سکے

اپنا تو کام یہاں تو کوئی دم میں ہے تمام — اے جذبِ عشق جلد اُسے لا جو لا سکے

دھوتا ہے میرے خوں سے دامن کو تو عبث — یہ رنگ وہ نہیں جسے پانی چھڑا سکے

ہالہ تو کر سکا نہ رخِ ماہ کو نہاں — کیونکر نقاب مکھڑے کو تیرے چھپا سکے

بیدار! کیونکہ آتشِ دل اشک سے بجھے

ظاہر کی آگ ہووے تو پانی بجھا سکے

غ ۲۱۶ ش ۴

سامنے ہوتے ہی اُس رخ کی درخشانی سے — نقش دیوار ہوا آئینہ حیرانی سے

یارب اُس منزلِ مقصود کو جلدی پونچا — سفرِ عشق میں ہوں بے سر و سامانی سے

شاید اُس صفحۂ رخسار پہ خط نکلا ہے — نامہ بھیجا ہے مجھے اب خطِ ریحانی سے

کیونکہ بیدار نہ ہو صدر نشینِ عُشاق

دولتِ عشق نمودار ہے پیشانی سے

نوٹ:۔ غزل نمبر ۲۱۶ ن ۲ میں نہیں ہے۔

متفرقات (۱۳ شعر)

کوئی دم کھڑا جو تو لبِ دریا پہ رہ سکے ہو جائے آبِ آئینہ یکسر نہ بہہ سکے
وہ تو ہی ہے کہ جی میں جو کچھ آوے سو کہے ورنہ مجال کس کی تجھے بات کہہ سکے

عاشق تو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو سکے دامن پکڑ کے چھوڑے ترا یہ نہ ہو سکے
ہم چشمِ ابرِ دیدۂ تر یوں تو ہو سکے اتنا نہ ہو غبارِ غمِ دل کہ دھو سکے

صبا کوچے میں تیرے اس لئے ہر صبح آتی ہے
کہ تیری بو سے جا گلشن میں[1] پھولوں کو بساتی ہے

بچشم اشک و بلب آہ و بدل داغ[2] غم دوری
تری الفت مجھے اے بیوفا کیا کیا دکھاتی ہے

رشتۂ دوستی اوروں سے جو چاہوں ٹوٹے پر کوئی بات ہے تجھ سے مری الفت چھوٹے
مجکو ہر روز یہی خوف ہے اے طفل مزاج شیشۂ دل نہ کہیں ہاتھ سے تیرے چھوٹے

کچھ بھی یہاں جس کے تئیں عاقبت اندیشی ہے ترکِ اسبابِ جہان و سرِ درویشی ہے
یاد میں اُس مژۂ یار کے کیا ہے کہ نہیں جاں خراشی و جگر کاوی و دل ریشی ہے

تیرے ہی رو سے یہ شمع نگہ افروختہ ہے رشتۂ دید سے اوروں کے نظر دوختہ ہے
نذر میں اُس شۂ خوباں کے کروں کیا بیدار دل ہے سو داغ ہے جاں ہے سو غم اندوختہ ہے

نہ گئی تیری کج[3] سرشتی ظالم ہم نے ہر چند جبہہ سائی کی

---

[1] تذکرتین و ن ا: پھولوں کو گلشن میں۔
[2] تذکرتین و ن ا: بدل داغ و بلب آہ و۔
[3] یہ شعر صرف گلشن ہند، خمخانۂ اور گل رعنا میں ہے۔

خمسہ جات (۱۰)

۱۔ بر غزلِ حافظ شیراز

(۸ بند)

نہ پوچھ مجھسے کچھ اے دل تو ماجرائے فراق
کہ ہے بُرا ہی مرض درد بے دوائے فراق
خدا نخواستہ ہو کوئی آشنائے فراق
کسے مباد چو من خستہ مبتلائے فراق
کہ عمرِ من ہمہ بگذشت در بلائے فراق

ہمارے نام کو کیا پوچھتے ہو اے یاراں
خراب حال و پریشان و بیکس و حیراں
اسیر و خستۂ و دیوانہ، بندۂ جاناں
غریب عاشق و بیدل، فقیر و سرگرداں
کشیدہ محنتِ ایّامِ داغہائے فراق

نہ جانتا تھا تجھے دل! میں اِس قدر نامرد
کہ اُس کے ہجر میں کھینچے گا ایسی آہیں سرد
ہُوا ہے تجھکو نہ تنہا نصیب ہجر کا درد
کدام سینہ کہ در وے فراق رخنہ نہ کرد
کدام دل کہ شد ایمن ز داغہائے فراق

تمام عیش کا اسباب ہو گیا برہم
کہاں ہے یار جو اُس کو سناؤں ہجر کا غم
نہیں ہے غم کے سوا کوئی مونس و ہمدم
کجا روم، چہ کنم، حالِ دل کرا گویم
کہ دادِ من بستاند دہد سزائے فراق

ترے فراق کے اے شوخ بیوفا ہر دم
میں لاعلاجی سے سہتا ہوں اتنے جور و ستم

جو دست رس ہو بجھے تیری خاکِ پا کی قسم　　فراق را بفراقِ تو مبتلا سازم

چناں کہ خوں بچکانم ز دیدہ ہائے فراق

مرے ستانے سے اے عشق آ تو ہاتھ اٹھا　　وصال گر نہیں ممکن تو ہجر بھی نہ دکھا
بھلا تو آپ ہی انصاف کر برائے خدا　　من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا

مگر بزاد مرا مادر از برائے فراق

گیا ہے جب سے تو اے رشکِ نو بہارِ ارم　　چمن میں دل کے ہے تاراجی خزانِ الم
ترے فراق سے کھینچے ہیں بسکہ جور و ستم　　اگر بدستِ من افتد فراق را بکشم

بآبِ دیدہ دہم باز خونبہائے فراق

نہ میں ہی ہجر میں روتا ہوں گلستاں شب و روز　　رہے ہے دیدۂ بیدار خوں فشاں شب و روز
جرس کی طرح جو کرتا ہے دل فغاں شب و روز　　ازیں سبب منِ حافظ چو بیدلاں شب و روز

چو بلبلِ سحری میزنم نوائے فراق

۲- بر غزلِ حافظِ شیرازؒ

(۹ بند)

فقط ہی جاگے نہ، سر رات کوہ سے مارا　　کہ پھرتے دشت میں گذرا ہے روز بھی سارا
اگر تجھے ہے کچھ اُس تک رسائی و یارا　　صبا بہ لطف بگو آں غزالِ رعنا را

کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادۂ ما را

کرم سے سرو نے قمری کو اپنے بر میں لیا　　چمن میں گل نے بھی بلبل کو مل کے شاد کیا
یہی ہے مجکو تاسف کوئی تو پوچھا جا　　شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا

تفقدے نہ کند طوطیِ شکر خا را

کیا ہے حق نے تجھے اہلِ جاہ و صاحبِ تخت نہ چاہیے تجھے طبعِ درشت و وضعِ کرخت
شفیق و لطف نما ہو، نکر تو دل کو سخت بشکرِ صحبتِ احباب و آشنائی بخت

بیاد آر غریبانِ دشت پیما را

قفس میں غم کے ہے بلبل کو تیری یاد اے گل خزانِ ہجر تو حد سے ہوا زیاد اے گل
بہارِ وصل سے ابتک کیا نہ شاد اے گل غرورِ حسن اجازت مگر نداد اے گل

کہ پرسشے بکنی عندلیبِ شیدا را

دکھائے لاکھ بنا کر تو زلف و خال اگر شکار وہ تو نہ ہو مثلِ ابلہاں آکر
نہیں ہے اِس کے سوا اور کوئی طرح مگر بحسنِ خلق تواں کرد صیدِ اہلِ نظر

بدام و دانہ نہ گیرند مرغِ دانا را

تو وہ ہے تازہ گلِ روضۂ شہادتِ غیب کہ جس کو دیکھ چمن میں گلوں نے پھاڑے جیب
نہیں ہے واقعی کچھ اِس سخن میں شبہ و ریب جز ایں قدر نہ تواں گفت در جمالِ تو عیب

کہ خالِ مہر و وفا نیست روئے زیبا را

اگر زمانے کو تجھسے موافقت آئی تری مراد پہ گرداں ہے چرخِ مینائی
گہِ نشاط و شبِ عیش و مجلس آرائی چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی

بیاد آر حریفانِ بادپیما را

حصولِ عشقِ بتاں جز غمِ جدائی نیست امیدِ مہر و وفا غیرِ بے وفائی نیست
چرا ز اہلِ محبت سرِ صفائی نیست ندانم از چہ سبب رنگِ آشنائی نیست

سہی قدان و سیہ چشم و ماہ سیما را

انیں جگر ہی بیدار رفتہ حافظ! کزاں بہارِ دُرِ شعر سفتہ حافظ
غزل سرا ہو چو طبعِ شگفتہ حافظ بر آسماں چہ عجب گر زگفتہ حافظ
سماعِ زُہرہ برقص آورد مسیحارا

۳- بر غزلِ حضرتِ میرزا رفیع السوداؔ

۸ بند

جو باتیں اور سے وہ ہم سے گفتگو معلوم جو عزّت اس کو ہے، سو ہم کو آبرو معلوم
کہاں وہ دن کہ وہ اخلاص پھر کے ہو معلوم اب اس طرف تری دل گرمی شعلہ خو معلوم
تپاک غیر سے جو ہوئینگے ہم سے وہ معلوم

رقیب ساتھ رہا ہے کرے تو باغ میں سیر پھروں میں ڈھونڈتا تجکو ہر ایک مسجد و دیر[۵۱]
ہزار گر تو قسم کھاوے میں نہ مانوں خیر بھری ہے دل میں ترے اس قدر محبتِ غیر
کہ جا نہیں مرے کینے کو، مہر تو معلوم

مرض شناسی کا دعویٰ نہ کر توں چپکا رہ نہیں ہے سننے کی طاقت بس اب زیادہ نہ کہہ
تری دوا سے نہ جاوے گا دردِ عشق ہے یہ طبیب! اٹھ مرے بالیں سے دے اجل کو جگہ
دوا مری وہ لبِ شربتی ہے سو معلوم

شہ و گدا، و امیر و وزیر ہیں منقاد[۵۲] قبول کرتے ہیں سو جی[۵۳] سے سب ترا ارشاد
جو کچھ کیے ہیں ستم تو نے اے جفا ایجاد[۵۴] سنے ہے کون، کروں کس کے آگے جا فریاد

---

[۵۱] ن ۲ میں پہلا اور دوسرا مصرع یوں ہیں:
کہاں ہے تجکو سر دوستی رکھے ہے بیر
دگرنہ کاہے کو کرتا رقیب ساتھ تو سیر

[۵۲] ن ۲: گدا سے شاہ تلک ہیں مطیع اور منقاد۔
[۵۳] ن ۲: جیو۔
[۵۴] ن ۱: مجھ پہ یا بیداد۔

جو رو ہے[51] تجکو جہاں میں سو مجکو رو معلوم

سحر جو کھولے ہے[52] شانے سے موئے عنبر بار جدھر کو گزرے شمیم اُس کی لے نسیمِ بہار
ادھر ہو مرہمِ راحت برائے ہر افگار غلط ہے زلف کو تیری کہوں جو مشکِ تتار
سیاہ فام تو وہ ہے پر ایسی بو معلوم

غبار ہو کے صبا سات میں پھرا ہر سو ہزار باغ میں گزرا کہ پاؤں تیری بو
غرض مقام کو تیرے نہ پونچا[53] اے مہ رو عبث ہے مہر کی نِت اُٹھ تلاش ذرّہ کو
ہے وصل دور ترا میری جُست و جو معلوم

اگرچہ ہے وہ جفا پیشہ[54] و ستم ایجاد ہزار جور کیے اُس نے میں نہ کی فریاد
پھر[55] اُس کے اتنے ہی لطف و کرم سے ہوں دل شاد گلے میں غیر کے میری وفا کرے ہے یاد
سو غائبانہ کہوں[56] اُسکے رو برو معلوم

نہیں ہے زور مخمّس کا یا نہیں کہتے اگر کہیں بھی تو بیدار رسا نہیں کہتے
قصیدہ و غزل و قطعہ کیا نہیں کہتے سخن تو یار بھی سودا بُرا نہیں کہتے
ولے جو چاہیے[57] اندازِ گفتگو معلوم

---

[51] ن ۲: جو رو تجھے ہے۔
[52] ن ۲: تو۔
[53] ن ۲: غرضکہ تجھ تئیں پہنچا نہ میں تو آہ کبھو۔
[54] ن ۱: مراد و دلبرِ بے مہر گر کرے بیداد۔
[55] ن ۲: پر۔
[56] کہوں: کہیں۔
[57] ن ۲: چاہیں یہ۔

*

۴- بر غزلِ حضرتِ میر دردؒ

(۷ بند)

ترے دیکھنے کی مجھے آرزو ہے خدا جانے کیدھر تو اے ماہ رو ہے
مرا جی ہے جب لگ تری جستجو ہے نہ کچھ یہ تلاشِ آج ہی کو بہ کو ہے
زباں جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

دل اپنے کو میں سب طرف سے اٹھایا نہ دنیا کا طالب، نہ مشتاقِ عقبےٰ
تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا نہیں تجھ سوا اور مقصود[1] میرا
تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

ہوئے ہیں ہزاروں ہی با خاک یکساں یہ وہ بزم ہے جس میں درویش و سلطاں
غنیمت ہے یہ دیدِ وا دیدِ یاراں بس اے یار رہ کوئی دم اور یہاں
جہاں آنکھ مُند گئی نہ میں ہوں نہ تو ہے

کہ ناکام ہیگا[2] طلبگارِ دنیا تو عشق آشنا ہو نہ ہو یارِ دنیا
کیا سیر سب ہم نے گلزارِ دنیا غرض لالہ و گل سے تا خارِ دنیا
گلِ دوستی میں عجب رنگ و بو ہے[3]

قیامت مرے جی پہ ہوتی ہے برپا جو یک دم نہیں وہ مرے پاس آتا
خدا جانے کیا ہوگا انجام اس کا اگر عشق ایسا ہی اُس سے رہیگا
میں بے صبر اتنا ہوں وہ تُند خو ہے[4]

سلہ ن ۲: اُس سوا اور مقصود اپنا۔
سلہ ن ۲: تو ہو جو تو طالبِ دل خریدارِ دنیا۔
سلہ ن ۲: ہی ہے۔
سلہ ن ۲ میں یہ بند نہیں ہے۔

کوئی صاحب جاہ و دولت ہے جگ میں　　کوئی اہلِ علم و فضیلت ہے جگ میں[1]
کہ ہر یک کو یہ شان و شوکت ہے جگ میں　　کسی کوں کسی طرح عزت ہے جگ میں
مجھے میرے رونے سے ہی آبرو ہے

کیا سیرِ عالم کو[2] میں نے سراسر　　رخِ روشن اس کے[3] سے دیکھا منوّر
میں بیدار[4] کی طرح ہوں محوِ دلبر　　نظر میرے دل کی پڑی در در کس پر
جدھر دیکھتا ہوں وہی روبرو ہے

۵۔ بر غزلِ قائم رحہ چاندپوری

(۹ بند)

میخانۂ عشق میں گزر کر　　لے بادۂ شوق جام بھر کر
کہتا ہی ہوں میں چشم تر کر　　بے شغل نہ زندگی بسر کر
گر اشک نہیں تو آہ سر کر

یہاں چھوڑ کے شاہی و وزیری　　کرتے ہیں جو مرد ہیں فقیری
رکھتا ہے تو خواہشِ امیری　　دے طولِ امل نہ وقتِ پیری
شب تھوڑی ہے قصہ مختصر کر

آئے تھے سمجھ کے باغ اس جا　　آتش کدہ تھا یہ یہ نہ جانا
چشمِ عبرت سے اب جو دیکھا　　یہ دہر ہے کارگاہِ مینا

---

[1] یہ مصرعہ ن ۱ میں اس بند کا پہلا مصرعہ ہے اور دوسرے تیسرے مصرعے یہ ہیں:- کوئی والیِ ملک و دولت ہے جگ میں
کوئی صاحبِ دین و ملت ہے جگ میں

[2] ن ۲: کا۔
[3] ن ۱: جہاں نور سے اس کے دیکھا۔
[4] ن ۲: ہوا مثلِ بیدار میں۔

جو پاؤں رکھے تو یہاں سو ڈر کر

کہتے ہیں مزارعانِ کامل دنیا ہے کشت گاہ اے دل
کرنا ہے جو کچھ سو کرلے حاصل فرصت ہے غنیمت آج غافل!
جو ہو سکے نفع یا ضرر کر

ناکام گئے ہزاروں عابد ہر چند کہ تھے حرم میں ساجد
اِس رہ میں اگر ہے تو مجاہد کعبہ کا سفر تو ہے پہ زاہد
بن جا ہے تو آپ سیں سفر کر

صہباے فنا جنھوں نے پی تھی تحقیق یہ بات اُن سے کی تھی
آخر دیکھی جو کچھ سُنی تھی کچھ طُرفہ مرض ہی زندگی تھی
اِس سے جو کوئی جیا سو مر کر

سینے سے نکل کے ہر سحرگاہ پہنچے ماہی سے تا سرِ ماہ
حالت سے مری نہیں تو آگاہ توڑا تو مرا جگر پر اے آہ
کچھ اُس کے بھی دل میں با اثر کر

غافل ہے تو حال سے ہمارے لوگ آئے ہیں دیکھنے کو سارے
آرائشِ حسن رکھ کنارے کیا دیکھے ہے آئینے کو پیارے
ایدھر بھی تو ایک دم نظر کر

اگلے گئے چھوڑ کر نہ اے دل کام آئے یہ بام و در نہ اے دل
بیدار کی ریس کر نہ اے دل تعمیر پہ گھر کی مر نہ اے دل
قائم کی طرح دلوں میں گھر کر

۶- بر غزل خود

(۵ بند)

خجالت اُسکو عزیزاںؔ! نہ دو ہوا سو ہوا ۔۔۔ وہ سرگزشت بیاں مت کرو ہوا سو ہوا
خدا کے واسطے اب چپ رہو ہوا سو ہوا ۔۔۔ جو گذری مجھ پہ اُسےؔ مت کہو ہوا سو ہوا
بلاکشانِ محبت پہ جو ہوا سو ہوا

کیا ہے میرے تئیں قتل تو نے بے تقصیر ۔۔۔ کہ اب میاں میں جلدی سے خوں چکاں شمشیر
نہیں ہے خوب جو اس طرح تو کھڑا ہے دلیر ۔۔۔ مبادا ہو کوئی ظالم! ترا گریباں گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

رہو گی اشک فشاں تمؔ یوہیں گرالے انکھیوں ۔۔۔ ڈباؤ گی مری بینائی کیسا لے انکھیوں
نگاہِ گرمؔ سے دیکھو تو جھک کرالے انکھیوں ۔۔۔ یہ کون حال ہے احوالِ دل پہ اے انکھیوںؔ
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

چھپا نہ مونہ کو تو اے مہ شب سیہ سے مری ۔۔۔ قسم ہے مہر کی تجکو نہ جا جگہ سے مری
ہوا جو اس قدر آزردہ یک نگہ سے مری ۔۔۔ خدا کے واسطے آ درگزر گنہ سے مری
نہ ہو گا پھر کبھی اے تند خو ہوا سو ہوا

نہ پوچھ عشق میں بیدارؔ پر جو کچھ گذرا ۔۔۔ ہر ایک کوچہ و بازار میں ہوا رسوا

۱؎ ن ۲: عزیزو۔
۲؎ ن ۲: مت اس سے۔
۳؎ ن ۲: یونہیں تم۔
۴؎ ن ۲: رحم سے دیکھو تو چھپ کر۔
۵؎ انکھیوں کو ن ۲ میں تینوں جگہ آنکھو لکھا ہے۔

نہ صبر و تاب، نہ طاقت نہ عقل و ہوش بجا — دیا اُسے دل و دیں اب ہے جان کا سودا
پھر آگے دیکھیے جو کچھ کہ ہو، ہوا سو ہوا

۷۰۔ بر غزلِ خود

(۶ بند)

اے مرے دل کے خریدار خدا کو سونپا — لشکرِ حسن کے سردار! خدا کو سونپا
دلبرِ شوخ و ستمگار خدا کو سونپا — پھر شتاب آئیو دلدار خدا کو سونپا
اب تو جاتا ہے تو[۱] اے یار خدا کو سونپا

پھنس[۲] کے صیاد کے پھاندے میں مچایا ہی غُل — پیچ کھاتی ہے اِسی غم سے برنگِ سنبل
دیکھنا اب کے میسر نہ ہوا موسمِ گُل — کہتی گلشن سے گئی روتی قفس میں بلبل
ہر چمن کا گُلِ بے خار خدا کو سونپا

کل[۳] جو ہمدرد مرے آئے تھے سنکر فریاد — مجکو دے اپنا مکاں اور کیا یہ ارشاد
ہم تو جاتے ہیں تو ویرانے کو رکھیو آباد — کوہ و صحرا میں مجھے کہہ گئے قیس و فرہاد
اے محبت کے گرفتار خدا کو سونپا

جب ہوی گوش زدِ خلق حکایت میری — چشم پُر آب ہوی سُن کے حقیقت میری
ایک دن اُس نے نہ کی آکے عیادت میری — وقتِ رخصت کے کہا دیکھ کے حالت میری
اے مرے چشم کے بیمار خدا کو سونپا

۱؎ ن ۲: جاتے ہو تمہیں۔
۲؎ اس بند کے پہلے تینوں مصرعے ن ۲ میں یوں ہیں:
آتی پرواز کناں گُل کی ہوس میں بلبل۔
دیکھنے پائی نہ پر اب کے برس میں بلبل۔
آہ جب آگئی صیاد کے بس میں بلبل۔
۳؎ ن ۲ میں یہ بند نہیں ہے۔

ہر طرف کھینچ کے شمشیر تو چمکاتا ہے۔ بانکپن کوچہ و بازار میں دکھلاتا ہے
پاس میرے جو بُلاتا ہوں نہیں آتا ہے نشۂ حُسن میں سرشار چلا جاتا ہے

تجکو اے دل بر خوں خوار خدا کو سونپا

مہِ تاباں نے مرے خواب سے اٹھ وقتِ سحر کرکے تزئینِ جمال آئینہ رکھ پیشِ نظر
عزم جانے کا کیا گھر سے مرے اپنے گھر پھر کے جاتے ہوئے میری ہی زبانی سُن کر

کہ گیا ہم نے بھی بیدار! خدا کو سونپا

۸۔ بر غزلِ حضرت امیر خسرو دہلوی

(۵۔بند)

دل دادۂ جاں باختہ عشاقِ شیدا یک طرف آشفتہ و حیرت زدہ ہر گبر و ترسا یک طرف
خیلِ پری رخسارگاں محوِ تماشا یک طرف وے مست میر فتے بناز دکردہ از پا یک طرف

افگندہ کا کل یک طرف زلفِ چلیپا یک طرف

تیری سواری کی خبر سنتے ہی اے آرامِ جاں دوڑے ہیں پائے شوق سے گھر سے نکل اہلِ جہاں
کیا طفل کیا پیر و جواں کہتے ہیں وہ دیکھو میاں! سلطان خوباں می رود ہر سو ہجومِ عاشقاں

چابک سوراں یک طرف اہلِ تماشا یک طرف

کر چاک دستِ عشق سے اپنا گریباں سر بہ سر زنار گردن میں کئے قشقہ[۵۱] جبیں پر کھینچ کر
بیٹھا ہے تیری راہ میں دنیا و دیں سے بے خبر تا بر رخِ زیبائے تو افتادہ زاہد را نظر

---

[۵۱] ن ۲: قشقہ کشیدہ بر جبیں زنار افگندہ بسر۔

تسبیح و زُہد ش یک طرف، مانده مُصلّا یک طرف

توں قتل کر ٹکڑے مرے چاہے کہ پھینکے جابجا
راضی ہوا ہوں دل سے میں اس میں ہے گر تیری رضا
لیکن ترے کوچے سی میں ہرگز نہیں ہونگا جُدا
در چار حدّ کوے خود افتاده بینی بنده را
تن یک طرف جاں یک طرف سر یک طرف پا یک طرف

بیدار! کچھ تونے سُنا وو بادشاہ خود پرست
بیٹھا ہے تختِ حُسن پر آج آن کر ایسا ہی مست
شہرت ہے خاص و عام پر جوں بھر نگار زیب دست
بیچاره خسرو خستہ را خوں ریختن فرموده است
خلقے بمنّت یک طرف آں شوخ تنہا یک طرف

۹۔ بر غزل حضرتِ امیر خسرو ؒ

(۴ بند)

زبانے تا بہ سرائے ماه مایۂ نوری
رسد چگونہ لبِ شاں تو شمعِ کافوری
تو ہمچو شمسِ حسن و جمال مشہوری
بدیں صفت کہ توئی در میانہ معذوری
اگر بصورتِ زیبائے خویش مغروری

چہ خانقاه و چہ مسجد چہ بتکده چہ حرم
وه کون جا ہے کہ میں نے رکھا نہ جس میں قدم
پھرا چہار طرف تیری جستجو میں صنم
دلم چو آئینہ صورت پرست شد چہ کنم
بہر طرف کہ نظر می کنم تو منظوری

---

۱ ن ۲ = ہوں میں بھی رضی دل سے اب گر اس میں ہے۔
بیدآر: تونے بھی سُنا کہتے ہیں وه سلطانِ مست۔
۲ ن ۲ = تو بھی۔
۴ ن ۲ = لبانِ۔
۳ ن ۲ میں تینوں مصرعے یوں ہیں: ہے آج تو دربار میں
کچھ اور اُسکے بند و بست پہ نکلا ہے تختِ ناز پرسے شیشہ و ساغر بدست
۵ ن ۲ = زمانہ۔

زبانِ صدق سے کہتا ہوں جانؔ تیری قسم ترے خیال سے فارغ نہیں ہوں مَیں اک دم
یُمن کی ہے شکل تری اپنی لوحِ دل پہ رقم من ارچہ دُورم و پیوستہ در حضورِ توام
تو در حضوری و فرسنگہا ز من دُوری

تری جو عشق میں بیدار کا نہ تھا ثانی جب اُس کو مرنےؔ سے آئی نہ چینِ پیشانی
پھر اپنا سوزؔ کہوں کیا میں تجھ سے اے جانی ترا کہ شوقِ عزیزاں نسوخت تا دانی
کہ چیست بر دلِ خسرو ز داغِ مہجوری

۱۰۔ بر غزلِ حافظِ شیرازؒ

(۵۔ بند)

پوچھے ہے تو کیا مجھ سے حالِ دلِ شیدائی تجھ گیسوئے مشکیں کا مُدت سے ہے سودائی
نہ طاقت دوری ہے نہ صبر و شکیبائی ای بادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی
دل بے تو بہ جاں آمد وقت است کہ باز آئی

ای راحتِ جاں! تجھ بن ہے مجکو نہایت درد ہر دم تب دوری سے کھینچوں ہوں میں آہِ سرد
اٹھتا ہوں تو گرتا ہوں بے ضعف سے مثلِ گرد مشتاقی و مہجوری دور از تو چنانم کرد
کز دست بخواہد شد دامانِ شکیبائی

ہوں تیرے غلاموں میں جانے ہے مجھے عالم جز مدح مرے لب سے نکلے نہیں حرفِ ذم
خدمت میں تری حاضر رہتا ہوں جو مَیں ہر دم در دائرۂ فرماں ما نقطۂ تسلیم
لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی

لہ ن ۲: کے۔ ۲ے ن ۲: چوں
۳ے ن ۱: آشنا جو ۴ے ن ۲: اے مایۂ صد راحت تجھ بن ہے۔

انجم ترے اوپر گلشن میں گل اندامی | جن روزوں کہ تو یہاں تھا تھی زور خوش آیامی

تجھ عشق میں ہے مجھ کن[1] ہر طرح دلارامی | اے دردِ تو ام درماں بر بستر ناکامی

وی یادِ تو ام مونس در گوشۂ تنہائی

بیدار منط ظالم[2] کھینچے تھا الم بیحد | مدت میں یہ روزِ وصل آیا ہے بجد و کد

وو دیکھ کہ آتا[3] ہے گل روے صنوبر قد | حافظ شب ہجراں شد خوش بوے سحر آمد

شادیت مبارک باد اے عاشقِ شیدائی

---

[1] مجھ کن: میرے پاس۔ مجھ کو۔
[2] ن ۲: دائم۔
[3] ن ۲: آیا۔

سلام بحضور سرور کائنات

(مسدس) ۲۱ بند

بھیجو اُس شاہ پر درود و سلام ... کہ ہے فخرِ جہان و خیرِ انام
ہادیِ کفر و ہادمِ اسلام ... سید الانبیا، محمدؐ نام
صبحِ رویش زِ وَالضُّحیٰ اَوضح ... منشرحِ صدرش از اَلَم نَشرَح
حامیِ دین و قاتلِ کفّار ... شافعِ بندگانِ عصیاں کار
ہادیِ گمرہانِ بدکردار ... سرورِ خلق احمدِ مختارؐ
نقدِ یثرب سلالۂ بطحا ... اُمّیِ لوح خوانِ مَا اَوحیٰ
نہ ہوا تھا وجودِ لوح و قلم ... نہ مصوّر تھی صورتِ آدم
اوّلِ فکر، موجدِ عالم ... خاتمِ انبیا، شفیعِ اُمم
قَائِدُ الخَلقِ بِالھُدیٰ وَالعَونِ ... شاہِ لَولَاکَ مَا خَلَقتُ الکَون
خواجۂ کائناتِ ہر دو سرا ... نورِ عینینِ یثرب و بطحا
ہوویں گر آکے جمع سب اعدا ... اُس حبیبِ خدا کو حرف ہے کیا
جبہۂ تیرِ مَا رَمَیتَ کفش ... چشم تنگِ سیہ دلاں ہدفش
اِس سوا اور کچھ نہ تھا مقصود ... کہ رہے آنکھوں آگے حق موجود
چشم مشتاقِ جلوہ گاہِ شہود ... کیوں نہ ہو ناظرِ خیالِ ودود
کحلِ مَازَاغَ سُرمۂ بصرش ... مَا طَغیٰ وصفِ پاکیِ نظرش

مظہرِ خاصِ ذاتِ پاکِ احد — مقبلِ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ
واقفِ رمز و رازہائے صَمَد — لقبِ برگزیدہ اش احمدؐ
پایۂ ارتقاش "ثُمَّ دَنیٰ" — ذروۂ اعتلاش "اَوْ اَدْنیٰ"
قربِ معراج یوں تو سبکو ہوا — پر نہ وہ مرتبہ جو اُس کو دیا
پھر کے وصال سے جو ہر نبی کو ملا — دیکھتے ہی اُسے یہ سب نے کہا
یَا نَبِیَّ اللّٰہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ — اِنَّمَا الْفَوْزُ وَالْفَلَاحُ لَدَیْکَ
جن و انسان کیا ملائک و حور — کوہ و اشجار و کیا وحوش و طیور
اُس کی مدّاحی سبکو ہے منظور — نہ اسی میں کسو کا ہے مقدور
وصفِ خُلقے کسے کہ قرآن است — خلق را نعتِ او چہ امکان است
مدحِ اُستادِ شاعرانِ جہاں — سب ہوئے اس میں عاجز و حیران
مجھسے کیا ہووے وصف اسکا بیاں — ہو جو ممدوحِ حضرتِ سُبحاں
لاجرم معترف بہ عجز و قصور — می فرستم تحیّتی از دور
موردِ وحی و مصدرِ اعجاز — طائرِ قدس و لامکاں پرواز
کعبۂ مدّعائے اہلِ نیاز — میں گدا، وہ شہِ غریب نواز
کُنْتَ اَهْدِیْ نِیْ هُوَ الصَّلٰوۃُ اِلَیْہِ — یَا مُفِیْضَ الْوُجُوْدِ صَلِّ عَلَیْہِ
حسنِ یوسف تو واقعی تھا خوب — کہ ہوا نورِ دیدۂ یعقوب
تو ہی پر ساری خلق کا مطلوب — اور حق نے کیا تجھے محبوب
اے دل و دیدہ خاکِ نعلینت — رشتۂ جاں شراکِ نعلینت
خلق کے واسطے ہی تیری ذات — کعبۂ امن و قبلۂ حاجات

حشر کے روز میں بھی پاؤں نجات　　متوقع ہوں اے کریم صفات

لب بجنباں[1] پئے شفاعت من　　منگر در گناہ و طاعت من

ہے یہ دُنیا تمام آفت گاہ　　نظر آتی نہیں ہے جائے پناہ

جز ترے در کے یا رسول اللہ　　سخت مضطر ہوں حسبۃً للہ

سوئم افگن ز مرحمت نظرے　　باز کُن بر رُخم ز لُطف درے

نفس شیطاں نے دے مجھے بالا　　گل ولائے گناہ میں ڈالا

کون میرا نکالنے والا　　تجھ سوا یہاں ہے اے شہ والا

رحم کُن بر من و فقیری من　　دست دہ بہر دستگیری من

مرتضیٰؑ شیر بیشۂ قدرت　　شافع دین و قامع بدعت

فاطمہؑ زیب حجلۂ عزت　　گوہر درج عصمت و عفت

آن مشرف بہ "لحمک لحمی"　　وین معزز بہ "بضعۃ منی"

آل و اولاد سید الثقلین　　راحت قلب قرۃ العینین

سرور برگزیدگاں حسنینؑ　　ہر دو محبوب خالق دارین

حب ایشاں دلیل صدق و وفاق　　بغض ایشاں نشان کفر و نفاق

زین عبادؑ و باقرؑ و جعفرؑ　　عالمان علوم پیغمبر

خسروان ولایت حیدرؑ　　وارثان شہادت اکبر

قرب شاں پایۂ علو و جلال　　بعد شاں پایۂ عتو و ضلال

موسیٰ کاظمؑ و امام رضاؑ　　مہر و ماہ سپہر مجد و علا

شہ دُنیا و دیں تقیؑ کہ ہوا　　مستفیض اُس سے نام جود و سخا

---

[1] ن ۲ میں "بخنداں" لکھا ہے۔

برنگوسیرتان و بدکاراں　　دستِ ابرِ مواہبت باراں
ذاتِ پاکِ نقیؑ ہے فخرِ زمن　　منتصف عسکریؑ بخُلقِ حسن
سایۂ لطفِ ایزدِ ذوالمنن　　مہدیِ دیں محمدؐ ابنِ حسن
کہ بدیں سرورِ ستودہ شیم　　بنہایت رسیدہ فضل و کرم
نائبِ دینِ احمدِ مختار　　ہیں یہ جملہ آئمۂ اطہارؑ
کچھ کہے کوئی اس میں ہوں لاچار　　اعتقاد اپنا ہے یہی بیدار!
دوستدارِ رسول و آلِ ویَم　　دشمنِ خصمِ بدسگالِ ویَم
اہلِ تحقیق و جابرِ مقبول　　کہ گیا ہے یہ نکتۂ معقول
گر بود رفض حُبِّ آلِ رسول　　یا توؔ لاانجانِ ندانِ بتولؑ
دینِ من رفض دکیشِ (من رفضِ) است　　رفضِ من (؟) مانعِ خفض است

رُباعیات(۱۶)

(۱)

خورشیدِ سپہرِ دیں رسول الثقلینؐ ہیں اُن کے علیؑ و فاطمہؑ نورِ دو عین
فانوسِ نبوّت و ولایت کے بیچ مانندِ دو شمع جلوہ گر ہیں حسنینؑ

(۲)

یا ختمِ رسل! غرقِ گناہ آیا ہوں تم پاس میں اب بہرِ پناہ آیا ہوں
بحرِ رحمت میں اپنے ڈبو ڈالو تم ہر چند کہ میں نامہ سیاہ آیا ہوں

(۳)

بیدار! میں ہر چند کہ رکھتا ہوں گناہ لیکن ہے امیدِ کرمِ حضرتِ شاہ
روزِ محشر کو مجھ سے عاصی لاکھوں کہنے سے اُنو کے بخش دیوے گا الٰہ[1]

(۴)

سلطانِ کریماں ہے علیِؑ اکرم سائل کو نماز بیچ بخشی خاتم[2]
مولائے کریم جس کا ہووے ایسا بیدار! اُسے ہو مفلسی کا کیا غم

(۵)

رکھتا ہوں زبس گناہ یا شاہِ نجفؑ ہے نامہ مرا سیاہ یا شاہِ نجفؑ
آیا ہوں خطرناک، پریشاں احوال تم پاس پئے پناہ یا شاہِ نجفؑ

---

[1] ن ۲: انھوں کے بخش دیگا اللہ۔

[2] ن ۲: ہیں۔

[3] ن ۲: کب اُس کو ہو احتیاجِ دینار و درم۔
نوٹ: دوسری اور پانچویں رباعی ن ۲ میں نہیں ہیں۔

(۶)

کیا شرح کروں میں اُن کا وصفِ بجید　　مدّاح جنھوں کا ہو خدا و احمدؐ
ہے کس کی زبان ایسی ناطق[1] جو کہے　　تعریفِ دوازدہ امامؑ امجد۔

(۷)

دیکھیں ہیں تری جفائیں[2] یہاں تک ہی یار　　یک شمّہ کروں اگر میں اُس کا اظہار
اغلب ہے کہ سنتے ہی زباں سے میری　　ہووے گا تو اپنی ہی خوشی[3] سے بیزار

(۸)

شب سے تا روز بیقراری گذری　　اور روز سے تا شب آہ و زاری گزری
اِس لیل و نہار ہجر میں از سرتاپائے[4]　　مت پوچھ جو کچھ کہ مجھ پہ خواری[5] گزری

(۹)

نَے درد کی میرے کچھ خبر ہے تجھ کو　　نَے آہ سے میری کچھ اثر ہے تجھ کو
ہے محو تو لے آئینہ رو اپنا ہی　　بیخود شدگاں پہ کب نظر ہے تجھ کو

(۱۰)

بیدار! رواں ہے اشک دریا دریا　　بتلا تو کہ ہے دیدۂ تر یا دریا
رونے سے مرے تمام خانہ ہے خراب　　حیراں ہوں میں اِس میں کہ ہے[6] گھر یا دریا

(۱۱)

تجھ عشق کا دعویٰ نہیں اے یار زبانی　　ہے شمع صفت داغ مرے دل پہ نشانی

---

[1] ن ۲ = ناطق ایسی۔
[2] ن ۲ = جفا۔
[3] ن ۲ = اپنے جی سے آپ ہی۔
[4] ن ۲ = تجھ بن یار۔
[5] ن ۱ = تجھ پہ بزاری۔
[6] ن ۲ = ہے یہ۔

نوٹ = رباعی نمبر ۱۱ ن ۲ میں نہیں اور اس کا وزن بھی رباعی کا نہیں ہے۔

کیا کیا یہ ترے جور و جفائیں نے اُٹھائے   پر توں نے کبھو آہ مری قدر نہ جانی

(۱۲)

بیدار! جہاں میں ہے جو مردِ دُنیا   کھینچے ہے ہمیشہ رنج و دردِ دُنیا
چاہے کہ قدم رکھے تو راہِ حق میں   دامن کو نہ لگنے دیجو گردِ دُنیا

(۱۳)

رہتا ہوں برنگِ ابر اکثر روتا   اور عمر اپنی درد و غم میں کھوتا
ہے تلخ نپٹ ہی زندگانی تجھ بن   اے کاش کے تجکو میں نہ دیکھا ہوتا

(۱۴)

گذری یک عمر مجکو روتے روتے   اور اشک سے داغِ غم کو دھوتے دھوتے
بیدار! شبِ فراق ہے بسکہ دراز   مدّت ہی ہوی سحر کو ہوتے ہوتے

(۱۵)

دیکھا ہے میں جب سے روے تاباں تیرا   آئینہ نمط ہوا ہوں حیراں تیرا
جاتی ہی نہیں شکل مری پہچانی   کھینچا ہے زبسکہ دردِ ہجراں تیرا

(۱۶)

بیدار! مقیم کوئے جاناں ہوں میں   دیوانۂ گفتگوئے جاناں ہوں میں
ہوں چشم مثالِ آئینہ سر تا پا   حیرانِ رُخِ نکوئے جاناں ہوں میں

نوٹ: ان رباعیات کے بعد فارسی رباعیاں، فارسی مثنویاں، فارسی غزلیات، پھر قطعاتِ تاریخی اور قصائد ہیں۔ ہم نے مروجہ قاعدے کے موافق ذرا ترتیب بدل کر دیوان فارسی غزلوں سے شروع کیا ہے۔ پھر بقیہ اصنافِ سخن ہیں۔ سرخیاں بھی قایم کر دی ہیں تاکہ امتیاز باہمی باقی رہے۔

دیوانِ فارسی

غزلیات (۲۴)

غ ۱ ش ۱۰

پارہ کردم نہ ہمیں جیبِ شکیبائی را | یک قلم سوختہام دفترِ دانائی را
گر بایں شکل کند شعبدہ بازی آں شوخ | تابِ نظارہ کجا چشمِ تماشائی را
پیشِ خود گر نہ کند سلسلۂ زلفِ توام | کہ دہد جاے بہ بزمت منِ سودائی را
حُسن انداختہ خوبانِ دگر را از چشم | دوخت بر قدِّ تو چوں جامۂ زیبائی را
تا بدامن کشمت لطفِ تو گستاخم کرد | ورنہ کو دست رس ایں پنجۂ گیرائی را
داشتم چشم کہ بینم رُخِ خوبش اے واے | حیرت از دیدنِ او آمدہ بینائی را
می کند کسبِ ضیا مہر ز خاکِ قدمش | ہر کہ تسلیم درت کرد جبیں سائی را
دوستاں! مجمعِ یاراں بشما ارزانی | واگذارید بمن گوشۂ تنہائی را
ناصحا با منِ دیوانہ چہ گوئی از نام | ننگ از نام بود عاشقِ شیدائی را

دیدتا پختگیِ شورِ جنونم بیدار!
عشق بخشید بمن خلعتِ رسوائی را

غ ۲ ش ۵

شاخِ مرجاں نہ رسد دستِ نگارینِ ترا | کہ حنا بست زخونم کفِ سیمینِ ترا
سُنبلِ موے تو از بسکہ نزاکت دارد | بوئے گل شانہ کُند گیسوے مشکینِ ترا
نخل تا بتنِ نازکت اے جانِ بہار | بافتہ از رگِ گُل جامۂ رنگینِ ترا
ہوسِ کُشتنِ من داری و ترسم کہ مباد | رحم بر حالِ من آید دلِ مسکینِ ترا

دوش در خواب چو آں گلبدن آمد بیدار را
ساخت ہم رنگِ چمن بستر و بالینِ ترا

غزل ۳

یاد تو عشقِ جادو دانۂ ما | نالۂ و آہ با ترانۂ ما
بخود از ذوق در نمی گنجد | خورد تیر دے کہ بر نشانۂ ما
زاہد و حور و روضۂ رضواں | ما و آں دلبرِ یگانۂ ما
قطرۂ اشک را لبانِ گہر | عشقِ او کرد آب و دانۂ ما
می کشد از شعاع خود جاروب | مہرِ گردوں بر آستانۂ ما
باشد امروز آں مہ تاباں | جلوہ آرا شود بخانۂ ما

خواب بیدار را از سیہ چشماں
برد رنگینیٔ فسانۂ ما

غزل ۴

اے رخت آفتابِ خانۂ ما | صبح کردی ز آستانۂ ما
در دلِ خود ہزار چاک دیم | نکشیدی بزلف شانۂ ما
بہرِ نظارۂ بہارِ رخش | سیرِ گلشن بود بہانۂ ما
نوری بارد از در و دیوار | یار آمد مگر بخانۂ ما
طائرِ وہم افتد از پرواز | ہست جائیکہ آشیانۂ ما
چشمِ تو ناز می کند با خواب | گوش کردی مگر فسانۂ ما

می سرایند گل رخاں بیدار
شعرِ رنگینِ عاشقانۂ ما

غزل ۵ بہ از بالینِ کمخواب است دستِ زیرِ سر ما را | بود از فرشِ قاقم بسترِ خس گرم تر ما را

برنگ زلف مه رویان نیم از بخت خود شاکی　　که شام تیره بختی می دهد فیض سحر ما را
بیاد لاله رخساری ز جوش گریهٔ خونی　　بدامن خوشتر از گلها بود لخت جگر ما را
نه با قوس قزح کاری نه با ماه نو مطلب　　که هست ابروی دل جوی کسی مدّ نظر ما را

نه گردد هیچ کم از بے لباسی آبروی ما
بعریانی بود بیدار! عزت چون گهر ما را

غ ۶ ش ۱۱

صبا بگو ز من آن ماه مهر سیما را　　که هم چو زلف پریشان تو کردهٔ ما را
چو کام دل طلبی قطع کن تمنا را　　که یاس کرد روا مطلب زلیخا را
چو ریسمان هوس مگسلی شود آزاد　　که زندگیست ستم مرغ رشته برپا را
مکن خیال دوئی همچو احول خود بین　　یکے بود نظر سنگ و لعل مینا را
فریب شیخ ریائی مخور بطاعت او　　که دام و دانه کند سبحه و مصلا را
چسان رسم بمقام تو ای خجسته هما　　که پی نه برد کسے آشیان عنقا را
چو من بجان خود ای جان من مکن این ظلم　　مبین در آئینه زنهار روی زیبا را
برنگ سرو سر ما فرو نمی آید　　که دیده ایم بباغ آن بلند بالا را
بسینهٔ و دلم آن شعله خو چه خواهد کرد　　که می کند نگه گرمش آب خارا را
هزار باغ چو فردوس جلوه گر بیدار! (ق) بزیر بال بود عندلیب شیدا را

تو هم بزانوی خود ساز و چشم دل وا کن
که باز کرده ز هر سو در تماشا را

غ ۷ ش ۵

اے درد تو راحت دل ما　　داغ تو چراغ محفل ما
گشتیم هلاک چشم ساقی　　سازید ساغر از گل ما

درخویش نیافتیم خود را — آیا تو شدی مقابلِ ما
اے شانہ سرِ غش از کہ پرسم — گم گشتہ بزلفِ او دلِ ما
سرگشتہ لبانِ گردبادیم
بیدار! مپرس منزلِ ما

۲۰۴ نیست کم ز ابرِ بہاراں دیدۂ پرخونِ ما — می زند پہلو بہ گلشن دامنِ گلگونِ ما
پیشِ سحرِ نرگس جادویت ای رشکِ بہار — رنگِ تاثیرے نمی گیرد گلِ افسونِ ما

۲۰۵ فزود شعلہ صفت گریہ سوزِ داغِ مرا — سرشک روغنِ بادام شد چراغِ مرا
چناں بہ بادیۂ عشق گم شدم بیدار! — کہ کس نیافت بجز دردِ او سراغِ مرا

---

۲۰۶ زخمِ دل آب دہد خنجرِ مژگانِ ترا — جوشِ من تازہ کند گلشنِ دامانِ ترا
گشت آغاز چو خط بر رخت افسردہ مشو — شد بہارِ دگر این سبزہ گلستانِ ترا

۲۰۷ ای تیغِ تو آرزوے سرہا — از زخمِ تو رونقِ جگرہا
پروانہ صفت پرند ہرسو — جویاے جمالِ تو نظرہا
قرار نیست دمے بے تو برق وار مرا — زبسکہ کردۂ ای شوخ بیقرار مرا
ابروے تو قبلہ گاہِ دلہا — قرآنِ رخت پناہِ دلہا

(ردیف ت)

۲۰۸ در انجمنے کہ غیر من نیست — گنجایشِ (حرف) ما و من نیست
توحید ربی و زلا و لا مست — خاموش کہ جای دم زدن نیست

م-۲

بے تو چشم ابر بہاراں شدہ است دامنم رشک گلستاں شدہ است

روزگاریست کہ بیدار چو من

ساکن کوچۂ جاناں شدہ است

م-۲

دی ز آغوش چو آں رشک گلستانم رفت اشک گل رنگ ز سرتا سر دامانم رفت

کیست آں کافر بدکیش چہ گویم بیدار!

آفتی بود کہ از دیدنش ایمانم رفت

غ ۸ / ش ۹

شور محشر کہ بہر کوچۂ و بازارے ہست مگر امروز از و وعدۂ دیدارے ہست

خبر از حال اسیری دلم کے داری کہ بہر حلقۂ زلف تو گرفتارے ہست

می فروشم بنگاہی دل و دیں اے خوباں اندریں شہر شما ہیچ خریدارے ہست

آب و تاب دگر از زلف بہ رخسار تو شد خوبی جلوۂ مہتاب شب تارے ہست

بتکدہ را نہ ہمیں ابروی او کردہ خراب چشم ہم محتسب خانۂ خمّارے ہست

خوش دلم ساختہ ایں مژدہ کہ در روز جزا کرم و عفو تو جویاے گنہ گارے ہست

در گلستان دل پرجوش (بہ) گل گشت درآ ایں چنیں در چمن خلد نہ گلزارے ہست

ترسم ای شیخ کہ عمامہ ات از سر نہ برد شوخ کافر صنمے دشمن دیندارے ہست

نقش دیوار تحیّر نہ شوم چوں بیدار

کہ مقابل بہ من آں آئینہ رخسارے ہست

ردیف د

غ ۹ ش ۷

مہر است سُہا پیش مہِ روئے محمدؐ — چرخ است جبیں سائے سرِ کوئے محمدؐ

از چشمِ من اُفتاد ہلال و مہِ تاباں — در جلوہ گہِ جبہہ و ابروئے محمدؐ

در حشر کہ آں روز بود وعدۂ دیدار — خلقے سوئے حق بیند و من سوئے محمدؐ

از فرش بیک چشم زدن شد بسرِ عرش — دیگر چہ دہم شرح ز نیروئے محمدؐ

پابندِ خجالت شدہ ہر سرو و صنوبر — در جلوہ چو آمد قدِ دلجوئے محمدؐ

دارم نہ دماغ سرِ بو کردن گلہا — زاں روئے معطر شدم از بوئے محمدؐ

بیدار! باین شام و سحر کار ندارم
شام و سحرم بس ز رخ و موئے محمدؐ

غ ۱۰ ش ۵

پُر نور رُخ روز شد از روئے محمدؐ — حُسنِ سیہ شام ز گیسوئے محمدؐ

یاراں بشما سیم و زرِ دہر مبارک — خواہیم بکفے خاکِ سرِ کوئے محمدؐ

چوں قبلہ نما مردمکِ دیدۂ عشاق — باشد نگراں در ہمہ جا سوئے محمدؐ

دارم بخدا چشم کہ بخشد بمن از لطف — آں چشم کہ بیند رخِ نیکوئے محمدؐ

فرمود بہنگامِ غضب، لطف بر اعدا
بیدار! زہے خلق و زہے خوئے محمدؐ

غ ۱۱ ش ۷

گل ہزار ارچہ رنگ و بو دارد — پیشِ رخسارہ ات چہ رو دارد

چیست تا سینہ چاک باید کرد — مژۂ اُو سرِ رفو دارد

تو سخن گو بغیر و دل اے وائے — بخیالِ تو گفتگو دارد

شد بعہدش زدہر حرفِ وفا بجفا ایں قدر غلو دارد
پیشِ چشمِ کرشمہ پردازت نرگس از شرم سر فرو دارد
بامنِ غمزدہ نمی سازد دلِ من ہم مزاجِ او دارد
صد تمنّا شہید کردی باز
از تو بیدار آرزو دارد

غ ۱۴ ش ۷

دلبرم در کنار می باید بیقرارم، قرار می باید
جلوہ اش بینم و ز خود نہ روم ناصحا اختیار می باید
حشر ہم شد نیامد آں بدعہد تا کجا انتظار می باید
دست باشد نگار اگر باشد دلِ مشغولِ یار می باید
ہمہ تن از برائے دیدارش دیدہ آئینہ وار می باید
سبزۂ خط لعارضش کہ دمید سیرِ ایں نو بہار می باید
سرمۂ چشم تا کنم بیدار!
خاکِ پائے نگار می باید

غ ۱۴ ش ۵

چو آں گل پیرہن در گلستاں مستِ شراب آید
بجائے نکہتِ گل از چمن بوّے کباب آید
ز حُسنِ شعلہ بارِ او بعالم آتشے اُفتد
دمے بر بام آں خورشید رو گر بے نقاب آید
ستم ہا آنچہ با من کردۂ ظالم! نمی گویم
کہ می ترسم مبادا بر جبیں چینِ عتاب آید

زرخسارِ عرق ناکش بدریا قطره گر افتد
تعجب نیست از آتش اگر بوئے گلاب آید

نہ دلدارم بہ برنے اندرونِ سینہ دل دارم
منِ بے یار و بیدل را چساں بیدار خواب آید

غ ۱۴۱ بہ عزم قتل اگر آں نگار برخیزد — زہر طرف دلِ امیدوار برخیزد
خطے کہ از رخِ گل فامِ یار برخیزد — بود بنفشہ کہ از لالہ زار برخیزد
بہ کلبہ ام چو قدم رنجہ کردہ بنشیں — کز آب جلوہ ات از دل غبار برخیزد
ترحمی کن و با نامہ و پیام مساز — تو خود بیا کہ غمِ انتظار برخیزد
بعزمِ گریہ زجا خاستہ است مژگانم — باں شکوہ کہ ابرِ بہار برخیزد
تو گر باین قد و رخسار در چمن گذری — ز سرو قمری و از گل ہزار برخیزد

برائے دیدنِ رویت بہ تربتِ بیدار
برنگِ لالہ دلِ داغدار برخیزد

۲۰۲ زاشکِ چشمِ من خون ورنگیں دامنم باشد — ہنگامِ خزاں جوشِ بہارِ گلشنم باشد
دل و دیں جمع کردم بہرِ تاراج و نمی دانم
کہ ایں آتشیں رخسار برقِ خرمنم باشد

۲۰۳ دل چو گل روئے نگار است نہ بیند — آئینہ پُراز جوشِ بہار است نہ بیند
درخلوتِ دل جلوۂ یار است نہ بیند — خورشید نہاں در شبِ تار است نہ بیند
دیدہ کو کہ تماشائے رخِ یار کند — جلوۂ اوست بہر جا کہ نظر کار کند

ردیف س

غ ۱۵
ش ۱۰

ز ہمیں در بندِ نرگس بال طاؤس است و بس
ہر کس این جا در ہوائے خویش محبوس است و بس

ز سرائے زار بصحرا نی ہوائے سیرِ باغ
خاطرِ آسودہ ام با خویش مانوس ست و بس

نیست بیماری دیگر این دل آشفتہ را
داغِ سودائے سرِ زلفِ تو کابوس ست و بس

پیشت ای سرو رواں عمریست خم گشتم چو بید
آرزویم در دل از تو یک قدمبوس است و بس

آں بتِ کافر طبیعت سنگدل راحم نہ شد
نالۂ بے حاصلم فریادِ ناقوس است و بس

از حنائے ہر کسے گلگوں کفی خواہش نہ کرد
رنگِ این خانہ بہ صرفِ دستِ افسوس ست و بس

سر گروہِ کوچۂ رسوائیم عیبم مکن
ننگ و ناموسم بترکِ ننگ و ناموس ست و بس

خار ہم نشگفت چوں گل اندریں فصلِ بہار
از شگفتن غنچہ ام تا حال مایوس است و بس

دست کوتہ کردہ ام از دامنِ شمعِ ہوس
خانۂ بے آتشینم مثلِ فانوس است و بس

رہ ندارد ہیچ کس بیدار آں جا غیرِ او
در حریمِ دل خیالِ یار جاسوس است و بس

ردیف ش

غ ۱۶
ش ۵

گر امشب آید آں یارم در آغوشش
بیا ساید دلِ زارم در آغوشش

تماشائے گلِ داغِ دلم کن
بیا اے لالہ رخسارم در آغوشش

برنگِ غنچۂ گل بر رخِ یار
دلِ خوں گشتۂ دارم در آغوشش

بظاہر گرچہ خندانم دریں باغ
چو صد برگ است صد خارم در آغوشش

چساں بیدار! دیدم خواب امشب
نہ دل در بر نہ دلدارم در آغوشش

ردیف گ

غ ۱۷ ش ۵

کرد از می گل گوں برخت جلوہ گری رنگ — زیں رشک شد از لالہ عذاراں سفری رنگ
دل بُردہ زاں چشمِ کبودم کہ بیادش — از دیدۂ من اشک چکد نیلو فری رنگ
سازد بہارِ رخ او تا کہ نیازش — از لالہ و گل بُرد نسیمِ سحری رنگ
تنہا نہ ہمیں زرد ز خجلت شدہ یاقوت — خوں گشت ز لعلِ تو عقیقِ جگری رنگ

برقع چو کشیدی ز رخ از دیدنِ بیدار!
می کرد ازاں روی چو گل پردہ دری رنگ

ردیف ل

آں خطِ شب رنگ ترا خورشیدِ تاباں در بغل
ہر حلقۂ زلفِ ترا ماہِ درخشاں در بغل

ردیف م

غ ۱۸ ش ۵

خیالِ زلفِ سیاہش بہ باغ دل دارم — معطّر از گلِ خوشبو دماغ دل دارم
ہوائے باغ و سرِ می کشی کجا بے تو — برنگِ لالہ پر از خوں ایاغ دل دارم
بہ کلبہ ام نبود احتیاجِ شمع و چراغ — چو آفتابِ درخشندہ داغ دل دارم

بحلقۂ حلقۂ زلفت بگوشۂ گوشۂ چشم — بہر طرف نظری در سراغِ دل دارم

درونِ قبر ز تا ریکیم چہ غم بیدار!
بنورِ عشق فروزاں چراغِ دل دارم

غ ۱۹
ش ۹

فتنۂ آشوبِ صد محشر بہ عشقش دیدہ ام — بر سرِ من ایں بلا آمد ز دستِ دیدہ ام
یا فتم در بزم اے گل پیرہن زاں روز باز — دامن از آمیزشش ہر خار و خس برچیدہ ام
در مکافاتش چو شبنم گریہ سر کردم بسے — گر دریں گلشن برنگِ گل دمے خندیدہ ام
ہر چہ آید بر سرم از جورِ آں بیدادگر — ایں سزائے آنکہ حرفِ ناصحاں نشنیدہ ام
تو کجائی کز برائے جستنت خورشید وار — شہر شہر و خانہ خانہ کوہ کوہ گردیدہ ام
شوخ چشماں را کہ کردم رام از تابِ نگاہ — دیدہ عمری بر سرِ پائے کسے مالیدہ ام
بشکنم تسبیح و گر زنّار بندم می سزد — آں فرنگی زادۂ کافر ادا را دیدہ ام
دست از شانہ کشی امروز اے مشّاطہ وار — با سرِ زلفش دلِ بیتاب را پیچیدہ ام

دیدہ ام بیدار! محوِ آں رخ حیرت فزا است
از تماشا گاہِ عالم زاں نظر پوشیدہ ام

غ ۲۰
ش ۵

چساں خجل نہ شود آبشار از مژہ ام — کہ دارد ابر بدل خار خار از مژہ ام
بیادِ آں لب و دنداں چہ گریہ سر کردم — چکید لعل و گہر در کنار از مژہ ام
بحالِ زارِ من اے سرو قد ترحّم کن — کہ شد رواں بر ہت جوئبار از مژہ ام
بکوچۂ تو اگر بیند ایں گل افشانی — خجل شود رگِ ابرِ بہار از مژہ ام

ز بسکہ سوخت مرا شعلۂ رخش بیدار!
بجائے اشک برآمد شرار از مژہ ام

غ ۲۱
ش ۵

بستهٔ از زلفِ تابدارِ توام — مست از چشمِ پُرخمارِ توام
باید از نکهتِ گلم زنجیر — منکه دیوانهٔ بهارِ توام
برُخِ مهر و مه نظر نه کنم — دوختهٔ چشم بر عذارِ توام
گفتمش کیستی؟ بناز م گفت — "راحت افزا و غمگسارِ توام"

بوصالِ خودم قرارے بخش
کہ چو بیدار بیقرارِ تو ام

غ ۲۲
ش ۹

اے اسیرِ حلقۂ زلفت دلِ آزردہ ام — شد خیالِ روّے تو منقوشِ لوحِ سادہ ام
مستیم از ہر بُنِ مؤی ترا و دستا قیا! — خود سبو و ساغرم، خود نشہ و خود بادہ ام
با دلِ سوزان و با چشمِ پُرآب اے ماہ رو — شمع ساں در بزم بہرِ دیدنت استادہ ام
آرزو دارم زعمرے تا در آغوشت کشم — دست مانندِ حنا رائے سرو قد بکُشادہ ام
غمزۂ ایماں فریبِ آں صنم اینست اگر — کو نماز و روزہ کو تسبیح و کو سجادہ ام
وائے بر حالم کہ یک بارم نہ پرسیدی کہ کیست — در رہت عمریست من چوں نقشِ پا افتادہ ام
ہیچ جرمش نیست بر سنگِ جفا گر بشکند — شیشۂ دل خود بدستِ شوخ و سنگے دادہ ام
خوب رویاں گرچہ پامالِ جفایم کردہ اند — در طریقِ عشق لیکن رہنما چوں جادہ ام

اُلفتم با گل رخاں بیدار! ایں امروزہ نیست
از ازل چوں لالہ با داغ محبت زادہ ام

م ۲۰

وصالِ گلِ عذارم بود شب جائیکہ من بودم — بہارے در کنارم بود شب جائیکہ من بودم
زکاوشہائے خرگانے سیہ چشمے گل اندامے
بسینہ خار خارم بود شب جائیکہ من بودم

م ۲۰۴ نمی دانم چہ افسوں خواند زلفِ یار در گوشم
جنوں آوارہ ام صحرا نوردم خانہ بر دوشم
تماشائے بتِ جادو نگاہے بُرد از ہوشم
بسانِ صورتِ آئینہ با حیرت ہم آغوشم

ردیفِ ن

غ ۲۳ ش ۹ بیا یک دم بہ گل گشتِ چمن اے سروِ نازِ من
بلا گردانِ رفتارِ تو قمریِ نیازِ من
بود آئینۂ معنی بچشمم صورتِ خوباں
حقیقت نشہ دادہ بادۂ جامِ مجازِ من
برنگِ غنچہ پنہاں داشتم بوے محبت را
شگفتہ از نسیم آہ ایں گلہاے رازِ من
ندارم بختِ بیدارِ زلیخا تا کہ چوں یوسف
شبے آید بخوابم شمع روئے جانگدازِ من
کند زیر و زبر دلہاے عالم را بیک جولاں
سوارِ رخش تازِ جنگ جوے نیزہ بازِ من
چو نرگس منتظر، خاطر پریشاں تا کجا باشم
بیا اے چشمِ مستِ من، بیا زلفِ درازِ من
بیا دستش ہم چو نے از بندِ بندم نالہ میخیزد
کجا آں مطربِ دلکش نوا قانون نوازِ من
پئے تاراجِ دلہا تیغ و خنجر بستہ می آید
بتِ کافر نگاہِ شوخِ چشمِ عشوہ سازِ من
دلم در خواست دنیا تا بدامِ خویشتن آرد
نشد بیدار! صیدِ ایں عجوزہ شاہبازِ من

م ۲۰۵ قدم بیروں منہ اے دل ز کوئے دلربا بنشیں
چو خواہی سربلندی زیرِ شمشیرِ جفا بنشیں
کنی رم تا بکی از صحبتم چوں آہوے وحشی
بمن یک لحظہ اے نا آشنا بہرِ خدا بنشیں

ردیفِ ی

غ ۲۴ ش ۴ بُرد از ہوشِ مرا نرگسِ جادوی کسے
ہمچو بلبل شدہ ام محوِ گلِ روے کسے

زین شب و روز جہاں لیل و نہارم دگر است صبحم از روے کسے شام ز گیسوئے کسے
نہ بہ شمشاد سرے نے بصنوبر کارے ہست مدِ نظرم قامتِ دل جوے کسے
باز در بزمگہِ خوش نگہاں اے بیدارؔ!
بستۂ زلفِ کسے زخمیِ ابروے کسے
چہ شود اگر ز رہِ وفا تو بسوے من گذرے کنی بتوا اے پری چہ فسوں کنم کہ بحالِ من نظرے کنی

رُخ نمودی و دلم بُردی و شیدا کردی سنگ با شیشہ نہ کرد آنچہ تو با ما کردی

۱۔ ترجیع بند

در نعتِ حضرتِ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(۷ بند)

محمدؐ است آں کہ نورِ پاکش ز آفتابِ حقیقت آمد
بصورت انساں بمعنی اللہ بجلوہ گاہِ شہادت آمد

رسولِ اکرمؐ نبیِ اعظم شہِ سریرِ نبوّت آمد
برائے عالم ز حضرتِ حق بشارت است اینکہ رحمت آمد

ثناءُ ربٍّ علیٰ محمّد علیہِ ختمٌ رسالۃِ اللہ
حبیبُ حقٍّ طبیبُ خلقٍ لہٗ سلامٌ و رحمۃُ اللہ

ز آفتابِ جبینِ او شد فروغ نورِ خدا درخشاں
بہ بینِ او را کسی کہ دارد بدل ہوائے جمالِ یزداں

سیاہیِ کفر گشت زائل چراغ دینش چو شد فروزاں
ز فیضِ بزمش صنم پرستاں شدند جملہ خدا پرستاں

ثناءُ ربٍّ علیٰ محمّد علیہِ ختمٌ رسالۃِ اللہ
حبیبُ حقٍّ طبیبُ خلقٍ لہٗ سلامٌ و رحمۃُ اللہ

زہے بنیئے کہ حسنِ خُلقش شہ و گدا را بخود کشیدہ
زہر دیارے، زہر مکانے بپائے بوسش بجان دویدہ

جلیسِ خلوت، انیسِ صحبت، مقرّب خاصِ برگزیدہ
نہ ہیچ مرسل بخواب دیدہ، دراں مقامے کہ او رسیدہ

ثَنَاءُ رَبِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ خَتْمُ رِسَالَۃِ اللّٰہ
حَبِیْبُ حَقٍّ طَبِیْبُ خَلْقٍ لَہٗ سَلَامٌ وَّ رَحْمَۃُ اللّٰہ

در طریقت شریعتِ او، صفائے دلہا محبّتِ او
کسے کہ آید بخدمتِ او، بحق رساند ہدایتِ او
مطیع امرش بود کہ و مہ کند ہر آں کس اطاعتِ او
خطِ سیاہِ گناہگاراں بشوید ابرِ شفاعتِ او

ثَنَاءُ رَبِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ خَتْمُ رِسَالَۃِ اللّٰہ
حَبِیْبُ حَقٍّ طَبِیْبُ خَلْقٍ لَہٗ سَلَامٌ وَّ رَحْمَۃُ اللّٰہ

فروغِ حسن و جمالِ یوسف مقابلِ او کجا بیاید
بجلوہ ہائے مہِ درخشاں چہ روشنی سُہا نماید
کراست قدرت کہ نعتِ آں شہ چنانچہ باید ادا نماید
زجنّ و انساں چگونہ آید کسے کہ مدحش خدا نماید

ثَنَاءُ رَبِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ خَتْمُ رِسَالَۃِ اللّٰہ
حَبِیْبُ حَقٍّ طَبِیْبُ خَلْقٍ لَہٗ سَلَامٌ وَّ رَحْمَۃُ اللّٰہ

امینِ صادق، رسولِ خالق، کریم سیرت، رحیم خصلت
عظیم شوکت، جلیل قدرت، بشیرِ جنت، شفیعِ امّت
بہ پیشِ حکمش نہند گردن مقرّبانِ جنابِ عزّت

چہ جن و انسان چہ حور و غلماں ہمہ بگویند تا قیامت

ثَنَاءُ رَبٍّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ خَتْمُ رِسَالَۃِ اللہ

حَبِیْبُ حَقٍّ طَبِیْبُ خَلْقٍ لَہٗ سَلَامٌ وَّ رَحْمَۃُ اللہ

زجرمہائے کہ سرزد از من ز بسکہ بیدارؔ شرمسارم

ز انفعالش بروز محشر نمی توانم کہ سر برآرم

دریں مکان و دراں جہاں ہم ز لطف عامش امیدوارم

بحفظ خویشم نگاہ دارد اگرچہ یکسر گناہ گارم

ثَنَاءُ رَبٍّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ خَتْمُ رِسَالَۃِ اللہ

حَبِیْبُ حَقٍّ طَبِیْبُ خَلْقٍ لَہٗ سَلَامٌ وَّ رَحْمَۃُ اللہ

رُباعیات (۲۲)

(۱)

یارب بدرِ تو پُر گنہ آمدہ ام لطفی بنما کہ عُذر خواہ آمدہ ام
از چشمۂ فیض رو سفیدم گرداں کز زشتیِ کار رو سیاہ آمدہ ام

(۲)

در بارگہِ تو پُر زعیب آمدہ ام بدنامِ کُنِ شباب و شیب آمدہ ام
شد روز و شبم دریں چمن صرفِ گناہ چوں غنچہ ز شرم سر بجیب آمدہ ام

(۳)

شاہنشہ کونین رسول ثقلین مہر و اُنسش بود نجاتِ دارین
بیدار ابروزِ حشر کافی ست مرا حُبِّ زہرا رضؓ و مرتضٰےؑ و حسنینؑ

(۴)

شاہنشہ کشورِ ولایت حیدرؓ بحرِ کرم و کانِ سخاوت حیدرؓ
گردد ہمہ آب زہرۂ شیر دلاں آید چو بمیدانِ شجاعت حیدرؓ

(۵)

اے مہدیِ ہادیِ طریقِ اسلام از فیضِ تو کس نیست بعالم ناکام
بردار ز روے خویش جلباب حجاب در ابر نہاں چند بود ماہِ تمام

(۶)

اے مظہرِ جود! ایں سخاوت کہ تراست از دستِ گہر پاشِ تو یک کف دریاست

از فیضِ تو بسکہ بہرور شد عالم　　ہر ذرّہ چو آفتاب لب ریزِ ضیا است

(۷)

ذاتے کہ وجودِ او ز ادراک بری است　　فکرِ دریافت کردن از بیخبری است
چشمے بکشا و بیں بہ مرآتِ صفات　　حُسنِ مُطلق تمام در جلوہ گری است

(۸)

مردے کہ بود بہرور از فیضِ نخست　　داند سخنم کہ دارد او فہم درست
بیروں ز مکان و لامکان است خدا　　اطلاق بقیدِ اصطلاح من و تست

(۹)

از بادۂ عشقِ خویش مستی کردم　　گُل گشتِ بہارِ باغِ ہستی کردم
رفتم بطوافِ کعبۂ دل کانجا　　دیدم خود را و خود پرستی کردم

(۱۰)

گیسوش ہمیں نہ کردہ عنبر بیزی　　لبہاش ز خندہ می کند گُل ریزی
بیدار! فدائے صنعتِ نقاشیم　　کز نیرنگی نمود رنگ آمیزی

(۱۱)

نوریست عیاں کہ آفتابش دانند　　ہم شمع و چراغ و ماہتابش خوانند
ذاتے است کہ موسوم بچندیں نام است　　چوں بحر کہ موج و ہم حبابش خوانند

(۱۲)

بیماری و رنج و ناتوانی ہمہ اوست　　ہم عیش و نشاط و شادمانی ہمہ اوست
در کون و مکاں بغیرِ او دیگر نیست　　دانی ہمہ اوست، ورنہ دانی ہمہ اوست

(۱۳)

دادیم دلے کہ جلوۂ یار بجاست   لبریزِ صفا، چو آئینہ سرتاپاست
بیدل! چگونہ غرقِ حیرت نہ شویم   کز بے صورت، ہزار صورت پیداست

(۱۴)

ہر سو رفتیم و جستجویت کردیم   از ہر بادے سراغ بویت کردیم
از خویش فراموش شدیم آخرکار   چوں آئینہ چشم آبرویت کردیم

(۱۵)

ہستیِ تو درمیاں حجابے شدہ است   بر چہرۂ مقصود نقابے شدہ است
برخیزد اگر پردہ عنایت گردد   پنہاں در ذرّہ آفتابے شدہ است

(۱۶)

در دیدۂ عارفانِ سرِّ قدرت   کثرت ہمہ وحدت است و وحدت کثرت
درآئینہ خانہ دیدہ باشی بیدل!   یک شخص نمو دار بچندیں صورت

(۱۷)

گر ہست زباغش ہوسِ گُل چیدن   بیجا بود از خارِ غمش رنجیدن
خود را گُم کن اگر وصالش خواہی   تا تو باشی نخواہی اورا دیدن

(۱۸)

در حسن یکی باآب و تابے شد و رفت   وز عشق دگر با ضطرابے شد و رفت
بیدل! باین و آں نہ بندی دل را   شادی و غمِ زمانہ خوابے شد و رفت

(۱۹)

گر رازِ دلِ خویش نهفتیم چہ شد | در سلکِ سخن گہر چو سُفتیم چہ شد
کو فہمِ رسا کہ حرفِ ما را فہمد | گفتیم چہ شد وگرنہ گُفتیم چہ شد

(۲۰)

قرآنِ مترجم و صحیح و خوش خط | حقّا کہ نہ دیدہ شد درو حرفِ غلط
وصفش بسرِ موئی تواں کرد بیاں | ہر چند کہ صد زباں شود شانہ نمط

(۲۱)

بیدار اگر چشمِ دل چہ نورے داری | در خویش بصد رنگ ظہورے داری
اے غافلِ کارگاہِ سِرِّ ہستی | خود را بشناس اگر شعورے داری

(۲۲)

نَے بنگ و شراب خوردہ مستی کردم | نَے سیرِ بلندی و نہ پستی کردم
تا چشم کشودم آں صنم را دیدم | بستم زُنّار و بُت پرستی کردم

قصائد

در نعتِ حضرتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ و التحیات

(۴۳ شعر)

بجرمِ عشق تو سازند گر مرا تشہیر
سزا است آنچہ کنند از عقوبت و تعزیر

من آن نیم کہ گریزم ز خوفِ سربازی
بہ پیشِ تیغِ تو آیم چو شمع و خامہ دلیر

ز عکسِ زلفِ تو جوشِ جنوں ز بس کش زد
بپائے بحر نہ ز موج اگر شود زنجیر

شب است و آمدہ ام بر درت نہاں ترسم
بگوشِ کس نہ نورد از کشادِ بابِ صریر

ہوائے زلف و ظلمت از سرم نرفتہ ہنوز
نشاند بختِ سیہ گرچہ خامہ ساں در قیر

ز جورِ تو نہ گریزیم اے کماں ابرو
میانِ ما و تو ربط است چوں نشانہ و تیر

خیالِ غیر چناں بگذرد بخاطرِ من
کہ جز تو نیست تمنائے دیگرم بہ ضمیر

تو اے غزالِ وحشی کہ بدامِ من گذری
کہ رام گشتہ خیالِ تو ام بصد تدبیر

شود ز رشک دلش پارہ پارہ ہمچو انار
چشد چو لذتِ شفتالوئے لبت انجیر

دلم کباب نہ گردد چساں در آتشِ غم
کہ آب و آئینہ شد از رخِ تو عکس پذیر

ز سوزِ سینہ زباں ہمچو شمع می سوزد
ز حالِ خویش اگر شمۂ کنم تقریر

چہ حاصل اینکہ بروں رفتہ آہِ من ز چرخ
نکرد در دلِ سنگیں تو ہیچ گہ تاثیر

دلم بگلشنِ عشقِ تو اے چمن آرائے
ندید روئے شگفتن چو غنچۂ تصویر

جنوں گرفتہ مزاجم بہارِ دیوانہ
تواں ز موجِ گل و لالہ کردنم زنجیر

بیادِ زلفِ کسے دکشں دیدہ ام خوابے
بصد زباں نتواں کرد شانہ اش تعبیر

رُخم به یادِ لبِ لعلش آن چنان شد زرد که غرقِ آبِ خجالت از وست رنگِ زریر
زراهِ مهر و محبّت چگونه بر گردم مرا کز آب و گِلِ عشق کرده اند خمیر
ز بیوفائی خوبان دلم گرفته ملال کجا روم، چه کنم نیست غیر ازین تدبیر
که بعد ازین نه برم نام این ستم کیشان غزل به نعتِ شهِ انس و جان کنم تحریر

فلاک جنابِ ملائک سپاه و عرش سریر
نظر به خاکِ درش ذرّه ایست مهرِ منیر

بهارِ باغِ رسالت محمّدؐ آنکه نمود شمیمِ خُلق بکویش جهان جهان تسخیر
سحر چو گرد ز جاروبِ درگهش خیزد برند فخرکنان عرشیان بجائے عبیر
رواج یافت بعهدش ز بسکه صاف دلی لبانِ آئینه هر سنگ گشت عکس پذیر
چو جسمِ مُرده نخیزد صدا ازینش ازد هزار چوبِ ستم گر زنند بر بم و زیر
نماند چشم بجز مهره در زمانهٔ او فِسُرد نارِ غضب همچو یخ به طبعِ شریر
به کلبهٔ غنم و گوسپند در صحرا شبان چو خواب کند می کند شبانی شیر
چو آفتاب شود دیده اش سراپا نور کشند گردِ درش را اگر بچشمِ ضریر
بخاکِ درگهش از صدق جبهه سائی کن مسِ گناه طلا می شود بدین اکسیر
شود چگونه بیان نعتِ احمدِ مرسل که وصفِ اوست فزون ز احاطهٔ تقریر
مساعدت چو کند با من اخترِ طالع ز هند بهرِ طوافِ درش کنم شبگیر
روم بفرق قلم وار و خوانم این مطلع ببارگاهِ شهنشاهِ آفتاب ضمیر

زہے فروغِ جمالِ تو مایۂ تنویر
گرفت روشنی از طلعتِ تو بدرِ منیر

۲- در مدحِ حضرتِ امامِ محمدؑ ابن حسن علیہ السلام

(۱۳ شعر)

بدرگہِ شہِ دنیا و دیں پناہ برم　　کہ دارد از پئے تنبیہِ مفسداں شمشیر

امید ہست کہ بیدار از آں سپہرِ جلال　　کند ظہور و زند بر منافقاں شمشیر

نشانِ جور نماند دگر بروئے زمیں　　برزمگہ چو کشد صاحبِ زماں شمشیر

شہِ سریرِ امامت محمدؑ ابنِ حسنؑ　　بروزِ معرکہ بندد چو بر میاں شمشیر

ز آتشِ غضبش ہمچو موم سرتاسر　　شود گداختہ در دستِ دشمناں شمشیر

برزمگہ مگر آہن رباست چشمِ عدوش　　کہ سوئے او زرہِ شوق شد رواں شمشیر

بفوجِ دشمنِ او تا زند چو شب خونے　　ز کہکشاں بہ کمر بستہ آسماں شمشیر

زہے امام کہ در پنجۂ شجاعتِ اوست　　کلیدِ بابِ ظفر اندریں جہاں شمشیر

برزمگہ ز ترحم چو منعِ قتل کند　　چو موم نرم شود در کفِ یلاں شمشیر

زباغِ طبعِ من ایں مطلعِ دگر گل کرد　　کہ رنگِ جوہرِ خود را کند عیاں شمشیر

زبسکہ ریختہ خونِ مخالفاں شمشیر
بہار کردہ بصحرا چو گلستاں شمشیر

زند بکوہ اگر آں ہژبرِ دیں بالفرض　　کند دو پارہ ہماں وقت در میاں شمشیر

ازاں جنابِ مقدس اجازتے طلبم　　کہ در حضور زنم بر مخالفاں شمشیر

گرفت جملہ قوافی بقبضۂ خود کرد　　چہ سالکاں و چہ از غیرِ سالکاں شمشیر

برائے ایں کہ کند انتظامِ ملکِ سخن　　بدورِ مدح تو یا صاحب الزماں شمشیر

نہالِ عمرِ عدوئے تو برگ ریزاں است　　چنانکہ شاخ خورد از کفِ رواں شمشیر

زنیشِ دستِ تو در حرب گہ جراحتہا — بَرد بسوے عدوے تو ارمغاں شمشیر
ہما صفت ز تنِ دشمناں با قبالت — بر زمگاہِ تو نگذارد استخواں شمشیر
ز مرغِ جان عدوے تو بسکہ خورد است زخون — شد است سرخ چو منقارِ طوطیاں شمشیر
اگر برائے شریفِ تو بگذرد گہِ جنگ — کہ بستہ آورد افواجِ دشمناں شمشیر
کند برنگِ کماں حلقہ خویش را در دم — کہ ہمچو طوق فتد در گلوے شاں شمشیر
چو قیدیاں کہ بیک سلسلہ اسیر شوند — بیارگاہِ تو آرد کشاں کشاں شمشیر
بعہدِ تو کہ کسے با کسے جدل نہ کند — مجالِ کیست کہ بندد دراں زماں شمشیر
تو آں شہی کہ غلامِ تو گر کمر بندد — فتد ز ہیبتِ او از کفِ شہاں شمشیر
شہا فرشتہ سپاہا بدولت و اقبال — سوار شو بکمیت و ببند آں شمشیر
کہ شہسوارِ ولایت علیؓ عالی قدر — دو پارہ کرد عدو را بجنگ ازاں شمشیر
ترا سزد کہ چنیں تیغ بر میاں بندی — کہ مثلِ او دگرے نیست در جہاں شمشیر
بوصفِ او چہ رسم لیک ایں قدر دانم — نبودہ است و نخواہد شد آں چناں شمشیر
سپید شد بربہت چشمِ انتظار بیا — کہ می زند غمِ دوریِ تو بجاں شمشیر
ہمیشہ تا کہ بود دہر دور شتہ در عالم — مدام تا کہ ابسا زند در جہاں شمشیر

چناں کہ سرخ زباں می شود لبِ خوباں
زخونِ دشمنِ تو باد آں چناں شمشیر

قطعاتِ تاریخی (۱۱)

۱۔ تاریخ بنائے فرودگاہِ زائرین درگاہ حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ

(۹ شعر)

سر اقطاب قطب الدّین خواجہ | سپہر معرفت خورشید رائے
جمالش مظہر نورِ الٰہی | دلش آئینۂ وحدت نمائے
فریدوں جاہ گرداند بیک دم | گر آید بر درش مفلس گدائے
سحرگہ آفتابِ گیتی افروز | بدرگاہش کمینہ جبہہ سائے
محمدؐ فخرِ دیں مخدوم عالم | بگمراہاں ہدایت رہنمائے
برائے زائرانِ درگہش ساخت | مصفّا منزلے عالی بنائے
ندیدہ بر زمیں چشم فلک ہم | بدیں خوبی مقامِ دلکشائے
چو شد آراستہ آں نو عمارت | بگوشم آمد از غیب ایں ندائے

بگو بیدار! تاریخ بنائش
مکانِ دل کشا جنت سرائے
۱۳۵۹ھ

۲۔ تاریخ بنائے چاہِ خانہ

(۲ شعر)

سالِ تاریخ ایں چہ موزوں | کرد پیرِ خرد چنیں ارشاد
در جہاں تا کہ ہست بحر رواں
آب ایں چشمہ صاف و شیریں باد
۱۳۶۶ھ

۳- تاریخ بنائے چاہ خانہ

(۲ شعر)

سحر داشتم فکر تاریخ چاہ — کہ گفت این بہ من ہاتف نیکذات
چو پرسند سال بنایش ز تو — بگو صاف شیرین چو آب حیات

۱۱۵۹ ۸۹

۴- تاریخ وفات علی رضا مرحوم دوست مصنف

(شعر ۱۳)

مشفق من علی رضا کہ دلم — ہست مرہون لطف و احسانش
چون سفر کرد زین جہان خراب — گشتہ فردوس وقف جولانش
چہ کنم اضطراب اگر نہ کنم — داسر ہا تسلیم و تیغ ہجرانش
بر دلم از فراق او بیدار — ہست دردے کہ نیست درمانش
سید پاک و حافظ و فاضل — ہر چہ خوانند لائق شانش
مخزن بحر و کان کمی می کرد — پیش بخشایش فراوانش
از مئے صاف مشرب توحید — بود لب ریز جام عرفانش
می درخشید آفتاب صفت — نور فقر از جبین تابانش
می گزشتی ز شام تا دم صبح — ہمہ شبہا بیاد سبحانش
گشتہ بیتاب چون ز حد بگزشت — اشتیاق جمال رحمانش
سوئے گلزار قدس آخر شب — کرد پرواز طائر جانش
داشتم در دل این خیال کہ شد — آشیاں در کدام بستانش
گفت ہاتف کہ بے سوال و جواب — داد جا در بہشت یزدانش

۵۔ تاریخ وفات شیخ احمد مرحوم

(۸ شعر)

شیخ احمد آنکه نورِ ذوالجلال — می شدے تابندہ از سیمائے او

در جہادِ نفس از صوم و صلوٰۃ — کس نبودہ در جہاں ہمتائے او

غیرِ توحیدِ خدا حرفِ دگر — سر نہ زد از طبعِ وحدت زائے او

در گل و در خار می دیدے عیاں — وجہِ حق را دیدۂ بینائے او

از مکاں بگذشت سوئے لامکاں — مرغِ روح زمزمہ آرائے او

در دلم بیدار را این اندیشہ بود — در کجا می خلد شد ماوائے او

آمد از غیب این ندا در گوشِ جاں

شد سرائے قدس وحدت جائے او

۶۔ تاریخ وفات شاہِ معصوم رح

(۵ شعر)

ہزار افسوس و حسرت شاہِ معصوم — ز چشمِ خلق روی خویش پوشید

بر اولاد و محبانش ازیں غم — سرائے دہر ماتم خانہ گردید

فروغِ علم داہم نورِ سیادت — مہ آسا از جبینش می درخشید

بہ گل گشتِ ریاضِ قدس ناگاہ — چو بلبل روح او از جسم پرید

بگوشم سالِ تاریخِ وفاتش

ندا آمد "گل از باغِ جناں چید"

۷۔ تاریخ بنائے مبارک منزل

(۵ شعر)

چناں عالی مکانِ نو بنا یافت | کہ باشد آسائش پشتِ بامے
مہ و خور نور از آں کاخ درخشاں | طلب دارند ہر صبح و شامے
زہے قصرِ ہمایوں عیش بنیاد | کزو بزمِ طرب را انتظامے
برنگِ طوطیِ گویا شکر ریز | بتوصیفش زبانِ خاص و عامے

ہمیں بس سالِ تاریخ بنایش
مبارک منزلِ راحت مقامے

۸۔ قطعۂ[1] تاریخ وفات حضرت خواجہ میر درد دہلوی علیہ الرحمہ

(۵ شعر)

آفتابِ اُمتِ دینِ محمدؐ خواجہ میر | مظہرِ علمِ علیؓ و وارثِ اثنا عشرؑ
حضرتِ دردؔ آں کہ از دردِ فراقِ عندلیب | نالۂ یا ناصرش می کرد بر دلہا اثر
حیف کز دُنیا بعمرِ شصت و ششم سالگی | جانبِ اعلاءِ علیین چوں کردہ سفر
بندۂ بیدارؔ کاں ہست از غلامانش یکے | جُست از وقتِ وصالِ او دو ماہش چوں خبر

یک پہر شب ماندہ ہاتف کرد واویلا و گفت
ماہے بود آدینہ و بست و چہارم از صفر
۱۱۹۵ھ

---

[1] ہمارے پاس کے نسخوں میں یہ قطعہ نہیں ہے۔ خواجہ میر دردؔ کا جو دیوان نولکشور پریس کانپور میں پانچویں بار جولائی ۱۹۰۱ء میں چھپا ہے اُس کے آخر میں یہ قطعہ ہے صفحہ ۵۴ پر کلام درد ختم ہوتا ہے۔ صفحہ ۵۵، ۵۶ پر مطبع کے کارپردازوں نے مصنف مغفور کا احوال میر محسن علی مرحوم کے تذکرے سے نقل کیا ہے۔ حالات کے آخر میں صاحبِ تذکرہ نے بیدار کا یہ قطعہ لکھا ہے۔

نوٹ: تین تاریخی قطعات پہلی، دوسری، تیسری مثنویوں کے آخر میں ہیں۔

مثنویات (۳)

۱- در توصیفِ بناءِ درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ و قطعۂ تاریخ آں

(۲۱ شعر)

خواجۂ جن و انس قطب الدین ۔ کہ ازو بہرہ در کہین و مہین
بندۂ خاصِ حضرتِ یزداں ۔ لعل میشں افتخارِ شہاں
عاشقِ حیِّ لایزال قدیم ۔ کشتۂ عشق و خنجرِ تسلیم
افتخارِ زمان و فخرِ زمیں ۔ مرشد و رہنمائے راہِ یقیں
روضہ اش جلوہ مشرقِ انوار ۔ تابدشں نور از در و دیوار
فرشِ درگاہِ آں سپہر مقام ۔ شد مرتب ز سنگِ سرخ رخام
سنگِ سرخش کہ داد آب و تاب ۔ لعل و یاقوت شد ز رشکش آب
آبِ الماس و ہم صفائے بلور ۔ پیشِ سنگِ سفید او بے نور
سنگ با سنگ آں قدر پیوست ۔ گوئی یک لخت فرش یک سنگ است
می درخشد ز دور لمعۂ نور ۔ کرد او آب و تابِ سیم و بلور
از صفا شد بآئینہ ہم رنگ ۔ می فتد عکسِ ہر واں در سنگ
نیست ایں فرش صحت آئینہ دار ۔ سادہ و صاف ہم چو روئے نگار
شیشہ سازاں بکارِ معماراں ۔ متحیر شدند آئینہ ساں
بر حجر شد ز بس صفا کاری ۔ خود بحیرت بماند معماری
ہم درِ نو کہ تازہ بنیاد است ۔ دل کشا تر ز خاطرِ شاد است

دایم اش یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَاب | دار مفتوح بر رُخِ احباب
خامہ ساں گر زباں بود یکسر | مدح ایں فرش نیست حدِّ بشر
بہرِ تاریخ آں بنا اکنوں | ساز بیدار قطعۂ موزوں

قطعہ (۹)

از درِ روضہ تا سرِ مرقد | ہست جملہ مُقَطّع و مرغوب
کس در آئینۂ خیال نہ دید | ایں چنیں تازہ طرح خوش اسلوب
سالِ تاریخ ایں خجستہ بنا
ہاتفِ غیب گفت "فرشِ خوب"
۱۱۸۸ھ

۲- نامۂ منظوم بنام کاظم علی خان

معہ قطعۂ تاریخ وفاتِ شفیع الدّین

(۹۴ شعر)

بیا اے خامۂ مشکیں شمامہ | رقم کن سوئے آں محبوب نامہ
کہ عمرے در چمن زارِ وصالش | نگاہم داشت گل گشتِ جمالش
جبینش مشرقِ انوارِ خوبی | رُخِ او روضۂ انوارِ خوبی
دو ابرویش دو شمشیرِ فرنگی | علم چوں برق در شوخی و شنگی
دو چشمش ساغرِ لبریز نشہ ایجاد | نگاہش دلربائی سحر استاد
مژہ نشتر زنِ سودا مزاجاں | نگہ دار الشفائے لاعلاجاں
رُخِ گل رنگِ او جانِ بہار است | زعکسِ آئینہ حرب شکار است

چہ موزوں ذقن زیر لب او | حباب آب حیواں غبغب او
لبش از بسکہ شفاف است و رخشاں | نماید از برونش عکس دنداں
چہ دنداں قدر شاں از الماس عالی | بلاگردان او سنگ لآلی
دہانش غنچہ بستان اسرار | گل افشانی کند ہنگام گفتار
صراحی گردن صافش چناں است | کہ ظاہر از گلویش رنگ پان است
مصفا سینہ آں ماہ پیکر | بلوریں تختہ آئینہ منظر
قدش سرو گلستان محبت | خرام نازش آشوب قیامت
میان نازکش نازکتر از مو | چساں برداشت بار قامت او
چہ گویم وصف آں حسن دلارام | چو شاخ گل ز سر تا پا گل اندام
صبا بہر سمن بویان گل رو | عبیر آسا برد خاک در او
ز بس نازک مزاج و خود پرست است | مدام آئینہ صافش بدست است
کجا آں نوبہار وصل بیدار | کہ می چیدم بسے گلہای بیدار
بیاد روے آں شمع دل افروز | گل اشکم بدامن دارم امروز
جمالش شد مقیم خانہ دل | درخشاں است زاں کاشانہ دل
دلم بے او چناں بیتاب گردید | کہ سیماب از خجالت آب گردید
ز بس ورد کزاں شیریں دہانم | شکر افشاں چو طوطی شد زبانم
نہ ایں ابیات موزوں کردہ ام من | ز بحر دل گہر آوردہ ام من
ندانم کیست آیا آں دلارام | کہ مدحش می کنم بر صفحہ ارقام
شراب یاد آورد از دلم جوش | کہ با مستی شدم چوں مے ہم آغوش

عنانِ اختیار از دست من رفت | شدم بے خویش و آں طرزِ سخن رفت
برنگِ دیگراست آں گفتگویم | کہ بوئے گل و گہ مشکیں بویم
بیا اے ساقیِ سروِ گل اندام | شراب لالہ گوں را ریز در جام
بنوشم تاکند رفع خمارم | کہ فکر نامۂ منظوم دارم
زباں رنگیں سخن ہا می تراشد | ز حرفم رنگ معنی می تراود
بگویائی دہم رخصت زباں را | کنم آب از خجالت بحر و کاں را
کشم در تارِ نظم از خوش کلامی | دُرِ لعلِ معانی را تمامی
محیطِ طبعِ معنی جوشم امروز | چہ دُر ہا ریخت در آغوشم امروز
گلستانِ سخن در سینہ دارم | بہر رنگے کہ خواہم گل برآرم
بآں رعنا گلِ باغ تمنّا | بعنوانے کنم مکتوب انشا
کہ ترتیبش بود دیوانِ معنی | بنظمِ دل فریبی جانِ معنی
نہالِ دوستی کاظم علی خاں | نسیم یادِ او نزہت دہِ جاں
شفیق و مہربانے دوستدارے | بدل راحت فزائے غمگسارے
دُرِ یکتاے عمّانِ سیادت | گرامی گوہرِ کانِ شرافت
جلا بخشید مرآتِ نسب را | فروزاں ساختہ شمعِ حسب را
دبیرِ راست تدبیر و یگانہ | بدانائی ارسطوے زمانہ
بفکرِ دوربین و عقل و ادراک | کنند اوّل تاملِ کار ادراک
سر و سر کردۂ اربابِ دُنیا | معزّز در ہمہ اسبابِ دنیا
بچشمش زاں سبب محبوبِ دنیاست | مراد و مقصد و مطلوبِ دنیاست

که کارے بے سرانجامے برآرد / بہ نیکی در جہاں نامے برآرد

سرِ او ساجدِ محرابِ دین است / چو مہ داغِ سجودش بر جبین است

ادا سازد در اوقاتِ شریفه / نمازِ پنج وقت و ہم وظیفه

بدنیا وار بیداری محال است / دو ضد را جمع بودن اشکال است

غرض در ذاتِ او این ہر دو اند جمع / چو دارد آب و آتش را بہم شمع

چمن پیرائے وصفش بلبلِ قال / بمدحش ہمچو سوسن صد زبان لال

بیا مطرب! بزن بر چنگ مضراب / بآہنگے که سازد سنگ را آب

که تا آیم بوجدِ بیخودی جوش / دو عالم را کنم یکسر فراموش

نوا سنج و غزل خوانِ خوش آواز / بآہنگِ دگر ز نغمه را ساز

برآری پنبهٔ غفلت گر از گوش / بجامِ سامعه ریزی مئے ہوش

چه قانونِ محبت می نوازد / اگر فولاد دل باشد گدازد

چنان آراسته چوبِ نغمه را / که شنوائی دہد گوشِ اصم را

بسمعِ دل چو آمد آن ترانه / برآمد ہا و ہوئے عاشقانه

برآ از مجلسِ دنیا پرستان / مجو نقدِ وفا زین تنگ دستان

وفا بیگانهٔ گلشن سرائیست / نمی بینی که ہر گل بے وفائیست

نمودم سیرِ این گلزار تا خار / ندیده شد یکے یارِ وفادار

چه حاصل از محبت آزمائی / چو این جا نیست رنگِ آشنائی

کجا اخلاص و کو الفت کجا دوست / برین باغ بے مغز و ہمه پوست

چه دنیا و چه اہلش جمله فانیست / کرا جز حق بقائے جاودانیست

بعشق دلبری نیکو شمائل | طپش بیتاب دل بودن چه حاصل
بحسن عاریت دل باختن چیست | بظلّ مرغ سرا ندا ختن چیست
هزاران گل دریں گلشن دمیدند | بر امید جز حسرت نه چیدند
کزیں عشقے کہ عشقش زندہ سازد | چه زندۂ زندۂ پاینده سازد

(قطعہ)

گل نو بادۂ باغ سیادت | ازیں جا رفت و در جنت گزر کرد
به بستان ستایش حیف ناگاه | خزانِ مرگ سر از جیب بر کرد
بجاے اشک ہر گل از محبان | ز چشم خود رواں خونِ جگر کرد
خبر زیں واقعہ ہر کس کہ بشنید | شدہ بے اختیار و گریه سر کرد
چو خواہی سالِ تاریخِ وفاتش
بگو با سیّد شفیع الدّیں سفر کرد

توا ے مژگاں دمے شو خامۂ من | بخونِ دل رقم کن نامۂ من
پس از عرض و سلامِ اشتیاقم | حدیثے سر کن از دردِ فراقم
کہ اے جوشِ بہارِ زندگانی | بیاد ت کرد چشمم گل فشانی
دلم از آتشِ غم داغدار است | چو مجمر سینہ لبریزِ شرار است
چراغ کلبہ ام داغ جگر شد | نہالِ گلشنم آہِ سحر شد
ز بس طغیانِ اشکِ لالہ گوں است | زمینِ خامہ ام لبریزِ خون است
کجائی اے گلِ بستانِ خوبی | منوّر از رخت ایوانِ خوبی
ز چشمم بے جمالت خواب رفتہ | ز دل آرام و از جاں تاب رفتہ
چه خواہد کرد با من دوریِ تو | ندارم طاقتِ مہجوریِ تو

ازان روزیکه رفتی از برِ من — هوائے زندگی شد از سرِ من
لبم با نالۂ و آہ است دمساز — روان است از دو چشمم اشکِ غمّاز
ز سوزِ دل برآمد نالۂ چند — که بر لب جوش زد تبخالۂ چند
نئی آگاه از دردِ درو نم — که سر تا پا برنگِ غنچه خونم
بیا اے خور می بخشِ دلِ من — که روئے تست شمع محفلِ من
زیاده ترازین مپسند دوری — تو خود گو جانِ من تا کے صبوری
خیالت گر نمی بودے بمن یار — بجانِ تو که می شد زیست دشوار
غمت کرد اشکبار و بیقرارم — که رشکِ برق و ابرِ نوبهارم
حدیثِ ہجر را بیدار البس کن — ازین دردِ دلم گفتار بس کن
برآر از آستیں دستِ دعارا — که می جوید اجابت مدّعا را
خداوندا بحق شاهِ مردانؓ — نگہدارش ہمیشه شاد و خندان

بیا را در انجا نه از سفر زود
که ہجرش از دلم آرام بر بود

۳- شجرۂ ومدح اولیا عظام
وقطعۂ تاریخ وفات شاہ عبدالستار رح

شش۳) آن خدائیکہ ز کُن کون ومکاں پیدا کرد | بے ستون سقفِ فلک صنعتِ او بر پا کرد
مالک الملکِ جہاں رازقِ ہر جاندار است | ہمہ اسبابِ او آئینۂ دیدار است
آں محمدؐ کہ درش قبلۂ اربابِ صفاست | نورِ اللہ ز خورشیدِ جبینش پیدا است
اشرف و افضل و اطہر ز ہمہ مخلوقات | خلقتش جانِ بہارِ چمنِ موجودات
حق فرستاد پئے رحمتِ عالم اُو را | ساخت از خلعتِ لولاکَ معظّم او را
آں علیؓ شمعِ ولایت کہ ز جانش روشن | صفدرِ روزِ وغا شاہِ درِ خیبر کن
صاحبِ فتح و ظفر لشکرِ دیں را سرور | محرمِ خاصِ خدا ابنِ عمِ پیغمبرؐ
شاہِ بصرہ حسنؒ آن نامورِ سلسلہ ہا | کہ بہ پیشش درِ رہِ تحقیق رواں قافلہ ہا
مستِ میخانۂ توحید حبیبِ عجمیؒ | دلِ او فارغ از اندیشۂ شادی و غمی
شیخ طائی لقب و نامِ شریفش داؤدؒ | معدنِ لطف و کرم مخزنِ بخشایش و جود
شیخ دیں حضرتِ معروفؒ ولیِ کامل | کرخ از مقدمِ او کردہ بزرگی حاصل
واقفِ سرِّ خفی سرّیِ سقطیؒ شہِ دیں | پیرِ جملہ عرفا مرشدِ اربابِ یقیں
سیّد الطائفہ اُستاد جنیدِ بغدادؒ | عالمِ علمِ الٰہی و دقائق ارشاد
اہلِ تسلیم و رضا عبدِ عزیزِ غنیؒ | کہ دلش بود مکتب خانۂ عرفاں سخنی
صاحبِ زہد و ورع اہلِ شریعت شبلیؒ | نو بہارِ گلِ بستانِ طریقت شبلی
شیخ ابوالفرحؒ بحق واصل امیر طرطوس | کہ نمودند شہاں از سرِ صدقش پابوس

آں کہ دادہ بہ بزرگاں شرفِ سرداری | بوالحسن کنیت و نامش علی بنکاری
بوسعیدؒ آں شہِ والا نسب محرومی | بہرہ اندوز عراقی ہم از وہم رومی

گوہرِ بحرِ صفا حضرتِ غوث الاعظمؒ
چشمۂ نورِ خدا حضرتِ غوث الاعظمؒ

مشکل آساں شود ار نام شریفش خوانند | ہر چہ خواہند مراد از درِ آں شہ یابند
شاہِ خاکی کہ دلیلِ رہِ عرفانِ خداست | ہمچو آئینہ ز سر تا بقدم نورِ صفاست
سرگروہِ فقرا صدرِ طریقت داؤدؒ | خدمتِ بندگیش موجبِ سرمایۂ سود
صاحبِ علم و عمل، عارفِ حق شاہ حسینؒ | یافت سائل ز درش دولتِ عزِ دارین
بود سلطانِ مشائخ گہرِ بحرِ کمال | کاشفِ رازِ نہاں، ہادیِ دیں صاحبِ حال
پیروِ آلِ محمدؐ کہ ولیؒ نامش بود | فانی از خویش بحق باقیِ سرمستِ شہود
رہبرِ دین و سرِ قافلہ عبد الستارؒ | والیِ مملکتِ فقر ز دنیا بیزار
مظہرِ کشف و کرامت بجہاں ذاتش بود | ذکر و تسبیح خدا در ہمہ اوقاتش بود
پیرِ من، مرشدِ من، ہادیِ من آں شاہ است | کہ ز مہرش دلم انوار فشاں چوں ماہ است
حاصل آناں کہ ازو ذوقِ فقیری کردند | خاک بر فرقِ امیری و وزیری کردند
زیں مکاں کرد چو آں عارفِ حق نقلِ مکاں | خواستم ایں کہ کنم قطعۂ تاریخ بیاں
ہم دریں فکر دلم بود ز شب تا بہ سحر (قطعہ ۹) کہ کجا کرد نزول آں شہِ مقبولِ خدا

ہاتفِ غیب بمن گفت کہ او را بیدار!
داد حق گلشنِ فردوس مقامِ اعلےٰ

۱۱۷۰ھ

۴۔ شجرۂ و مدحِ اولیائے سلسلۂ بیعتِ مُصنّف

ش ۱۴

شود چگونہ بیاں حمدِ خالقِ اکبر — زوصفِ خلق بود ذاتِ او منزّہ تر

ثنائے اوست بروں از احاطۂ تقریر — کہ عاجز است دراں ہم بیان و ہم تحریر

محمدؐ آں کہ ستودہ خدا اَش در قرآں — زہیچ کس نہ شود نعتِ آں جناب بیاں

جہانِ پیر جواں شد دگر در ایّامش — نگینِ خاتمِ شاہی مزّین از نامش

تہی ز معدۂ دنیا نداشت ہیچ مکاں — بعہدِ معدلتش شد بدل بامن و اماں

علیؓ است آنکہ شد از مولدش بکعبہ شرف — امام و ہادیِ برحق شہِ سریرِ نجف

بحقِ احمدؐ مرسل کہ ہست سرورِ دیں — بحقِ حیدرِ صفدر امیرِ لشکرِ دیں

بحقِ شاہ شہیداں حسینؑ سبطِ رسولؐ — سرورِ قلب و جگر گوشۂ علیؑ و بتولؑ

بحقِ حضرتِ زین العبادؓ اہلِ وقار — کریم ابنِ کریم آں شہِ خجستہ شعار

بحقِ حضرتِ باقرؓ امامِ راہ نما — کہ یافت دیدۂ روشن زدرگہش اعمیٰ

بحقِ جعفرِ صادقؓ نہالِ جود و سخا — گلِ ریاضِ امامت بہارِ صدق و صفا

بحقِ موسیِ کاظمؓ شہِ فلک مختار — بحکمِ او حرکتہائے ثابت و سیّار

بحقِ ثامنِ ضامن علیؓ بن موسیٰؑ — رضائے او ہمہ مصروف در رضائے خدا

بحقِ حضرتِ معروفؒ غرقِ بحرِ شہود — بحقِ سرّیِ سقطیؒ سحابِ ہمت و جود

بحقِ عارفِ کامل جُنیدِ بغدادیؒ — بہ علمِ فقر مسلّم بنامش استادی

بحقِ صدرِ شریعت محمدِ شبلیؒ — بحقِ واحد بن زیدؒ امامِ دینِ نبیؐ

بحقِ ہادیِ دیں شیخ ابو الفرحِ زہّاد — بحقِ شیخ علیِ ابو الحسنؒ اوتاد

بحقِ شیخِ مشائخ ابی سعید علی ... مطیعِ شرعِ محمد علیمِ علمِ علی

بحقِ حضرتِ قطبِ زماں محی الدین ... مہِ سپہرِ علا آفتابِ صدق و یقین

بحقِ این دو بزرگانِ واقفِ اسرار ... ابی نجیبِ سہروردی و شیخِ دین عمار

بحقِ شیخِ سبوحان و پیرِ نجم الدین ... کہ روشن است ازو بزمِ عارفانِ گزین

بحقِ معدنِ افضال شیخ محمد الدین ... بحقِ شیخ رضی اہلِ دین و اہلِ یقین

بحقِ حضرتِ احمد کہ بود شیخِ مبین ... بحقِ آں مہِ برجِ کمال نور الدین

بحقِ آنکہ دہد آنچہ خواہد اہلِ طلب ... ابو المکارم احمد علائے ذات لقب

بحقِ شیخ حقائق پناہ صاحبِ جود ... ستودہ گوہرِ دریائے معرفت محمود

بحقِ فخرِ سعادت علی ہمدانی ... بحقِ خواجہ اسحاق نصیر جیلانی

بحقِ سیدِ عالی نسب محمد نام ... بحقِ شیخ محمد علی ذو الاکرام

بحقِ شیخ محمد غیاث نورانی ... بحقِ شیخ حسن مظہرِ خدادانی

بحقِ شیخ محمد کہ پیرِ راہ ماست ... بحقِ عارفِ کامل کہ حضرتِ یحییٰ ست

بحقِ شیخ کلیم اللہ شرعِ مبین ... بحقِ شمعِ رہِ عارفاں نظام الدین

بحقِ گوہرِ بحرِ کمال فخر الدین ... فلک جناب ملائک خصال فخر الدین

بحالِ ہرکہ و مہ چوں خدا شفیق و رحیم ... معینِ شرعِ نبی متصف بخلقِ عظیم

کریم بندہ نوازا بحرمتِ ایشاں ... مرا چو آئینہ بر روئے خویش کن حیراں

ز بوئے خویش دماغِ دلم معطر کن ... بنورِ جلوۂ خود دیدہ ام منور کن

پرد نہ مرغِ خیالِ دگر بخانۂ من ... کہ وقفِ جلوۂ تو باشد آشیانۂ من

ز شرّ ہر کہ نگہ دار در امانِ خودم ... مبر بخانہ کسے غیر آشیانِ خودم

چو روزِ حشر بیک نیزہ آفتاب آری — مرا بزیرِ لوائے محمدؐ می داری

نیامدار چہ زمن جز گناہِ طاعتِ تو — زلطفِ عام تو دارم امیدِ رحمتِ تو

ز چشمِ خلق بپوشں از کرم گناہِ مرا — بآبِ عفو بشو نامۂ سیاہِ مرا

بیادِ خویشتنم دار روز و شب مشغول — گلِ دعائے مرا بخشش رنگِ آبِ قبول

مکن زیادہ ازیں عرضِ حال بس بیدارا
عنانِ رخشِ ادب را ز دستِ خود مگذار

۵۔ شجرۂ و مدح سلسلۂ اولیاءِ چشتیہ

ش ۸۴

ثنا و حمد ہمہ می سزد بذاتِ احد — کہ وصفِ اوست لم یلد و لم یولد

وجودِ اقدسِ او مظہرِ جلال و جمال — بکارخانۂ قدرت شریکِ اوست محال

محمدؐ عربی آفتابِ عزت و شاں — ز نورِ اوست منورِ جمالِ ہر دو جہاں

حبیبِ خالقِ اکبر رسولِ راہ نما — شفیعِ جرمِ اُمم نزدِ حق بروزِ جزا

بظاہر ارچہ بآخر رسید در دنیا — طفیلِ اوست وجودِ دو کون و ما فیہا

امامِ مشرق و مغرب علیؑ زوجِ بتولؓ — ہزبرِ بیشۂ یزدان و ابنِ عمِ رسولؐ

ہمیں فضیلتِ او بس کہ گفت پیغمبرؐ — منم مدینۂ علم و علیؑ است آں را در

حسنؒ کہ بصرہ شرف یافتہ ز مقدمِ او — نمود کارِ مسیحا بمردہ دل دمِ او

چو عبدِ واحد بن زیدؒ چوں فضیلِ عیاضؒ — ز اہلِ فقر نبود ایں قدر کسے مرتاض

سپہر مرتبہ سلطانِ بلخ ابراہیمؒ — ز علمِ فقر ہمو بُد، دریں حدیقہ علیم

ابی ہبیرہؒ شہِ بصرہ آں امین الدینؒ — کہ شد برائے خدا حامی و معین الدین

سرِ سرّ کمالات خواجۂ حمّادؒ — دیارِ فقر زمینِ قدومِ او آباد
خراجِ شام و سرِ خواجگان ابی اسحاقؒ — گرفته نورِ کمالاتِ او تمام آفاق
چو احمد بنؒ فرسناقه در تمام زمام — کسے نبود بایں عزّت و بایں اکرام
محمدؒ ابن ابی احمد آن شہ حسنی — کہ کرد در شطِ توحیدِ حق رواں کشتی
فلک جنابِ ابی یوسفؒ آفتابِ جمال — ز فیضِ صحبتش اربابِ جہل اہلِ کمال
محیطِ بذل و عطا، کانِ گوہرِ مقصودؒ — محبِّ فخر بود ذاتِ حضرتِ مودودؒ
شریفِ زندنی حاجیِ وحیدِ زمانؒ — کہ داد امانتِ حق را بخواجۂ عثمانؒ
فروغِ شمعِ ولایت، چراغِ راہِ یقیں — ضیائے انجمن عارفاں معین الدّینؒ
شہیدِ تیغِ محبت خطاب قطب الدّینؒ — ز مرقدش شدہ اقلیم ہند رآئیں
فریدِ عصر و وحیدِ زمانہ شکّر گنجؒ — کہ خاکِ درگہِ او ہست داروی ہر رنج
مہِ سپہرِ صفا حضرتِ نظام الدّینؒ — ز فرق تا بقدم ہمچو مہر نورِ مبیں
چراغِ دہلی و نورِ صفا نصیر الدّینؒ — بخلق آئینۂ حق نماں نصیر الدّینؒ
کمالِ دیں کہ شدہ مشتہر بعلّامہ — بدو زباں نتواں کرد وصفِ او خامہ
سراجِ دیںؒ کہ منوّر از و ست بزمِ یقیں — خلیفہ اش علم الحقؒ بہارِ گلشنِ دیں
گلِ حدیقۂ فقر است شیخ دیں محمودؒ — جمالِ حقؒ کہ ز نورش جہاں منوّر بود
چو شیخ احمدِؒ سرمست و جامِ شوق بدست — گزشت شیخ محمد حسنؒ بجاش نشست
رئیس و شیخ شیوخاں محمد حسنیؒ است — از و است حضرتِ یحییؒ کہ عرف او مدنی است
فقیرِ کامل و واصل بحق کلیم اللّٰہؒ — بزرگ مرتبہ، ذو الاحترام عالی جاہ
مہیں ستارۂ برجِ شرف نظام الدّینؒ — ز مقدمش شدہ ملکِ دکن بہشت زمیں

سحابِ مکرمت و بحرِ جود فخرالدینؒ　　سزد کہ بر درِ او ساید آفتاب جبیں

طریقِ جذبِ سلوک آں قدر بہم دارد　　بیک نگاہ کند صد ولی اگر خواہد

براہِ معرفتِ حق چو خضرِ راہ براست　　شفیق و لطف نما بہ ز مادر و پدر است

الٰہی از کرمِ عامت آرزو دارم　　اگرچہ عاصیم و مجرم و تبہ کارم

مرادِ جملہ محبانش را دریں دوراں　　بعزّ و دولتِ فقرِ محمدی برساں

عنایتم ز کرم کردہ چو خلعتِ فقر　　بہ بخشش علم و عمل ہم کہ ہست زینتِ فقر

چہ حاصل ایں کہ کنم نقلِ حالِ درویشاں　　بلطفِ خویش عطا کن کمالِ درویشاں

بجامِ عشق چناں ساز مست و مدہوشم　　کہ ہر چہ غیرِ تو باشد بود فراموشم

بذکر و شغلِ تو گردد دوامِ صحبتِ من　　بجز تو راہ نیابد دگر بخلوتِ من

کسے جو سرمۂ وحدت بچشمِ کثرت بیں　　شود مشاہدش اندر جہاں بنورِ یقیں

کجاست غیر، توئی ذاکر و توئی مذکور　　توئی بجلوۂ خود ناظر و توئی منظور

چو عارفیکہ مدامش بود بیادِ تو کار　　بدہ مرادِ دل آگاہ و دیدۂ بیدار

بہر چہ چشم کشایم جمالِ تو بینم　　ز ہر چمن گلِ نظارۂ رخت چینم

بدرگہِ تو بعجز و نیاز آمدہ ام　　برنگِ شمع بسوز و گداز آمدہ ام

دعا کہ صبح و مسا می کنم بعجز و نیاز　　قبول کن ز کرم اے کریم بندہ نواز!

بروزِ مرگ کہ خواہد شدن اذیتِ نزع　　کہ سخت می شود آں دم بجاں صعوبتِ نزع

بحالِ خستۂ بیدار مرحمت فرما　　بنامِ خویش دمِ واپسیں تمام نما

بحقِّ احمدِ مختار و حیدرؓ کرّار
بحقِّ بنتِ نبیؐ و ائمۂ اطہارؓ

ضمیمہ

متعلقہ حاشیہ ۲ صفحہ ۲

۱. غیر از ترے حادث ہے جو کوئی اسکو فنا ہے ۔۔۔ تو ہیں ہے شہا تخت نشیں ملک قدم کا۔ (۲) بجائے ذ
۲. تجھ مطبخ فیاض کے عالم میں شب روز ۔۔۔ بھیجے ہے کہ و مہ کے تئیں خوان نعم کا (۳)
۳. رکھتا ہوں تری ذات سے امید کہ تا عمر ۔۔۔ محتاج کسی کا نہ ہوں دینار و درم کا (۵)
۴. بخشش اپنے جو گنجینۂ ہمت سے نہ پاؤں ۔۔۔ شرمندۂ احساں نہ کرارباب ہمم کا (۶)
۵. اس کے شرف ذات سے لبتہ ہے جہاں میں ۔۔۔ شیرازۂ جمعیت اصناف رقم کا (۱۰)
۶. ہرچند کہ عاصی و گنہ گار ہوں لیکن ۔۔۔ بندہ ہوں میں سلطان عرب شاہ عجم کا (۱۱)
۷. بوبکرؓ و عمرؓ اہل حیا حضرت عثمانؓ ۔۔۔ عالم میں دیا زیب بہت عدل و کرم کا (۱۲)

۸. دل زلف و خط و خال نگاراں سے اٹھایا (۱۷)
تا کے رکھو بیدار گرفتار ظلم کا

غزل متعلق ردیف "ن"

غزل ۲۱۲ ۔ پاوے کس طرح کوئی کس کو ہے مقدور ہمیں ۔۔۔ لے گیا عشق ترا کھینچ بہت دور ہمیں
صبح کی رات تو رو رو کے اب آ اے بے مہر ۔۔۔ روز روشن کو دکھامت شب دیجور ہمیں
ربط کو چاہیئے یک نوع کی جنسیت یہاں ۔۔۔ چشم بیمار سے ہے دل رنجور ہمیں

بات گر کیجیے تو ہے منت نوازی ورنہ — دیکھنا ہی ہے فقط آپ کا منظور ہمیں

[illegible] اُس شوخ کی چوٹی ہے کوئی جیتے جی — رکھو اس پند سے اے ناصحو معذور ہمیں

[illegible]ت کو یا جا کے ہو تم کچھ تو ہے — آنکھیں آتی ہیں نظر آج تو مخمور ہمیں

چھپ [illegible] بیدار گیا وہ مہِ تاباں شاید
نظر آ[illegible]ہے یہ گھر آج تو بے نور ہمیں
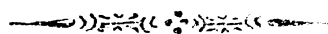
FOREWORD

Mir Muhammadi Bedar of Delhi (1209 A. H.) is so popular a poet that almost any anthology one can lay hands on contains at least a few lines from his *diwan*. The *Gulshan-i-Hind* has about four pages of his poems. The Urdu public who have thus had only a fore-taste of his poetry will now gladly welcome and enjoy in full measure the present edition of the *diwan*, and it is pleasing to observe that it was reserved for the University of Madras to publish in a single, handy volume the poetry of Bedar, the charm of whose diction has been known these one hundred and fifty years.

The present editor Muhammad Husayn Sahib Mahvi, Junior Lecturer in Urdu, has collected all the lines from various anthologies, and collated them with the two manuscripts of the *diwan* he has with him. The result is that the *ghazals* which were incomplete in the manuscripts are now restored, and a few verses not found therein are also included. Thus the present edition before the public is quite up-to-date and exhaustive.

In the introduction the editor gives a life sketch of Bedar, his position as a poet, and the peculiarities of Urdu in the eighteenth century A. D.

University of Madras
Dated 25th August, 1936.

S. MUHAMMAD HUSAYN NAINAR,
Head of the Department
of Arabic, Persian, & Urdu.

DIWAN-i-BEDAR

BY

Shah Mir Muhammadi Sahib Bedar

EDITED BY

MUHAMMAD HUSAYN MAHVI SIDDIQI,

Junior Lecturer in Urdu,

UNIVERSITY OF MADRAS.

UNIVERSITY OF MADRAS.

1936.

MADRAS UNIVERSITY ISLAMIC SERIES No. 2

GENERAL EDITOR:

S. MUHAMMAD HUSAYN NAINAR, M. A., LL. B.

DIWAN-i-BEDAR

BY

SHAH MIR MUHAMMADI SAHIB BEDAR.